الذکر الحسین
فی
سیرت النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم
حصہ اول
تالیف
فاضل جلیل حضرت مولانا محمد شفیع صاحب (اوکاڑوی)
ناشر: ازہر بک ڈپو آرام باغ کراچی

باسمہ سبحانہٗ

بلبِ مسیح شفائے او — بیدِ کلیم عصائے او

بسرِ خلیل عطائے او — ہمہ عالم است گدائے او

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ — کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ — صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

ہمہ نوریاں بثنائے او — ہمہ عرشیاں بدعائے او

ہمہ فرشیاں بولائے او — ہمہ عرش و فرش برائے او

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ — کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ — صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

☆ ☆ ☆

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ رَبًّا رَّحِیْمًا کَرِیْمًا عَالِمًا قَدِیْرًا وَّ تَرَاحِیًا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۔ وَّعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَصَحْبِہِ الْمُکَرَّمِیْنَ الْمُعَظَّمِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر متعدد کتابیں اہل علم حضرات نے تصنیف فرمائی ہیں۔ سیرت وصورت کا کوئی پہلو ایسا نہیں رہا جو صحت کے ساتھ ضبط تحریر میں آچکا ہو سرانور سے پائے مبارک تک ایک ایک عضو کی شکل وشباہت، حسن وجمال اور خصائص کمالات اور ان کے ساتھ ساتھ رفتار وگفتار، اخلاق وکردار، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے رونے اور عدل وانصاف، جود وسخا، زہد وعبادت، صبر وقناعت، امانت ودیانت، پاکیزگی وشرافت، شفقت ورحمت، شرم وحیا، اخلاص وتقویٰ، حلم وبردباری، شجاعت وبہادری، عزم واستقلال، عفو ودرگزر، حسن خلق وحسن سلوک، سادگی وبے تکلفی، مہمان نوازی، لطافت طبع، غرض کہ ہر ادا اور ہر وصف جمیل کو قلمبند کیا گیا۔

اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس دنیا میں سوائے آپ کے اور کوئی انسان ایسا نہیں گزرا جس کی سیرت وصورت کے ہر گوشے کو اس طرح محفوظ کیا گیا ہو

بلاشبہ آپ کی ہر ادا پاکیزہ اور ہر خصلت حمیدہ ہے۔ آپ مجسمۂ کمالات اور آئینۂ حقائق ہیں جہاں آپ کی صورتِ پاک، حسن وجمال کا بیان عاشقان جمال محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے وجہ تسکین قلب ونظر اور سرورِ سرمدی ہے، وہاں آپ کی سیرتِ طیبہ کا بیان ہر انسان کے انشراح صدر، طہارتِ قلب وتزکیۂ نفس کا باعث ہے۔ بلاشبہ آپ کے ہر عمل میں درسِ عبرت کی ایک دنیا پوشیدہ ہے۔ وہ آپ ہی کی تعلیم ہے جس نے راہزن کو راہبر، ظالم کو عادل، خائن کو امین اور جاہل کو عارف بنایا۔ گویا انسان کو انسان بنایا، اخلاق حسنہ اور محاسن جمیلہ سکھائے درس امن وسلامتی دیا، دلوں سے بغض وحسد، عناد وانتقام نکال کر اخوت ومحبت اور اخلاص پیدا کیا۔ ؎

بھٹکے ہوؤں کی نظر رشکِ خضر بنا دیا　　　سُلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغِ راہبری
تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوصِ بندگی　　　تیرے غضب نے بند کی رسمِ درِ ستمگری

آج بھی اس پُرفتن دور میں بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے مشعلِ راہ حضور سید عالم رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہی ہے۔

امن وسلامتی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے ہرگز امن قائم نہیں کرسکتے جب تک آپکی سیرتِ طیبہ کو مشعلِ راہ نہ بنائیں، بلاشبہ آپ کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی امن وامان قائم ہوسکتا ہے۔

لہٰذا ہم مسلمانوں کے لیے خصوصًا لازم ہے کہ سیرتِ طیبہ کو مشعل راہ بنائیں اور آپ کی تعلیم پر عمل کریں کیونکہ سوائے آپ کی پیروی کے راہِ نجات کا ہاتھ آنا ناممکن ہے ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید　　　کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ اس ناچیز نے "ذکرِ جمیل" میں مختصرًا آپکے سراپائے اقدس، شکل وصورت، حسن وجمال اور ہر ہر عضوِ پاک کے خصائص وفضائل، کمالات وبرکات اور محاسن ومعجزات کا بیان ہدیۂ ناظرین کیا ہے[1]۔

---

[1] ذکرِ جمیل حصہ اول کا تیسرا ایڈیشن بہت ہی مفید اضافہ کے ساتھ زیرِ طبع ہے۔ اس کتاب کا ہر مسلمان کے پاس ہونا ضروری ہے (مؤلف)

اب یہ "ذکرِ حسین" حصۂ اول مشتمل برسیرت طیبہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ اس میں آپ کے نور پاک سے لے کر بعثت و نبوت تک کے حالات ہیں۔ بعثت و نبوت سے لیکر وفات شریف تک کے تفصیلی حالات حصہ دوم و سوم میں انشاء اللہ العزیز ہدیۂ ناظرین ہونگے مقصود اظہار علم و فضل نہیں ہے کیوں کہ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس و اعتراف ہے۔ بلکہ صرف اور صرف بارگاہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک نالائق نااہل اور ادنیٰ ترین غلام کی طرف سے ہدیۂ عقیدت و محبت کی پیش کش ہے۔ ؎

گر قبول افتد رہے عز و شرف

اس کتاب کے لکھنے کے سلسلے میں میں نے حسب ذیل مشہور و معروف کتب سے اخذ کیا ہے۔

(۱) قرآن کریم	(۱۴) ترمذی شریف
(۲) تفسیر ابن عباس	(۱۵) ابن ماجہ شریف
(۳) تفسیر ابن جریر	(۱۶) مشکوٰۃ شریف
(۴) تفسیر خازن	(۱۷) مستدرک حاکم
(۵) تفسیر مدارک	(۱۸) طبقات ابن سعد
(۶) تفسیر کبیر (رازی)	(۱۹) تاریخ کامل ابن اثیر
(۷) تفسیر روح المعانی	(۲۰) مواهب اللدنیہ
(۸) تفسیر روح البیان	(۲۱) زرقانی شرح مواهب اللدنیہ
(۹) تفسیر جلالین	(۲۲) سیرت ابن هشام
(۱۰) تفسیر در منثور	(۲۳) خصائص کبریٰ
(۱۱) تفسیر معالم التنزیل	(۲۴) دلائل النبوت (ابونعیم)
(۱۲) بخاری شریف	(۲۵) الاستیعاب
(۱۳) مسلم شریف	(۲۶) شفا شریف

(۲۷) مدارج النبوت
(۲۸) معارج النبوت
(۲۹) شواهد النبوت
(۳۰) تاریخ طبری
(۳۱) مکتوبات شریف
(۳۲) سیرۃ النبی (شبلی)
(۳۳) بہار شریعت
(۳۴) نشر الطیب (تھانوی)
(۳۵) قصیدہ بردہ شریف
(۳۶) قصیدۃ النعمان (امام اعظم)
(۳۷) در الثمین (شاہ ولی اللہ)
(۳۸) امداد السلوک
(۳۹) شاہنامۂ اسلام (حفیظ)

ان مذکورۂ بالا کتب کے باقاعدہ حوالے اور صفحے تک نوٹ کر دیے ہیں، ناظرین حضرات سے التماس ہے کہ اگر کہیں غلطی ملاحظہ فرمائیں تو اس کو دامن عفو سے چھپائیں، اور ہو سکے تو اس خاکسار کو اطلاع فرمائیں تاکہ آئندہ اڈیشن میں تصحیح کر دی جائے

اس کتاب کا نام "اَلـذِّکْرُ الحَسِینُ فِی سِیْرَۃِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ" (صلے اللہ علیہ وسلم) رکھتا ہوں، اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں نہایت عاجزی سے التجا ہے کہ وہ میری اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر اپنے حبیب حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنائے اور مسلمانوں کے لیے نافع و مفید ثابت فرمائے۔ آمین ثم آمین

ناچیز محمد شفیع عفا اللہ عنہ

اوکاڑوی، حال کراچی پاکستان

فہرست کتاب ہذا

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ — تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی۔

قرآن پارہ ۶ رکوع

اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور پر نور شافع یوم النشور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صراحۃً نور فرمایا جیساکہ جمہور مفسرین متقدمین نے اپنی اپنی تفاسیر کے اندر تصریح فرمائی ہے کہ نور سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

کیوں کہ آیۂ کریمہ میں کتاب مبین کو بطور عطف لایا گیا ہے۔ اور اصل عطف میں یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہو۔ معلوم ہوا کہ نور اور کتاب مبین دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور جب تک کوئی تعذر یا استحالہ شرعی لازم نہ آئے اصل اور حقیقت سے عدول جائز نہیں ہے۔ چنانچہ ترجمان القرآن حبر الامۃ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (تفسیر ابن عباس ص ۲) — بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔

امام الکبیر علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِيْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ اَنَارَ اللّٰهُ بِهِ الْحَقَّ وَاَظْهَرَ بِهِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِهِ الشِّرْكَ (تفسیر ابن جریر) — تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی ۔۔۔ صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ نے اس نور سے حق کو روشن اور اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کو مٹایا۔

محی السنۃ علامہ علاء الدین علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قَدْ جَاۤءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِىْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَمَّاهُ اللّٰهُ نُوْرًا لِاَنَّهُ يُهْتَدٰى بِهٖ كَمَا يُهْتَدٰى بِالنُّوْرِ فِى الظَّلَامِ (تفسیر خازن ص ۱ــ۴)

تحقیق آیا تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اسلیے رکھا کہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیساکہ تاریکیوں میں نور سے راہ پائی جاتی ہے۔

امام علامہ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں

وَالنُّوْرُ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّهُ يُهْتَدٰى بِهٖ كَمَا سُمِّىَ سِرَاجًا (تفسیر مدارک ص ۴۱۷/۱)

اور نور، محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپکی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ جیساکہ آپکو سراج منیر فرمایا گیا ہے۔

امام المتکلمین علامہ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں

اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ وَبِالْكِتَابِ الْقُرْاٰنُ۔ (تفسیر کبیر ص ۳۹۵/۳)

بلاشبہ نور سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم، اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نور اور کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہی ہے، امام رازی رح اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

هٰذَا ضَعِيْفٌ لِاَنَّ الْعَطْفَ يُوْجِبُ الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوْفِ وَالْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ (تفسیر کبیر ص ۳۹۵/۳)

یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ عطف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ثابت کرتا ہے۔

امام جلال الملۃ والدین حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قَدْ جَاۤءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هُوَ نُوْرُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تحقیق آیا تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور وہ نور نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں

(تفسیر جلالین)

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ عَظِيْمٌ وَّهُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ ذَهَبَ قَتَادَةُ وَالزَّجَاجُ۔ (روح المعانی ص۹۷)

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور عظیم اور وہ نور انوار نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہی مسلک حضرت قتادہ اور زجاج کا ہے۔

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قِيْلَ الْمُرَادُ بِالْاَوَّلِ هُوَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالثَّانِي الْقُرْاٰنُ۔

کہا گیا ہے کہ اول (یعنی نور) سے مراد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی (یعنی کتاب مبین سے مراد قرآن ہے۔

اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ

سُمِّيَ الرَّسُوْلُ نُوْرًا لِاَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ اَظْهَرَهُ الْحَقُّ بِنُوْرِ قُدْرَتِهٖ مِنْ ظُلْمَةِ الْعَدَمِ كَانَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ۔

(تفسیر روح البیان ص۳۷۰ ج۵)

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نور رکھا کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اول ظاہر فرمایا، وہ نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہے جیساکہ آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا ہے۔

امام الجلیل محی السنۃ ابی محمد الحسین الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم

(تفسیر معالم التنزیل ص۳۱ حاشیہ خازن)

علامہ امام حافظ ابوالفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وَقَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْاٰنِ نُوْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا فَقَالَ تَعَالٰى قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ وَقَالَ تَعَالٰى

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کا نام نور اور سراج منیر رکھا جیساکہ فرمایا بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب اور فرمایا بیشک ہم نے

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا وَقَالَ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ أَنَّهٗ كَانَ لَا ظِلَّ لِشَخْصِهٖ فِيْ شَمْسٍ وَّ لَا قَمَرٍ لِأَنَّهٗ كَانَ نُوْرًا وَّ أَنَّ الذُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ عَلٰى جَسَدِهٖ وَلَا ثِيَابِهٖ (شفا شریف)

آپ کو بھیجا شاہد و مبشر و نذیر اور اللہ کی طرف اس حکم سے بلانے والا اور سراج منیر بنا کر اور بلا ش آپ کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں، کیوں آپ نور محض تھے، اور نہ ہی آپ کے جسم مقدس اور لباس اطہر پر مکھی بیٹھتی تھی۔

مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں

حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلے اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم است و نیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ترا شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند۔ پس اگر کسے را روشن کردن از انسانان محال بودے آں ذات پاک را ہم ایں امر میسر نیامدے کہ آں ذات پاک صلے اللہ علیہ وسلم از جملہ اولاد آدم علیہ السلام اند مگر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ذات خود را چناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتند و بہ تواتر ثابت شد کہ آں حضرت عالی سایہ نہ داشتند وظاہر است کہ بغیر نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔ (امداد السلوک صفحہ ۸۵)

کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی۔ نور سے مراد حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں بس اگر انسانوں میں سے کسی کو روشن کرنا محال ہوتا، تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے یہ امر میسر نہ ہوتا، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک، اگرچہ جملہ اولاد آدم علیہ السلام سے ہے مگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک کو ایسا مطہر فرمایا کہ نور خالص ہو گئے۔ اور تواتر سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ . اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ . نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ○

پارہ ۱۸ رکوع ۱۰

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے، روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے، اگرچہ اس کو آگ نہ لگے، نور پر نور ہے اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان فرمائی ہے۔ اللہ کا نور کیا ہے اور اس مثال کا مطلب کیا ہے

نور کے متعلق حضرت کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ بِالنُّوْرِ الثَّانِىْ هُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰى مَثَلُ نُوْرِہٖ اَىْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ۔ (شفا شریف صـ۱ـ)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَثَلُ نُوْرِہٖ میں نور ثانی سے مراد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں

اور مثال کے متعلق محی السنتہ علامہ علاء الدین علی بن محمد المعروف بالخازن فرماتے ہیں۔

وَقِيْلَ وَقَعَ هٰذَا التَّمْثِيْلُ لِنُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ اَخْبِرْنِىْ عَنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰى مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ قَالَ كَعْبٌ هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَہُ اللّٰہُ لِنَبِيِّہٖ

اور کہا گیا ہے یہ تمثیل نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے (چنانچہ) حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعب احبار سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ کا معنے مجھے بتاؤ! انھوں نے فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْمِشْكٰوةُ صَدْرُهٗ وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهٗ وَالْمِصْبَاحُ فِيْهِ النُّبُوَّةُ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ هِيَ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ يَكَادُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرُهٗ يَتَبَيَّنُ لِلنَّاسِ وَلَوْ لَمْ يَتَكَلَّمْ بِاَنَّهٗ نَبِيٌّ كَمَا يَكَادُ ذٰلِكَ الزَّيْتُ يُضِيْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ النَّارُ

(تفسیر خازن ص ۳۳۲/۳)

صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے تو مش[کوٰۃ]
(طاق) سے مراد آپ کا سینہ، اور زجاجہ (فانو[س])
سے مراد آپ کا قلب اور مصباح (چراغ) سے مراد [...]
جو نبوت کے مبارک شجر سے روشن ہے اور اس نور [...]
صلے اللہ علیہ وسلم کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپ [...]
نبی ہونے کا بیان نہ بھی فرمائیں تب بھی لوگو[ں ...]
ظاہر ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

اَلْمِشْكٰوةُ جَوْفُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهٗ وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِيْ جَعَلَهُ اللّٰهُ فِيْهِ لَا شَرْقِيَّةٌ وَّلَا غَرْبِيَّةٌ لَا يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِبْرَاهِيْمَ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ نُوْرُ قَلْبِ اِبْرَاهِيْمَ وَنُوْرُ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ طاق تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ اور فا[نوس]
قلب مبارک ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ نے [...]
میں رکھا ہے۔ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ یہو[دی]
نہ نصرانی۔ روشن ہے شجرۂ مبارکہ یعنی ابراہیم [...]
سے۔ نور بر نور ہے یعنی نور قلب ابراہیم بر نور قل[ب محمد]
صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

(تفسیر خازن ص ۳۳۲/۳)

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا ۔۔۔ تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا
(اعلحض[رت ...])

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○

(کفار) تو چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کا [نور]
بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا کرکے ہی رہے گا اگ[رچہ]
بُرا مانیں کافر

(قرآن پارہ ۱۰ رکوع ۱۰)

امام ابن ابی حاتم اپنی تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں

فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ یَقُوْلُ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّھْلِکُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں فرمایا کہ کفار چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کا نور بجھا دیں یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر دیں۔

(تفسیر در منثور ۲۳۱/۳)

قرآن کریم کی آیات اور تفسیری روایات سے صراحتًہ ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں اور اسی نور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے بلا واسطہ پیدا فرما کر مخلوقات کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَآءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُّوْرِہٖ فَجَعَلَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدُوْرُ بِالْقُدْرَۃِ حَیْثُ شَآءَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَّلَا قَلَمٌ وَّلَا جَنَّۃٌ وَّلَا نَارٌ وَّلَا مَلَکٌ وَّلَا سَمَآءٌ وَّلَآ اَرْضٌ وَّلَا شَمْسٌ وَّلَا قَمَرٌ وَّلَا جِنِّیٌّ وَّلَآ اِنْسِیٌّ فَلَمَّآ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَّمَ ذٰلِکَ النُّوْرَ اَرْبَعَۃَ اَجْزَآءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِیْ اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ

کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو خبر دیجیے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا ــــ ؟ (حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے) نے فرمایا اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح، نہ قلم، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ فرشتہ، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انس (کچھ بھی) نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا، تو اس نور کے چار حصے کیے، پہلے حصہ سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے

اَرْبَعَۃَ اَجْزَآءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ حَمَلَۃَ	پھر چار حصّے کر دیے، پہلے حصّے سے حاملین عرش
الْعَرْشِ وَمِنَ الثَّانِی الْکُرْسِیَّ وَمِنَ	دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی سب فرشتے پیدا کیے
الثَّالِثِ بَاقِی الْمَلٰئِکَۃِ ثُمَّ قَسَّمَ	اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیے پہلے حصّے سے
الرَّابِعَ اَرْبَعَۃَ اَجْزَآءٍ فَخَلَقَ مِنَ	(ساتوں) آسمان، دوسرے سے (ساتوں) زمینیں تیسرے
الْاَوَّلِ السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الثَّانِی الْاَرْضِیْنَ	سے جنت و دوزخ پیدا کیے، اور چوتھے حصّے کے
وَمِنَ الثَّالِثِ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ ثُمَّ قَسَّمَ	پھر چار حصّے کر دیے، پہلے حصّے سے (مومنوں کی)
الرَّابِعَ اَرْبَعَۃَ اَجْزَآءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ	آنکھوں کا نور، دوسرے سے ان کے دلوں کا نور،
نُوْرَ اَبْصَارِھِمْ وَمِنَ الثَّانِی نُوْرَ قُلُوْبِھِمْ	جس سے وہ اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں تیسرے سے
وَھِیَ الْمَعْرِفَۃُ بِاللّٰہِ وَمِنَ الثَّالِثِ نُوْرَ اُنْسِھِمْ	ان کے انس و محبت کا نور، اور وہ توحید ہے
وَھُوَ التَّوْحِیْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(مواھب اللدنیہ، زرقانی ص ۴۶/۱)

حدیث مذکور میں نورہٖ فرمایا اور نور کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا، صفاتی سے نہیں، ورنہ مِنْ نُوْرِ جَمَالِہٖ یا من نور علمہٖ وغیرہ ہوتا۔ اور اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ کے نور کا ٹکڑا یا حصّہ ہے۔ کیوں کہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغائرت شرط ہے۔ اور یہ اضافت تشریفی ہے جیسے رُوْحُ اللّٰہِ، بَیْتُ اللّٰہِ کہا جاتا ہے کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کے پتھر وغیرہ اللہ کی ذات کے ٹکڑے یا اجزا ہیں؟ یا عیسےٰ علیہ السلام اللہ کی روح کے ٹکڑے اور جز ہیں؟ ہرگز نہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ (قرآن)
پس جب میں اس (آدم) کو ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو اس کو سجدہ کرنا! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے پھونکا تو کیا آدم علیہ السلام کے اندر اللہ کی روح کا ٹکڑا جدا ہو کر داخل

ہوگیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ کیوں کہ اللہ کی روح ٹکڑے ہونے سے پاک ہے۔ اسی طرح نور بھی۔ توجس طرح اپنی روح سے پھونکا، اسی طرح اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ نہ روح ٹکڑے ہوئی، نہ نور ٹکڑے ہوا، وہ اللہ کی روح، تو یہ اللہ کا نور، غرض اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تبارک وتعالے نے سب سے پہلے اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، اور پھر اسی نور پاک سے تمام مخلوق پیدا فرمائی۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ (مدارج النبوت) کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے یعنی میرے ظہور کا سبب اللہ کا نور ہے، اور ساری مخلوق کے ظہور کا سبب میرا نور ہے، اللہ کا نور نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا اور میرا نور نہ ہوتا، تو مخلوق نہ ہوتی، ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو ۔۔۔ جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب میں اس حدیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقۃ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے، ان اشیاء کا نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے (نشر الطیب ص)

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

بداں کہ اول مخلوقات وواسطۂ صدور کائنات	جان لو کہ اول مخلوقات وواسطہ صدور کائنات و
وواسطۂ خلق عالم وآدم نور محمد است صلے اللہ	واسطہ تخلیق عالم وآدم نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے
علیہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ	چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ فرمایا، اللہ تعالےٰ نے
اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وسائر مکونات	سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا ہے اور باقی تمام
علوی وسفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ	مخلوقات علوی وسفلی اسی نور اور اسی جوہر پاک سے
وحدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ	پیدا ہوئی۔ اور حدیث کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ہے

نزد محققین و محدثین بصحت نہ رسیدہ حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ نیز گفتہ اند (مدارج النبوۃ ص۲)

محققین و محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے ایسے ہی وہ حدیث بھی صحت کو نہیں پہنچی جس میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے۔

حضرت ابن عباس و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟

قَالَ كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (ترمذی، بخاری، مشکوٰۃ ص۵۱۳ مستدرک حاکم بیہقی۔ احمد، ابونعیم طبرانی)

فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے۔ (یعنی انکے جسم میں ابھی روح نہیں پھونکی گئی تھی)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں علم الٰہی میں نبی تھا سو اُن کا یہ کہنا غلط ہے کیوں کہ اگر آپ کی یہ مراد ہوتی تو اس میں پھر آپ کی کیا تخصیص تھی۔ علم الٰہی میں تو تمام چیزیں آپ کے وجود سے بھی پہلے تھیں تو یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ آپ کی مراد یہ نہ تھی۔ اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت وصف ہے اور وصف و کمال وجود اور ذات کے تابع ہوا کرتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وصف ہو اور موصوف نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ آپ کا وجود آدم علیہ السلام سے پہلے تھا اور وہ وجود نوری تھا۔ چنانچہ

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نُوْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَةِ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ (زرقانی ص۴۹)

کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے حضور ایک نور تھا۔

مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے۔ زیادتی کی نہیں، پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جائے۔ (نشر الطیب صفحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمْ عُمِّرْتَ مِنَ السِّنِيْنَ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَدْرِيْ غَيْرَ أَنَّ كَوْكَبًا فِي الْحِجَابِ الرَّابِعِ يَظْهَرُ فِيْ كُلِّ سَبْعِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً رَأَيْتُهُ اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ أَلْفَ مَرَّةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جِبْرِيْلُ وَعِزَّةِ رَبِّيْ أَنَا ذَالِكَ الْكَوْكَب	کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تمھاری عمر کتنی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا خدا کی قسم میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا جس کو میں نے بہتّر ہزار مرتبہ دیکھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔

(جواہر البحار فی فضل النبی المختار بیروتی ص۷۷)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے پروردگار! تو نے میری کنیت ابو محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کس لیے رکھی ہے ــــ؟ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے آدم اپنا سر اُٹھاؤ!

فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَرَأَى نُوْرَ مُحَمَّدٍ فِيْ سُرَادِقِ الْعَرْشِ فَقَالَ يَا رَبِّ مَا هٰذَا النُّوْرُ قَالَ هٰذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهُ فِي السَّمَاءِ أَحْمَدُ وَفِي الْأَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا أَرْضًا۔	انہوں نے اپنا سر اُٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نور محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نظر آیا۔ عرض کیا اے میرے پروردگار یہ نور کیا ہے ارشاد ہوا یہ نور تمھاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمینوں میں محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا، تو میں نہ تمھیں اور نہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرتا۔

(زرقانی علی المواہب صفحہ ۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنَا اَوَّلُ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ	میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں،
وَاٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ	اور بعثت میں ان سب سے پچھلا ہوں!

(ابن ابی حاتم، دلائل النبوۃ خصائص کبرٰی ص۳)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے نبی بھی آپ اور سب سے پچھلے نبی بھی آپ ہیں یعنی صفت نبوت کی ابتدا بھی آپ سے ہوئی اور انتہا بھی آپ کی ہی ذات بابرکات پر ہوئی نہ آپ سے پہلے کوئی نبی تھا نہ بعد میں کوئی ہوگا۔

حدیث پہنچ کر ایک بات کہتا ہوں تیری شان میں ‏ ‏ دہر میں تیری ذات پر ختم ہوئی پیمبری

ان احادیث مبارکہ سے صراحتًا ثابت ہوا کہ باعث ایجاد دو عالم حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے۔ تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نیز ان احادیث میں غور و فکر کرنے سے آپ کی بشریتِ مطہرہ کا مسئلہ بھی بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے سب مسلمان جانتے ہیں کہ بشریت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی بشر نہ تھا مگر آپ تھے، اور کیا تھے؟ اس کے متعلق خود آپ کے ارشادات مبارکہ گزشتہ سطور میں مذکور ہو چکے ہیں کہ آپ نور تھے۔

ثابت ہوا کہ جس نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات سے پہلے پیدا کیا گیا تھا وہی نور تمام انبیاء کرام کے بعد بشریت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں جلوہ گر ہوا، بلاشبہ آپ بھی بشر ہیں مگر آپ کی بشریت مطہرہ بے مثل اور بشریت کے ہر عیب و نقص سے پاک اور مبرا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ خلق محمد صلے اللہ علیہ وسلم	جاننا چاہیے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش
در رنگ خلق عبائر افراد انسانی نیست	دوسرے انسانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد
بلکہ بخلقے ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد،	میں سے کوئی فرد بھی پیدائش میں اُن سے کسی طرح کی مناسبت نہیں رکھتا،

کراو صلے اللہ علیہ و سلم با وجود نشاء عنصری	کیوں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم باوجود نشاء عنصری کے
از نور حق جل وعلیٰ مخلوق گشتہ است کما قال	اللہ جلّ وعلیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں ۔ جیساکہ
علیہ الصلوٰۃ والسّلام خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ
مکتوبات شریف جلد سوم)	میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

برکات نور محمّدی (صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)

اللہ تبارک وتعالےٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو فرمایا کہ زمین سے ہر قسم کی سُرخ، سفید، سیاہ، کھاری، میٹھی، نرم، سخت، خشک، تر مٹی لاؤ! فرشتوں نے تعمیل کی۔ اسی مٹی سے پروردگار عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کا خوب صورت پُتلا بنایا، اور اس میں اپنی روح پھونکی۔ اور اپنے حبیب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نور انکی پشت میں بطور امانت رکھا جس کی وجہ سے اُن کی پیشانی آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکنے لگی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو!

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ	کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم جو فرشتوں کو
اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ جَبْہَۃِ	دیا گیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کی پیشانی میں
اٰدَمَ (تفسیر کبیر ص۳۱ ج۲ زیر آیت تلک الرسل فضلنا الآیۃ)	حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نور پاک تھا

معلوم ہوا کہ وہ تعظیم وتحیت درحقیقت نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی تھی۔ چنانچہ تمام نوری فرشتے اس نورِ اعظم کی تعظیم کے لیے جُھک گئے۔ اور مقبول ہوگئے۔ جو سب سے پہلے جھکا وہ سب کا سردار ہوگیا۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ ان کے درجات بلند ہوئے اور ابلیس انکار کرکے مردود ملعون ہوگیا اور اس کا عابد و زاہد اور موحد ہونا اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکا۔ ؎

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا — نور نے پایا ترے سجدے سے ماتھا نور کا

عارف کبیر سیدی ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں

عِیْسٰے وَاٰدَمُ وَالصُّدُوْرُ جَمِیْعُھُمْ ھُمْ اَعْیُنٌ ھُوَ نُوْرُھَا لِمَا وَرَادَ

آدم علیہ السلام سے لے کر عیسٰے علیہ السلام تک جتنے انبیاء کرام گزر چکے ہیں وہ سب آنکھیں ہیں اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان کا نور ہیں۔

لَوْ اَبْصَرَ الشَّیْطَانُ طَلْعَۃَ نُوْرِہٖ فِیْ وَجْہِ اٰدَمَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ سَجَدَ

(مواھب اللدنیہ وزرقانی ص ۶۳/۱)

اگر شیطان چشم بصیرت سے نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی چمک آدم کے چہرہ میں دیکھتا تو فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا معلوم ہوا کہ نور مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے چشم بصیرت کی ضرورت ہے۔ جن آنکھوں میں نور بصیرت نہیں، دیدار مصطفٰے ان کا حصہ نہیں۔

از فروغ تست روشن دین و دنیا ہر دو جا بر تو بادا از خدا صلوات یا بدر الدجٰے

دین و دنیا ہر دو مقام آپ ہی کے نور سے روشن ہیں اے بدر الدجیٰ آپ پر خدا کی بیشمار رحمتیں ہوں

مادر گیتی نہ زادہ چوں تو فرزند دگر دیدۂ عالم نہ دیدہ ہم چو تو حسن اللقا

دنیا نے آپ جیسا کوئی فرزند نہیں جنا ہے اور جہان کی آنکھ نے آپ جیسا حسین نہیں دیکھا ہے

کے ملک کردے بہ پیش آدم خاکی سجود نور تو در روے نہ بودے گر ودیعت اے ہدیٰ

اے سراپا ہدایت! اگر آپ کا نور مبارک آدم علیہ السلام کی پیشانی میں امانت رکھا جاتا تو فرشتے آدم خاکی کو کب سجدہ کرتے

از بہار لطف تو سرسبز باغ کائنات در نسیم فیض تو شاداب تر روض الصفا

آپ کے لطف و کرم کی بہار اور نسیم فیض ہی سے باغ کائنات سرسبز اور شاداب تر ہے۔

جن کے نور کے سبب سے حضرت آدم علیہ السلام مسجودیت ملائکہ کے مرتبے سے مشرف ہوئے وہی ان کی توبہ کے قبول ہونے کا باعث بنتے ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا اور وہ جنت سے باہر تشریف لے آئے تو تین سو برس منقول آزردہ رہے، اور ندامت کی وجہ سے سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا، اور پڑھتے رہے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا الآیہ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ	پھر سیکھ لیے آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمے
فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ	(جنکی وجہ سے) اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، بیشک وہ
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ (قرآن)	بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وہ کلمے کیا تھے؟ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ کلمے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا الآیہ تھے لیکن علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

قِيْلَ رَأٰى مَكْتُوْبًا عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ	کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پائے پر
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَتَشَفَّعَ بِهٖ وَاِذَا	"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا دیکھا تو اس نام کو
اُطْلِقَتِ الْكَلِمَةُ عَلٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ	شفیع بنایا (صاحب تفسیر فرماتے ہیں) کہ جب عیسےٰ علیہ السلام پر
فَلْتُطْلَقِ الْكَلِمَاتُ عَلَى الرُّوْحِ الْاَعْظَمِ	کلمے کا اطلاق ہوا ہے تو جو روح اعظم اور حبیب اکرم صلے
وَالْحَبِيْبِ الْاَكْرَمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اللہ علیہ وسلم ہیں ان پر کلمات کا اطلاق کیا گیا ہے۔ کیونکہ
فَمَا عِيْسٰى بَلْ وَمَا مُوْسٰى بَلْ وَمَا وَمَا	عیسےٰ اور موسےٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام
اِلَّا بَعْضٌ مِّنْ ظُهُوْرِ اَنْوَارِهٖ وَزَهْرَةٌ	سب اسی نور اعظم کے انوار اور اسی باغ کے
مِنْ رِيَاضِ اَنْوَارِهٖ (روح المعانی ص۲۱۷/۱)	پھول ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام
لَمَّا اعْتَرَفَ اٰدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَا رَبِّ	سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انھوں نے عرض کیا اے
اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا مَا غَفَرْتَ لِيْ	میرے رب میں تجھ سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے
فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اٰدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا	سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا
وَلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لِاَنَّكَ لَمَّا	اے آدم تو نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟
خَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُّوْحِكَ	ابھی تو میں نے ان کو (جسماً) پیدا نہیں کیا، انہوں نے
رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَاَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ	عرض کیا اے میرے پروردگار جب تو نے مجھ کو اپنے

مَكْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِكَ اِلَّا
اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْكَ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی
صَدَقْتَ یَا اٰدَمُ اَنَّہٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ
وَاِذْ سَاَلْتَنِیْ بِحَقِّہٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ
وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ
(بیہقی طبرانی، زرقانی علی المواہب ص۶۲
در منثور، المستدرک حاکم ص۶۱۵ ج۲)

ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو
میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور عرش کے ستونوں پر لکھا
ہوا دیکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
پس میں نے جان لیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے
ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا، بے شک
وہ ساری مخلوق سے زیادہ مجھے محبوب ہیں، اور جب
تو نے ان کے وسیلے سے بخشش چاہی تو میں نے
تجھ کو بخش دیا، اور اگر وہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجیّنا

علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی المصری روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یَا اٰدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ
فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاكَ
(زرقانی علی المواہب ص۶۲ ج۱)

اے آدم! اگر تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا نام لے کر
تمام اہل سموات اور اہل ارض کی شفاعت کرتے
تو ہم تمہاری شفاعت قبول کرتے۔

حضرت خریم بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینۂ منورہ تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) میں چاہتا ہوں کہ آپ کی مدح (میں چند اشعار پیش) کروں۔ فرمایا قُلْ لَا یُفْضِضِ اللّٰہُ فَاكَ ہاں کہو! اللہ تمہارے منہ کو سالم رکھے، انھوں نے کہا۔

وَمِنْ قَبْلِہَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِیْ
مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یُخْصَفُ الْوَرَقُ

یارسول اللہ آپ زمین پر تشریف لانے سے پہلے جنت کے سایوں میں خوش حالی اور ودیعت گاہ یعنی صلب آدم علیہ السلام میں تھے، جب کہ وہ جنت میں تھے، جہاں وہ درختوں کے پتے نیچے اوپر جوڑ کر اپنا جسم ڈھانکتے تھے۔

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ   أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

پھر آپ نے بلاد یعنی زمین کی طرف نزول فرمایا (یہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر آنے کی طرف اشارہ ہے) کیونکہ آپ ان کے صلب میں پوشیدہ تھے۔ اس وقت آپ نہ بشر، نہ مضغہ اور نہ علق تھے۔

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ   أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ (صلب آباء میں بصورت) مادۂ اَبْ تھے (کہ وہی مادہ) کشتی نوح علیہ السلام میں سوار تھا جس کی برکت سے وہ تیر رہی تھی اور نسر بت اور اس کے ماننے والے غرق ہو رہے تھے۔

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ   إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

اسی طرح آپ پاک صلبوں اور پاک رحموں میں یکے بعد دیگرے مختلف طبقات میں منتقل ہوتے رہے۔

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُسْتَتِرًا   فِيْ صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

یہاں تک کہ آپ نے نار خلیل علیہ السلام میں ورود فرمایا۔ چونکہ آپ کا نور ان کے صلب میں پوشیدہ تھا تو وہ کیسے جل سکتے تھے؟

حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ   خِنْدِفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کے خاندان (جو کہ خندف کی اولاد ہیں) کو وہ شرف اور بلند مقام حاصل ہوا کہ دوسرے لوگ سب ان کے نیچے ہیں۔

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْ   أَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ

اور جب آپ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کے نور سے زمین روشن ہوگئی اور آفاق منور ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي   النُّوْرِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

سو ہم اسی ضیا اور اسی نور میں رشد و ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

(حاکم، طبرانی، مواھب اللدنیہ خصائص کبریٰ ج ۱)

ف حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کو سن کر سکوت فرمایا لہٰذا حدیث تقریری سے ان اشعار کے مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہوگیا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں کشتی نوح میں، نار خلیل میں ہونا وجود بشریہ سے پہلے یہ سب حالات و برکات آپ کے نور پاک کے ہیں۔

سراج الامہ امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ ۔۔۔ كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاكَ

یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ وہ ذات ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی مخلوق پیدا کی جاتی۔

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِكَ الْبَدْرُ اكْتَسٰا ۔۔۔ وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَ

اور وہ نور اعظم ہیں کہ چاند آپ ہی کے نور سے روشن، اور سورج کی چمک بھی آپ کے ہی نور سے ہے۔

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ ۔۔۔ مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ اَبَاكَ

آپ وہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب آپ کا توسّل پکڑا تو وہ اپنی مراد کو پہنچے، حالانکہ بظاہر وہ آپکے باپ ہیں

وَبِكَ الْخَلِیْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ ۔۔۔ بَرْدًا وَّقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَ

اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر آپ ہی کے نور کے سبب سے آگ گلزار ہوگئی تھی۔

وَدَعَاكَ اَیُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّهٗ ۔۔۔ فَاُزِیْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِیْنَ دَعَاكَ

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف و مصائب میں آپ ہی کو پکارا، تو اس پکارنے سے ان کی تکلیف و مصیبت دور ہوگئی۔

وَبِكَ الْمَسِیْحُ اَتٰی بَشِیْرًا مُّخْبِرًا ۔۔۔ بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحًا لِعُلَاكَ

اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام آپ ہی کی آمد کی خبر دیتے اور آپ کی صفات حسنہ کا بیان اور آپکی مدح سرائی کرتے ہوئے تشریف لائے (مجموعہ القصائد مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۲)

مقبول بارگاہ سید المرسلین امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ ۔۔۔ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سمندر میں سے بقدر ایک چلو کے یا آپکے فیض کی لگاتار بارشوں سے بقدر

ایک گھونٹ کے طالب ہیں۔

وَکُلُّ اٰیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا   فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمٖ

اور ہر معجزہ و کمال جس کو رسولان کرام لائے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ و کمال ان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے حاصل ہوا ہے۔ اس لیے کہ

فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا   یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب فضل و کمال ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے ستارے ہیں جو اسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لیے تاریکیوں میں ظاہر کرتے رہے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنے زمانے میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیت و روحانیت ہی سے مستفید ہوتے رہے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حال آں کہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا۔ اور جب سورج طلوع ہو جاتا ہے تو سب روشنیاں اس نور اعظم میں مدغم ہو جاتی ہیں، اور وہ نور اعظم سب روشنیوں پر غالب آجاتا ہے پھر کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی واسطے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی اور نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے۔ ؎

اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع   تو نے ہی اسے مطلع انوار بنایا

بنیادِ مکہ

اللہ کے برگزیدہ اور جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ننانوے سال کی
عمر میں اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کر رہے ہیں

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ پروردگار! مجھے نیک بیٹا عطا فرما!

کارسازِ حقیقی نے اس التجا کو سُنا، اور شرف قبولیت بخشتے ہوئے فرمایا

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ تو ہم نے ابراہیم کو ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی

تمنائے خلیل برآئی۔ صاحب صبر و تحمل پیدا ہوئے ان کا نام رکھا گیا اسمٰعیل (علیہ السلام) اصل میں تھ
اشموئیل معرب ہو کر اسمعیل ہو گیا۔ اور بقول بعض اسمعیل دو لفظوں سے مرکب ہے "سمع" او
"ایل" سمع کے معنی سُننے کے اور "ایل" کے معنی خدا کے ہیں یعنی خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلا
کی دُعا و التجا سُن لی۔

حسن و جمال کا یہ ننھا سا پیکر باپ کی شفقت و محبت کا مرکز بن گیا حضرت ابراہیم
علیہ السّلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے بہت پیار
محبت فرماتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی حضرت سارہ علیہا السلام جن کے
ہاں کوئی اولاد نہ تھی اُنھیں اس سے رشک پیدا ہوا اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ک
کہ آپ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو میرے پاس نہ رکھیے بلکہ ان کے رہنے کے لیے کوئی اور جگہ تجویز
فرمائیے۔ در اصل حکمت خداوندی نے یہ ایک سبب پیدا فرمایا تھا۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام
اس بارے میں حکم خداوندی کا انتظار فرمانے لگے۔ بارگاہ احکم الحاکمین سے حکم ہوا کہ آپ حضرت ہاجرہ
اور اسمٰعیل کو فلاں میدان میں لے جا کر چھوڑ آئیں۔

چنانچہ آپ ان دونوں کو ساتھ لے کر شام سے چلتے ہوئے۔ سرزمینِ حرم میں جہاں بعد مکہ مکرمہ پہنچ

اور ان کو وہیں چھوڑ کر بغیر گفتگو کیے واپس ہو گئے، اس وقت وہاں کوئی آبادی وغیرہ نہ تھی بلکہ ایک چٹیل میدان تھا حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے عرض کیا کہ آپ ہمیں اس جنگل میں تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ کیا بات ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور نہ ہی انکی طرف مڑ کر دیکھا حضرت ہاجرہ نے چند مرتبہ یہی عرض کیا، جب کوئی جواب نہ پایا تو کہا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنیکا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت ہاجرہ علیہا السلام یہ سن کر چپ ہو گئیں حکم خداوندی کے سامنے دم نہ مارا، اور صبر و شکر کے ساتھ وہیں بیٹھ گئیں، اور فرمایا اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے، کچھ دور جا کر بارگاہ رب العزت میں دعا کی

رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ	پروردگار عالم! میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ اولاد کو
غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ	ایسے میدان میں جہاں پیداوار و ہریالی نہیں ہوتی تیرے
رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً	محترم گھر کے پاس بسا دیا ہے اسلئے کہ وہ نماز قائم رکھیں،
مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ	تو (اے مولا) تو کچھ لوگوں کے دل انکی طرف جھکا دے،
مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ○	اور انھیں پھلوں میں سے کھانے کو دے تاکہ وہ تیرا شکر کریں،

لاکھوں درود و سلام ہوں اس خلیل اللہ پر جو محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنی محبوب بیوی اور اس پیارے بیٹے جس کو دعائیں کر کے حاصل کیا تھا جنگل بیابان میں جہاں کوئی خورد و نوش اور رہائش وغیرہ کا انتظام نہ تھا، تنہا چھوڑ کر چل دیے اور ہزاروں رحمتیں ہوں اس مقدس خاتون پر جس نے حکم الٰہی کے سامنے سر جھکا دیا اور بھوکا پیاسا جنگل بیابان میں بے انیس و رفیق شیرخوار بچے کے ساتھ رہنا گوارا کر لیا۔ بلاشبہ اللہ کے مقبول اور پیارے بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔

آج کل کے دور کے نکتہ چیں لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام میں زباں درازی کرتے ہیں اور ہر چیز کو اپنی ناقص عقل کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ جو چیز انکی عقل کے زاویے میں آ گئی وہ ٹھیک، اور جو نہ آئی وہ غلط، وہ اس رضا و محبت کے مقام کی حقیقتوں کو کیا جانیں؟ اے کاش! ہم لوگ اس سے سبق حاصل کریں کہ بندے کا کام اپنے آقا و مولا کے حکم کے آگے

حیل و حجت نہیں، بلکہ نیاز مندی کے ساتھ سرتسلیم خم کرنا ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کچھ وقت گزارا آخر بھوک اور پیاس نے غلبہ کیا۔ شدت پیاس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا حلق اور زبان خشک ہوگئی۔ حضرت ہاجرہ کے لیے بچے کی یہ حالت ناقابل برداشت تھی، بچے کو وہیں لٹایا اور پانی کی جستجو میں اُٹھیں۔ قریب ہی صفا اور مروہ دو پہاڑیاں تھیں ان پر چڑھ کر چاروں طرف کوئی آبادی یا قافلہ یا چشمہ کو دیکھنے لگیں کہ کسی طرح پانی ہاتھ لگے۔ پہاڑیوں کے اوپر سے حضرت اسمٰعیل نظر آتے لیکن جب دونوں پہاڑیوں کے درمیان نشیب میں آتیں، تو وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ پھر آپ دوڑ کر اس نشیبی فاصلہ کو طے کرتیں تاکہ وہ زیادہ دیر نظروں سے اوجھل نہ رہیں اور کوئی جیران کو صدمہ نہ پہنچائے۔ چنانچہ سات مرتبہ پانی کی جستجو میں آپ صفا و مروہ پر گئیں اور ان کے درمیان دوڑیں مگر پانی نہ ملا اور حضرت اسمٰعیلؑ نے شدت پیاس سے جب اپنی ایڑیاں زمین پر ماریں تو قدرت الٰہی سے ایک چشمہ جاری ہوگیا۔

حضرت ہاجرہ جب واپس آئیں تو چشمے کو جاری پاکر بہت خوش ہوئیں، بچے کو پلایا، خود پیا چوں کہ وہ پانی زمین سے نکل کر زمین پر پھیلتا جا رہا تھا اس لیے آپ نے اس کے چاروں طرف مٹی کی ایک دیوار بناتے ہوئے فرمایا "زم زم" آپ کی زبان میں اس کے معنی ہیں "ٹھہر ٹھہر" وہ ٹھہر گیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت ہو ہاجرہ پر اگر وہ زم زم نہ فرماتیں، تو پانی زمین پر پھیل جاتا۔

فائدہ! ایام حج میں جو حاجیوں کو سات مرتبہ صفا و مروہ کے درمیان چلنے اور دوڑنے کا حکم ہے وہ اسی واقعے کی یادگار اور حضرت ہاجرہ کی نقل ہے چونکہ ان کا دوڑنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوا لہٰذا قیامت تک کے حجاج کے لیے قانون بن گیا کہ اسی طرح دوڑو تمہاری بخشش ہو جائے گی معلوم ہوا محبوبان خدا اور مقبولان الٰہی کی اتباع و اطاعت اور ان کی اداؤں کی نقل بخشش کا باعث ہے،

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ — بیشک صفا و مروہ (دونوں پہاڑیاں) شعائر اللہ میں سے ہیں،

اور یہ پہاڑیاں شعائر اللہ میں سے کیوں ہوئیں اس لیے کہ حضرت ہاجرہ کے ان پر قدم آئے اور شعائر اللہ کی تعظیم کرنا دل کے پاک ہونے کی علامت ہے کما قال اللہ تعالے وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ معلوم ہوا جہاں مقبولان الٰہی کے قدم آجائیں وہ جگہ بھی قابل تعظیم ہو جاتی ہے، اور اس کی تعظیم کرنا دل کے پاک ہونے کی دلیل و علامت ہے اسی لیے بزرگان دین کی قبروں کا ادب و احترام کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ ان قبروں میں آرام فرما ہوتے ہیں کچھ دنوں کے بعد قبیلۂ جرہم کے خانہ بدوش لوگ وہاں سے گزرے اور پانی کا چشمہ دیکھ کر ٹھہر گئے، اور انھوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں بسنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اس شرط پر اجازت دی کہ اس پانی پر تمھارا کوئی حق نہ ہوگا، انھوں نے اس شرط کو منظور کر لیا اور وہیں رہنے لگے، اسطرح وہیں ایک بستی آباد ہو گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام گاہے بگاہے ملک شام سے تشریف لاتے اور اپنی رفیقۂ حیات اور نور نظر کو دیکھ جاتے۔ اہل بستی ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے اور آپ ان کے لیے دعاء خیر فرماتے، جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر سات اور بقول بعض تیرہ سال کی ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متواتر تین رات خواب دیکھنے کے بعد فرمایا۔

یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ۔ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔

پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ تو (اسمیں) کیا دیکھتا ہے؟ (یعنی تیری رائے کیا ہے؟) عرض کیا ابا جان جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے کر دیجیے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ پس جب دونوں حکم الٰہی کے سامنے جھک گئے، اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا (اور چھری پھیری) تو ہم نے پکارا ابراہیم کو کہ اے ابراہیم بیشک تونے سچا کر دکھایا خواب کو

ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک یہ ایک روشن امتحان تھا، اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ (قربانی) دے کر اس کو بچالیا۔ اور چھوڑا اس (قربانی) کو پچھلے لوگوں میں سلام ہو ابراہیم (علیہ السلام) پر

ان آیتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام رضا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مقام صبر و تحمل کا حال خوب واضح ہوتا ہے کہ باپ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے پیارے بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کے لیے، اور بیٹا گلا کٹانے کے لیے تیار ہو گیا۔ آخر جب دونوں اس فرض رضا و محبت کو ادا کرنے کے لیے تیار ہوئے اور باپ نے محبوب بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی تو وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرَاھِیْمُ کے تیور دیکھئے کیسے ہیں؟ اللہ فرماتا ہے کہ ہم پکار اٹھے بس بس رہنے دو یہ تو امتحان کیا تھا، ورنہ کسی کا گلا کٹوانا منظور نہ تھا۔ اگرچہ چھری نے ان کے حکم سے نہیں کاٹا مگر ان کی طرف سے صبر و رضا کی انتہا ہو گئی۔ ؎

پسر خلیل کی سیکھ ادا کہ ذبح ہونے کی ہو آرزو   چھری رُکے تو رکے مگر نہ سر کنے پائے ترا گلا

قربانی

مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو قربانی کا حکم دیا گیا۔ فرمایا

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ   اے محبوب اپنے رب کیلئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

(قرآن کریم سورۂ کوثر)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا

سُنَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمُ یہ تمہارے باپ ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَامُ) کی سنت ہے!

انہوں نے عرض کیا اس میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے؟ فرمایا (قربانی کے) ہر بال کے بدلے نیکی (اپنے ماہر)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا

مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا۔ (ترمذی وابن ماجہ۔ مشکوٰۃ ص۱۲۸)

یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے نزدیک مقام قبولیت میں پہنچ جاتا ہے لہذا اسکو خوشدلی سے کرو!

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ کَانَ لَہٗ وَسْعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ (ابن ماجہ)

جس میں وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۱۲۹)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس برس رہے اور آپ ہر سال قربانی کرتے تھے۔

ضرورت قربانی

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جس دور میں مبعوث ہوئے تھے، وہ دور بہت ہی زیادہ تاریک دور تھا ملت ابراہیمی تعلیم ابراہیمی کو بھلا کر کفر و شرک کی تاریکیوں میں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ ایک خدا کے بجائے ہزاروں خداؤں کی پوجا ہوتی تھی اور عبادت و پرستش کے جتنے طریقے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تھے وہ سب باطل خداؤں اور بتوں کے لیے مخصوص ہو چکے تھے۔ جن میں بتوں کے لیے سجدہ کرنا اور جانور ذبح کرنا خاص طور پر نمایاں تھا۔

دین اسلام جس کی بنیاد خالص توحید پر تھی اور جس کا مقصد تعلیم ابراہیمی کو اجاگر کرنا تھا
شرک کو بیخ و بُن سے اکھاڑے بغیر قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کی صورت یہی ہو سکتی تھی کہ ہر قسم کی
عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کر دی جاتی۔ اسی حکمت کے پیش نظر سجدہ کرنا یعنی نماز پڑھنا، اور جانور کو
معبودان باطلہ کے نام پر ذبح کرنے کی بجائے معبود برحق اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کیا گیا۔

غور فرمایئے سنن و نوافل اور وتر وغیرہ ہر شخص الگ الگ پڑھ لیتا ہے مگر عیدین، جمعہ اور
جماعت سب مل کر ادا کرتے ہیں بالکل اسی طرح قربانی کا حال ہے کہ ہر شخص جب بھی کوئی جانور اپنی
ذاتی ضروریات یا مذہبی حاجت کی بنا پر ذبح کرے وہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے مگر ایام
قربانی میں تمام امت مسلمہ اجتماعی صورت میں یہ عبادت بجالائے تاکہ اس کے ساتھ حضرت ابراہیم و
حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی یادگار قائم رہے اور ان کا وہ عظیم الشان کارنامہ جو انھوں نے محض
رضائے الٰہی کی خاطر انجام دیا تھا مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بنے اور وہ اس سے سبق و عبرت
حاصل کریں اور حضرت خلیل و ذبیح علیہما السلام کی اتباع میں خدا کے لیے اس کی راہ میں بڑی سے
بڑی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔

ثابت ہوا کہ جس طرح نماز باجماعت، جمعہ، عیدین وغیرہ ضروریات دین ہیں اسی طرح
قربانی بھی۔ لہٰذا قربانی کا انکار یا اسے غیر ضروری سمجھنا گمراہی و بے دینی و دلیل عدم تفقہ ہے۔
اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم

جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو بستی کا ہر آدمی آپ کے تقوے و طہارت اور
شرافت و دیانت کا اعتراف کرنے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ظاہر ہوا اور لوگوں کے
دل آپ کی طرف مائل ہوئے۔ قبیلہ جرہم کے لوگ آپ کی بہت قدر کرتے یہاں تک کہ سردار قبیلہ
مضاض بن عمرو نے اپنے لیے فخر سمجھتے ہوئے اپنی بیٹی رحلہ کا رشتہ آپ کو پیش کیا۔ آپ نے
منظور فرمایا اور شادی ہو گئی۔ شادی کے چند دنوں بعد آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کا
انتقال ہو گیا۔

ادھر کچھ عرصے کے بعد حضرت سارہ کا بھی انتقال ہوگیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مکہ ہی میں تشریف لے آئے چند دنوں کے قیام کے بعد اللہ کی طرف سے آپ کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا چنانچہ آپ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا بیٹا مجھے یہاں خانہ کعبہ تعمیر کرنے کا حکم ہوا ہے لہٰذا اس سلسلہ میں تم میرے ساتھ تعاون کرو تاکہ یہ گھر تعمیر ہو جائے۔ سعادت مند بیٹے نے اس شرکت کو اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتے ہوئے اس حکم کو بسر و چشم قبول کیا اور ہر طرح کے تعاون کے لیے تیار ہو گئے۔

بیت اللہ شریف دنیا میں یہ سب سے پہلا گھر ہے جو سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ نے جنت سے تشریف لاکر تعمیر کیا۔ پروردگارِ عالم نے اس گھر کو ظاہری و باطنی برکات اور انوار و تجلیات سے معمور فرما کر سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ ٹھیرایا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ	بلاشبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے
مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۔ فِيهِ آيَاتٌ	جو مکہ میں ہے (اور یہ گھر) تمام جہان کیلیے بابرکت اور
بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۔ وَمَن دَخَلَهُ	ہدایت (کا سرچشمہ) ہے۔ اس میں روشن نشانیاں اور
كَانَ آمِنًا (قرآن کریم) (۴)	مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک یہ گھر اسی طرح رہا، لوگ اس کا طواف کرتے اور اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ جب آپ کی دعا سے طوفان آیا تو یہ ایک ٹیلہ سا بن کر رہ گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے تک اسی طرح رہا۔ جب حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل علیہما السلام کے تشریف لانے سے یہاں آبادی ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس کو پھر تعمیر کرو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر اسکو تعمیر کرنا شروع کر دیا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ. وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے (یہ کہتے ہوئے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہمارا یہ عمل قبول فرما بلاشبہ تو (دعاؤں کا) سُننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت ایسی پیدا فرما! جو تیری فرماں بردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت (حج) کے طریقے بتا اور ہم پر (اپنی رحمت کیساتھ) رجوع فرما! بلاشبہ تو ہی تواب، اور بہت رحم فرمانے والا ہے، اے ہمارے رب ان ہی (امت مسلمہ) میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو ان ہی میں سے ہو اور انھیں تیری آیتیں پڑھ کر سُنائے اور کتاب و حکمت (سُنّت) کی تعلیم دے اور انھیں پاک کرے۔ بے شک تو ہی غالب حکمتوں والا ہے۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت اللہ تعالےٰ سے جس اُولوالعزم رسول کے مبعوث ہونے کی دعا کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ پروردگار عالم وہ عظمت و شان والا رسول ہماری اولاد اور جماعت مسلمہ میں سے ہو یعنی ہمارے ہی چمن کا پھول ہو جس کی خوشبو سے باغ خلیل مہکتا رہے اور خلیل و ذبیح کا تعمیر کیا ہوا بیت اللہ شریف آباد رہے۔

تمام امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ ان دونوں حضرات کی اولاد میں سوائے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں ہوا، لہذا ثابت ہوا کہ خلیل و ذبیح کی دعا، آپ ہی کے متعلق تھی، تمنائے خلیل اور آرزوئے اسمٰعیل آپ ہی ہیں

جانِ اسماعیل بر رویش فدا ‏ (اعلیٰ حضرت) ‏ از دعا گویاں خلیل مجتبےٰ
گشت موسےٰ و مُطوی جو یانِ او ‏ ہست عیسےٰ از ہوا خواہانِ او

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى میں دعائے خلیل اور بشارت عیسےٰ (علیہما السلام) ہوں

(مشکوٰۃ)

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اصل کائنات اور باعث ایجاد دو عالم ہیں، باقی ہمہ مخلوقات آپ کے طفیل ہے۔ ؏ مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل۔

کیا خلیل اور کیا کلیم تمام انبیا علیہم السلام اسی شجر نبوت کے حسین پھول اور اسی نور کے انوار ہیں اگرچہ بظاہر آپ خلیل و ذبیح کی اولاد ہیں مگر حقیقت میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کی معنوی اولاد اور ان کے تمام کمالات، آپ کے کمالات کا ظل اور عکس ہیں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ، اور اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی دعا، کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار عالم کعبہ کی تعمیر تو ہم نے کردی ہے مگر اس کو آباد کرنے والا، اور قیامت تک اس کی عظمت وشان کا لوگوں کے دلوں میں سکہ بٹھانے والا وہ رسول جس کے دم قدم کی ساری بہار ہے مبعوث فرما!

حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہی خانہ کعبہ جسکو پروردگار عالم نے سرچشمہ ہدایت بنایا ہے، لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے بت خانہ بنادیں گے اور پتھر کی مورتیاں لاکر اس میں رکھیں گے، اور ان کو معبود قرار دے کر ان کی پوجا کریں گے، اور شرک وکفر کی نجاستوں سے آلودہ ہوجائیں گے۔ اس وقت وہ رسول ہی ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے گا۔ اور کتاب و حکمت کی تعلیم سے ان کی جہالت کو دور کرے گا اور نظر رحمت فرما کر ان کے ظاہر و باطن کو پاک اور صاف کردے گا اور ان کے دلوں سے مورتیوں کی محبت نکال کر اللہ کی محبت پیدا کرے گا۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریف لاکر بیت اللہ شریف کو ہمیشہ کے لیے بتوں سے پاک کردیا اور اس کی عظمت وشان کو چار چاند لگا دیے۔ اور وہ لوگ جو ہر لحاظ سے پستیوں کا شکار ہوچکے تھے۔ علم وعرفان اور اعمال واخلاق کی بلندیوں پر متمکن ہوئے۔

ارشاد ہوتا ہے:-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ	البتہ تحقیق اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا جب کہ
فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ	ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ	آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں
وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ	کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اور وہ یقیناً اس سے
لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (۱۶۴)	پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

الغرض مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کے تعمیر ہو جانے سے اس کی عظمت و شان کا چرچا ہوا اور اس کی برکت اور کشش سے آبادی بڑھنی شروع ہو گئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ لڑکے پیدا ہوئے، آگے چل کر ان سے آپ کی اولاد کا سلسلہ بھی پھیلا۔

چنانچہ کعبۂ معظمہ کی تولیت بدستور آپ کی اولاد میں ہی رہی۔ اگرچہ درمیان میں کچھ عرصے تک قبیلۂ جرہم اور قبیلۂ خزاعہ کا بھی قبضہ رہا ہے۔ آپ کی اولاد میں تقریباً چالیس پشتوں کے بعد حضرت عدنان، اور حضرت عدنان سے بیس پشتوں کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم آتے ہیں۔ گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تقریباً ساٹھ پشتیں ہیں۔
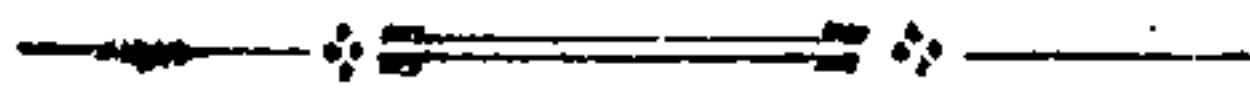
حسب ونسب

حضور صلے اللہ علیہ وسلم حسب ونسب میں اشرف واکرم اور احسن واطیب ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتا تھا۔

فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ اَلْقٰی ذٰلِکَ النُّوْرَ فِیْ صُلْبِہٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَهْبَطَنِیَ اللّٰہُ اِلَی الْاَرْضِ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ وَقَذَفَ بِیْ فِیْ صُلْبِ اِبْرَاهِیْمَ ثُمَّ لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْکَرِیْمَۃِ وَالْاَرْحَامِ الطَّاهِرَۃِ حَتّٰی اَخْرَجَنِیْ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیَّ لَمْ یَلْتَقِیَا عَلٰی سِفَاحٍ قَطُّ

(ابو نعیم، ابن ابی عمر، مواہب اللدنیہ خصائص کبریٰ ص ۳۹)

پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اسی نور کو ان کے صلب میں رکھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم میں رکھ کر زمین پر اُتارا۔ اور مجھے صلب نوح اور صلب ابراہیم علیہما السلام میں پہنچایا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے والدین سے نکالا۔ آدم علیہ السلام سے لیکر میرے والدین تک کوئی زانی نہیں ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قَرَءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ بِفَتْحِ الْفَاءِ وَقَالَ اَنَا اَنْفَسُکُمْ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّحَسَبًا لَیْسَ فِیْ اٰبَائِیْ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ سِفَاحٌ کُلُّنَا نِکَاحٌ (ابن مردویہ ابن عساکر خصائص کبریٰ ص ۳۹)

کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے لقد جاءکم رسول من انفسکم فاکے زبر سے پڑھا اور فرمایا کہ میں حسب ونسب اور صہر میں تم سب سے نفیس ترین ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لیکر میرے آباؤ اجداد تک کوئی زانی نہیں ہوا سب نے نکاح کیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا۔

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَخَیْرُھُمْ بَیْتًا۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۱۳)

میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق یعنی انسانوں میں سے کیا۔ پھر انسانوں میں دو گروہ عرب و عجم بنائے اور مجھے بہتر گروہ عرب میں سے کیا پھر عرب کے چند قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ قریش میں سے کیا۔ پھر قریش کے چند خاندان بنائے تو مجھے سب سے اچھے خاندان بنی ہاشم میں سے کیا۔ پس میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب سے اچھا ہوں،

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا

یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِّنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ (ترمذی مشکوٰۃ مسلم ص۵۱۱)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو برگزیدہ کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قَالَ جِبْرِیْلُ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُّحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَلَمْ اَرَ بَنِیْ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ (دیلمی، زرقانی)

جبریل امین نے کہا کہ میں نے تمام مشارق و مغارب میں پھر کر دیکھا کوئی شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل نظر نہیں آیا، اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھنے میں آیا۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

آباء و اجداد

سیدنا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدن بن عدنان ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنا نسب بیان
کَانَ اِذَا انْتَسَبَ لَمْ یُجَاوِزْ	فرماتے تو معد بن عدنان سے آگے نہ بڑھتے
مَعَدَّ بْنِ عَدْنَانَ ثُمَّ یُمْسِکُ	اور فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے معد
وَیَقُوْلُ کَذَبَ النَّسَّابُوْنَ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا	بن عدنان سے آگے جو بیان کیا ہے وہ غلط ہے
(زرقانی علے المواہب ص۴۹ طبقات ابن سعد ج۱ ص۲۸)	اور یہ دو یا تین بار فرماتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّہٗ قَالَ اِنَّمَا یَنْتَسِبُ اِلٰی عَدْنَانَ	کہ نسب جو صحیح بیان کیا جا سکتا ہے وہ عدنان تک ہے
وَمَا فَوْقَ ذَالِکَ لَا یُدْرٰی مَا ھُوَ؟	اور اس کے اوپر صحیح طور پر معلوم نہیں کہ وہ کون ہے اور
(زرقانی علے المواہب ص۴۹)	اس کا نام کیا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

بَیْنَ عَدْنَانَ وَاِسْمَاعِیْلَ ثَلٰثُوْنَ اٰبًا لَا یُعْرَفُوْنَ	کہ عدنان اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان
(زرقانی علے المواہب ص۴۹ طبقات ابن سعد ص۲۸)	تیس پشتیں ہیں جو پہچانی نہیں جاتیں[1]

---

[1] چالیس اور اکتالیس کی روایات بھی ہیں (زرقانی ص۴۹)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے کسی نے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتا ہو۔

فَکَرِہَ ذَالِکَ وَقَالَ مَنْ اَخْبَرَہٗ بِذَالِکَ ؟ (زرقانی علی المواھب ص۷۹)

تو انھوں نے اس بات کو مکروہ سمجھا اور فرمایا اس کو کس نے اس کی خبر دی ہے ؟

اور ان ہی سے روایت ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کیا جائے۔

فَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ لَنَا الْاِعْرَاضُ عَمَّا فَوْقَ عَدْنَانَ لِمَا فِیْہِ مِنَ التَّخْلِیْطِ وَالتَّغْیِیْرِ لِلْاَلْفَاظِ وَعواصت تِلْکَ الْاَسْمَآءِ مَعَ قِلَّۃِ الْفَائِدَۃِ (زرقانی علی المواہب ص۷۸، الاستیعاب، مدارج النبوۃ)

ہمارے لیے یہی مناسب ہے کہ ہم عدنان سے تجاوز کرنے سے اعراض کریں اس لیے کہ عدنان سے اوپر کے ناموں میں تخلیط و تغیر ہو گئی ہے۔ اور ان اسماء (کی صحیح معرفت) میں دشواری زیادہ اور فائدہ تھوڑا ہے۔

عدنان سے اوپر کے ناموں میں چونکہ تخلیط و تغیر ہو گئی ہے اس لیے ان کے بیان سے احتراز کیا گیا ہے اور جہاں تک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر عدنان تک کا تعلق ہے اس میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں، لہٰذا عدنان سے لے کر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مختصر حالات ہدیہ ناظرین ہیں۔

عدنان (بفتح العین وسکون الدال)

آپ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں اکیسویں پشت میں ہیں۔ آپکا معظم و مکرم ہونا اس سے ثابت ہے کہ جب بخت نصر نے عرب پر پہلا حملہ کیا تو حضرت آرمیا یرمیا علیہما السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ اللہ کی طرف سے اس کو دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اجازت ہے مگر عدنان پر نہیں چنانچہ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

وَکَمْ اَبٍ قَدْ عَلَا بِابْنٍ ذَوِی شَرَفٍ کَمَا عَلَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَدْنَانُ

اور بہت سے باپ ایسے بھی ہیں جنھوں نے بیٹے کے سبب سے شرف کی بلندیوں پر غلو کیا ہے
جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سبب سے عدنان کو شرف و علو حاصل ہوا ہے۔

مَعَد (بفتح المیم وسکون العین)

معد کا معنی تروتازہ ، چوں کہ آپ کا چہرہ نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خوبصورت اور تروتازہ رہتا تھا ، اس وجہ سے آپ کا نام معد ہوا۔

جب بخت نصر نے عرب پر دوسرا حملہ کیا تو بنی عدنان یمن کی طرف چلے گئے تھے مگر معد کو حضرت ارمیا برخیا علیہما السلام اپنے ساتھ حران کو لے گئے تھے۔ جب بخت نصر کا عرب سے دباؤ اٹھ گیا اور امن ہو گیا تو حضرت معد پھر مکہ میں تشریف لے آئے۔ (کامل ابن اثیر ص۱۴۲)

نِزار (بکسر النون)

نزار ، نزر سے ہے جس کا معنی ہے قلیل ، آپ کے اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔

اَنَّهٗ لَمَّا وُلِدَ وَ نَظَرَ اَبُوْهُ اِلٰى نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَرِحَ فَرْحًا شَدِيْدًا وَ اَطْعَمَ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا كُلَّهٗ نَزْرٌ اَیْ قَلِيْلٌ لِحَقِّ هٰذَا الْمَوْلُوْدِ فَسُمِّيَ نِزَارٌ لِذٰلِكَ (زرقانی علی المواہب ص۷۹)

کہ جب حضرت نزار پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان دیکھا ، تو وہ بہت ہی زیادہ خوش ہوئے ، اور اس خوشی میں احباب کی دعوت کی اور ان کو کھانا کھلا کے فرمایا اس بچے کی پیدائش کی خوشی میں جو کچھ میں نے کیا ہے وہ تھوڑا ہے ، اسی وجہ سے آپ کا نام نزار (قلیل) رکھا گیا۔

مُضَر (بضم المیم وفتح الضاد المعجمہ)

آپ کے تین بھائی اور تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ایاد ، ربیعہ ، انمار ، آپ اور ایاد دونوں حقیقی

بھائی تھے۔ ربیعہ اور انمار آپ کے علاتی بھائی تھے۔ یعنی ان کی والدہ دوسری تھی۔ ان کے والد
نزار نے بوقت وفات وصیت فرمائی کہ میرے مال میں قبہ ادیم الحمرا (سُرخ چمڑے کا خیمہ)
اور اس کے مشابہ چیزیں مُضر کی ہیں، سیاہ خیمہ اور اس کے مشابہ ربیعہ کے لیے ہیں۔ یہ خادم
اور اس کے مشابہ ایاد کے واسطے ہیں۔ یہ چادر اور اس کے مشابہ انمار کی ہیں۔ اور فرمایا کہ اگر ان کی
تقسیم میں دشواری پیش آئے اور اس کے قبول کرنے میں اختلاف ہو جائے تو افعی الجرہمی، راہب
کے پاس چلے جانا وہ فیصلہ کر دے گا چنانچہ بوقت تقسیم ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ تو وہ چاروں
افعی الجرہمی کے پاس تصفیہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں چلتے ہوئے مضر کی نظر گھاس پر پڑی
جو کسی جانور کی چری ہوئی تھی، تو اس نے کہا کہ جس اونٹ نے یہ گھاس کھائی ہے وہ کانا ہے
ربیعہ نے کہا وہ لنگڑا بھی ہے، ایاد نے کہا وہ دُم کٹا بھی ہے۔ انمار نے کہا وہ چھوٹا ہوا بھی ہے
اس گفتگو کے بعد وہ کچھ تھوڑا ہی آگے گئے تھے کہ ان کو ایک شخص جو تیزی سے اونٹنی کو دوڑاتا ہوا
آ رہا تھا ملا۔ اور اس نے اپنے گم شدہ اونٹ کے متعلق دریافت کیا مضر نے اس سے پوچھا کیا وہ
کانا ہے؟ اس نے کہا ہاں! ربیعہ نے پوچھا کیا وہ لنگڑا بھی ہے؟ کہا ہاں! ایاد نے پوچھا کیا وہ
دُم کٹا ہے؟ کہا ہاں! انمار نے پوچھا کیا وہ چھوٹا ہوا ہے؟ اس نے کہا ہاں، بالکل وہی میرا اونٹ ہے،
بتاؤ وہ کہاں ہے؟ انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے تیرا اونٹ کہیں نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ جب
تم نے اس کی علامتیں ٹھیک ٹھیک بتلا دیں تو میں کیسے یقین کروں کہ تم نے نہیں دیکھا ہے۔
اور وہ تمھارے پاس ہے۔ باوجود ان کے بار بار کہنے کے کہ ہم نے تیرا اونٹ نہیں دیکھا، اور نہ
ہمیں معلوم ہے۔ اس نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا، اور ان کے ساتھ ساتھ چلتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سب
نجران میں افعی جرہمی کے پاس پہنچے۔ وہاں پہنچ کر اونٹ والے نے جرہمی سے سارا حال سُنا کر
درخواست کی کہ میرا اونٹ دلوا دیجیے۔ جرہمی نے ان کے انکار کرنے پر پوچھا کہ جب تم نے اس کا اونٹ
نہیں دیکھا تو تمھیں اس کے اوصاف کیسے معلوم ہو گئے؟ مضر نے کہا میں نے اس کا کانا ہونا اس سے
معلوم کیا کہ وہ ایک طرف کی گھاس کھاتا گیا ہے اور دوسری طرف کی چھوڑتا گیا ہے۔ ربیعہ نے کہا

میں نے اس کے پاؤں کے نشانات سے معلوم کیا کہ وہ لنگڑا ہے، کیوں کہ اسکے اگلے ایک پیر کا
نشان پورا پڑتا ہوا نظر آتا تھا، اور دوسرے کا پورا نظر نہیں آتا تھا۔ ایاد نے کہا میں نے مینگنیوں سے
اس کا دُم کٹا ہونا معلوم کیا ہے۔ کیوں کہ اس کی مینگنیاں اکٹھی پڑی ہوئی تھیں، اگر اس کی دُم ہوتی
تو مینگنیاں متفرق گرتیں، انمار نے کہا میں نے اس کا چھوٹا ہوا ہونا اس سے معلوم کیا ہے کہ وہ سرسبز
اور گنجان جھاڑیوں کو چھوڑتا ہوا گیا ہے۔ اگر وہ چھوٹا ہوا نہ ہوتا، تو ان سرسبز اور گنجان جھاڑیوں کو
چھوڑتا ہوا نہ گزرتا۔ یہ سن کر جرہمی نے اس اونٹ والے سے کہا کہ تیرا اونٹ انکے پاس نہیں ہے
جا اس کو تلاش کر! پھر جرہمی نے ان سے ان کے حالات اور آنے کا سبب پوچھا۔ ان کے بتانے پر
وہ بہت خوش ہوا، اور کہنے لگا کہ تم جیسے عقل مندوں کو بھلا میرے فیصلے کی کیا حاجت ہے؟
یہ کہہ کر اس نے کھانے کے لیے کہا۔ انھوں نے کھانا کھایا اور شراب پی۔ بعد میں مضر نے کہا
آج کیا اچھی شراب پی ہے مگر کیا ہی اچھا ہوتا، اگر وہ ایک قبر کے انگوروں سے نہ بنائی گئی ہوتی۔
ربیعہ نے کہا آج جو گوشت کھایا ہے وہ بڑے ہی مزے کا تھا مگر کیا ہی اچھا ہوتا، اگر وہ بکری
کُتیا کا گوشت کھا کر نہ پلی ہوتی۔ ایاد نے کہا ہمارا میزبان کیا اچھا ہے، لیکن اے کاش کہ وہ اپنے
باپ کا بیٹا ہوتا۔ انمار نے کہا جو باتیں آج ہم نے سُنی ہیں ان سے بہتر کبھی نہیں سُنیں۔ ان کی اس
گفتگو کو سُن کر جرہمی کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ اُٹھ کر اپنی ماں کے پاس آیا۔ اور اپنے باپ کا
حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں جس بادشاہ کے نکاح میں تھی اس کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ مجھے بُرا
معلوم ہوا کہ بادشاہی اس کے گھرانے سے نکل جائے۔ اس لیے میں ایک شخص کے پاس گئی اور اس سے
حاملہ ہو گئی۔ پھر اس نے شراب بنانے والے سے شراب کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا میں نے ایک
ڈالی انگور کی تیرے باپ کی قبر پر لگائی تھی، یہ ان انگوروں کی شراب ہے۔ پھر اس نے چرواہے سے
بکریوں کے متعلق پوچھا تو چرواہے نے کہا کہ اس بکری کو میں نے کتیا کا دودھ پلایا تھا پھر ان کے
پاس آکر جرہمی نے مضر سے پوچھا کہ آپ کو شراب کی حقیقت کیسے معلوم ہوئی؟ مضر نے کہا اس وجہ سے
کہ اس کے پینے سے مجھے سخت پیاس لگی تھی۔ پھر اس نے ان سے پوچھا کہ مال کی تقسیم میں تمہارا کیا اختلاف ہے؟

انھوں نے سارا قصہ سنایا، جرہمی نے سن کر یہ فیصلہ دیا کہ قبہ حمرار، دینار اور سُرخ اونٹ وغیرہ مضر کے ہیں۔ خیمۂ سیاہ اور کالے گھوڑے اور خچر وغیرہ ربیعہ کے ہیں۔ بوڑھی خادمہ اور بھیڑ بکری مویشی وغیرہ ایاد کے ہیں۔ زمین اور حمار وغیرہ انمار کے ہیں۔ وہ اس فیصلے پر راضی ہو گئے اور واپس آ گئے۔

کامل ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۳ و طبری

حدیٰ (اونٹوں کو گا کر چلانا) مضر ہی کی ایجاد ہے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ وہ اونٹ سے گر گئے اور ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا، تو وہ اس طرح چلائے یا یداہ! یا یداہ! ہائے میرا ہاتھ ہائے میرا ہاتھ چوں کہ نہایت خوش آواز اور سُریلے تھے، ان کی آواز کو سن کر اونٹ چراگاہ سے آکر انکے پاس جمع ہو گئے اس سے انھوں نے سمجھا کہ اونٹ بھی آواز پرست ہوتے ہیں، تندرست ہو کر انھوں نے تجربہ کیا اور وہ کامیاب ہوئے۔ چنانچہ ان ہی کا قول ہے

حینئذ بصبصن اذحدین بالاذناب — جس وقت وہ اونٹنیاں گانا سنتی ہیں تو دُمیں

فذھب مثلا۔ (کامل ابن اثیر ص ۱۴) — ہلا ہلا کر مسرور ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا تَسُبُّوا مُضَرَ فَاِنَّہٗ کَانَ قَدْ اَسْلَمَ — مُضَر کو بُرا نہ کہو کیوں کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۳۵)

اِلیَاسْ (بکسر الاول و بفتح الاول)

سب سے پہلے قربانی کے اونٹ بیت اللہ شریف آپ نے ہی بھیجے ہیں۔ اور جب حج کو تشریف لے جاتے تو کَانَ یَسْمَعُ فِیْ صُلْبِہٖ تَلْبِیَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ اپنے صلب میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہنا سنتے تھے۔ (زرقانی علی المواہب ص ۷) اہل عرب آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اپنی قوم میں آپ سب سے زیادہ قابل احترام اور بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ جب آپکا انتقال ہو گیا تو آپ کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ جب تک زندہ رہیں اس جگہ سے نہ اٹھیں جہاں آپ مرے تھے

اور کبھی سائے میں نہ بیٹھیں، لوگ اُن کے حُزن کی مثال دیا کرتے تھے۔

مُدرِکَہ (بضم المیم وسکون الدال وکسر الراء)

آپ کا نام عمرو، اور لقب مدرکہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت الیاس اپنے اونٹوں کو لے کر چرانے کے لیے کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں اونٹوں کی نظر ایک خرگوش پر پڑی، تو وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے۔ ان کی تلاش کے لیے آپ گئے اور انھیں ڈھونڈ کر واپس لے آئے اس لیے آپ کا لقب مدرکہ (پانے والا) ہو گیا، جو اصل نام پر غالب آ گیا۔

وَكَانَ فِيْهِ نُوْرُ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهِرًا بَيِّنًا (زرقانی علی المواہب ص ۷۴)

اور آپ (کی پیشانی) میں نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر و روشن تھا۔

خُزَیْمَہ (بضم الخاء وبفتح الزاء المعجمة وسکون الیاء تصغیر خزم)

آپ کی کنیت ابو الاسد تھی۔

وَفِيْهِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور انکی پیشانی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور چمکتا تھا

(زرقانی علی المواہب ص ۷۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

مَاتَ خُزَيْمَةُ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)

کہ خزیمہ نے دین ابراہیم علیہ السلام پر وفات پائی ہے

(زرقانی علی المواہب ص ۷۴)

کِنَانَہ (بکسر الکاف)

آپ کی کنیت ابو النضر تھی

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ بَنِیْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَّ اصْطَفٰی مِنْ قُرَيْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ وَّاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ (مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ، مواھب ص۱۱۵)

کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا، اور اسماعیل السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو، اور بنی کنانہ سے قریش کو، اور قریش سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم سے مجھ کو برگزیدہ کیا۔

ابو عامر عدوانی فرماتے ہیں

رَأَيْتُ كِنَانَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ شَيْخًا مسنا عَظِيْمَ الْقَدْرِ يَحُجُّ اِلَيْهِ الْعَرَبُ لِعِلْمِهٖ وَفَضْلِهٖ بَيْنَهُمْ (زرقانی علی المواہب ص۷۷)

کہ میں نے کنانہ بن خزیمہ کو بزرگ، بے باک اور عظیم القدر ہستی دیکھا ہے، ان کے علم و فضل کی وجہ سے عرب ان کے پاس اکثر آتے جاتے۔

نضر (بفتح النون وسکون الضاد المعجمۃ)

آپ کا نام قیس تھا، چوں کہ نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بہت زیادہ حسین و جمیل تھے، اس وجہ سے لوگ آپ کو نضر کہا کرتے تھے، کیوں کہ نضر کا معنی تروتازہ، خوبصورت اور بارونق ہونا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ یعنی جنت کے عیش و عشرت اور اسکی نعمتوں کی تروتازگی اور رونق ان کے چہروں میں دیکھتے ہی تم پہچان لوگے کہ یہ لوگ عیش و راحت میں ہیں۔

مَالِک (بر وزن اسم فاعل)

آپ کی کنیت ابو الحارث اور نام مالک تھا، صاحب تاریخ خمیس فرماتے ہیں کہ

قَالَ الْخَمِيْسُ سُمِّیَ مَالِكًا لِاَنَّهٗ كَانَ مَلِكَ الْعَرَبِ - (زرقانی علی المواہب ص۷۷)

آپ کا نام مالک اس وجہ سے تھا کہ آپ ملک العرب تھے۔

فِہر (بکسر الفاء وسکون الہاء)

آپ کی کنیت ابو غالب اور لقب قریش تھا، اور بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی والدہ نے آپ کا نام قریش، اور والد نے فہر رکھا تھا۔ قریش قرش کی تصغیر ہے۔ قرش اس مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانتوں سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے۔ آپ اور آپ کی اولاد کو قریش قوت و طاقت اور شجاعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ آپ کا قبیلہ جملہ قبائل سے طاقت ور اور بہادر تھا چنانچہ آپ کے زمانہ میں حسّان حاکم یمن فوج لے کر مکّے پر حملہ آور ہوا، اس کا مقصد یہ تھا کہ کعبہ کو گرا کر اس کے پتھروں کو یمن لے جا کر وہاں کعبہ بنائے۔ حضرت فہر مع اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے مقابلے میں نکلے۔ بڑی سخت لڑائی کے بعد آپ کو فتح اور حسّان کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار کیا گیا۔ تین سال قید رکھنے کے بعد آپ نے فدیہ لے کر اس کو چھوڑ دیا، وہ یمن کو واپس جاتے ہوئے راستے میں مر گیا (کامل ابن اثیر ص۱۲)

آپ کو مکہ میں پہلے ہی ایک رئیس اور سردار کی حیثیت حاصل تھی مگر اس عظیم الشان فتح کے بعد آپ کی عظمت و شجاعت اور سیادت کا عرب پر سکہ بیٹھ گیا۔

غَالِب (بروزن اسم فاعل)

آپ کی کنیت ابو تیم، اور نام غالب ہے جو غلب سے مشتق ہے (زرقانی ص۲۴) اور شاید حصول غلبہ کی وجہ سے نام غالب ہو۔

لُؤَیّ (بضم اللام والہمزۃ)

آپکی کنیت ابو کعب اور نام لؤیّ ہے، امام اللغۃ اصمعی فرماتے ہیں کہ لؤیّ لواء لجیش کی تصغیر ہے (زرقانی ص۶۵)، اور شاید آپ کا یہ نام اس لیے ہو کہ آپ اپنی قوم میں صاحب لواء (علم بردار) ہوں۔

کَعْب (بفتح الکاف وسکون العین)

کعب کا معنی ہے بلند و مرتفع، بزرگی و شرف، آپ اپنے نام کے موافق اپنی قوم میں
اشرف واعلےٰ تھے۔ جمعے کے دن لوگوں کو جمع کر کے وعظ و نصیحت کرنا آپ کی ہی ایجاد ہے
آپ جمعے کے دن قریش کو جمع کر کے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
مبعوث ہونے کا ذکر فرماتے، اور قریش کو بتاتے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میری اولاد سے ہ
آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے کا حکم دیتے اور چند اشعار پڑھتے جنمیں سے ایک یہ ہے۔

يَا لَيْتَنِيْ شَاهِدٌ نَجْوَاءَ دَعْوَتِهِ   ذَا قُرَيْشٍ تَبْغِي الْحَقَّ خِذْلَانَا

(زرقانی علے المواهب ص۷۵)

اے کاش میں اس وقت حاضر ہوتا، جس وقت آپ لوگوں کو دعوت حق دیں گے اور
لوگ حق کو ذلیل کرنے کی خواہش کریں گے،

آپ کو عربوں میں بڑی قدر و عظمت حاصل تھی۔ اسی وجہ سے انھوں نے آپکی تاریخ وفات ک
اپنا سنہ قرار دے لیا تھا اور عام الفیل تک اسی سے تاریخ بیان کرتے تھے۔ پھر عام الفیل سے
تاریخ بیان کرنے لگے۔ (کامل ابن اثیر ص۱۱)

مُرَّة (بضم المیم)

آپ کی کنیت ابویقظہ اور نام مرہ ہے اگر یہ مرارۃ سے مشتق ہو تو اس کے معنی ہوں گے کڑوا
(الحق مُرٌّ) اور ۃ مبالغہ کی ہوگی۔

اور اگر یہ مرۃ سے مشتق ہو تو اس کے معنیٰ قوت کے ہوں گے (ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی)
اور ۃ تانیث کی ہوگی

دونوں صورتوں میں قوت و طاقت کا مفہوم نکلتا ہے۔

کِلاب (بکسر الکاف)

آپ کا نام حکیم اور کنیت ابوزہرہ ہے۔ کلاب، جمع کلب کی ہے۔ وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی ہے کہ اہل عرب اپنے فرزندوں کے نام درندوں کے ناموں پر کلب، ذئب، اسد وغیرہ رکھتے تھے تاکہ وہ بہادر ہوں اور دشمنوں کے لیے شیروں اور بھیڑیوں کی طرح ثابت ہوں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے بہت سے شکاری کتے محبت سے پال رکھے تھے اس وجہ سے آپ کا نام ہی کلاب مشہور ہوگیا۔ (زرقانی علی المواہب ص۷۴)

ایک شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے۔

حَکِیْمُ بْنُ مُرَّۃَ سَاوَی الْوَرٰی ۔۔۔ بِبَذْلِ النَّوَالِ وَکَفِّ الْاَذٰی

حکیم بن مرہ نے بخشش کو عام کر کے اور اذیت کو روک کر کے مخلوق کے درمیان برابری و مساوات قائم کردی

أَبَاحَ الْعَشِیْرَۃَ اَفْضَالُہٗ ۔۔۔ وَجَنَّبَھَا طَارِقَاتِ الرَّدٰی

اپنے کنبہ کو فائدہ پہنچانا اور شرمندہ کرنے والے افعال سے بچانا تو اس کے افضال سے ہے۔

قُصَیّ (بضم القاف تصغیر قصی)

آپ کا اصلی نام زید اور کنیت ابوالمغیرہ ہے۔ قصی کا معنی ہے (دور رہنے والا) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنی قوم سے دور رہے تھے۔ وہ اس طرح کہ ابھی آپ اپنی ماں کی گود میں ہی تھے کہ آپ کے والد کلاب کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت سعد بن سہیل نے ربیعہ بن حزام سے دوسرا نکاح کرلیا۔ ربیعہ کا قبیلہ ملک شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا، اس لیے آپ کو اور آپکی والدہ کو ربیعہ کے ساتھ وہیں جاکر رہنا پڑا۔ چنانچہ آپ نے اپنی والدہ کے پاس ہی پرورش پائی، آپ اپنے آپ کو ربیعہ ہی کا بیٹا سمجھتے تھے۔ کیوں کہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ میرا باپ کوئی اور ہے۔ جب جوان ہوئے تو ایک دن ربیعہ کے خاندان کے ایک شخص رفیع سے تیراندازی میں آپ کا مقابلہ ہوا۔ مقابلے میں

آپ کو فتح ہوئی۔ رفیع نے ازراہ حسد آپ سے عداوت شروع کر دی۔ اور ایک دن باتوں ہی کہا کہ تو ہم میں سے تو ہے ہی نہیں، پھر ہم میں کیوں رہتا ہے، جا اپنی قوم کے پاس جا کر رہ یہ سن کر آپ اپنی والدہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ میرے والد کون ہیں ؟

آپ کی والدہ نے بتایا کہ بیٹا تم ربیعہ کے نہیں، بلکہ کلاب ابن مرہ کے بیٹے ہو اور تمہاری قوم اس قوم کے مقابلے میں ہر لحاظ سے افضل واشرف ہے جو مکہ معظمہ بیت الحرام کے پاس رہتی ہے اور تمہارا حقیقی بڑا بھائی زہرہ بھی وہیں رہتا ہے۔ اس کے بعد آپ کو مکہ میں اپنی قوم اور اپنے بھائی کے پاس آکر رہنے کا بہت زیادہ شوق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ حجاج کے ساتھ آپ مکۂ مکرمہ اپنے بھائی کے پاس آگئے۔ آپ کے آنے سے آپ کے بھائی بہت خوش ہوئے۔ اور جائداد تقسیم کر کے دے دی۔ چونکہ آپ بہت خوب صورت اور شریف تھے اس لیے حُلیل بن حبشیہ الخزاعی سردار مکہ نے اپنی بیٹی حبی کا نکاح آپ سے کر دیا، اور بہت سامان وغیرہ جہیز میں دیا۔

آپ کے ہاں یکے بعد دیگرے چار بیٹے عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزیٰ، عبد بن قصی پیدا ہوئے اور مال و دولت میں بھی اضافہ ہوا جس کی وجہ سے آپ کی عزت و عظمت اور زیادہ ہو گئی، آپ کے خسر حلیل سردار مکہ کے جب مرنے کا وقت آیا تو اس نے بیت اللہ شریف کی تولیت کا حق تو اپنی بیٹی حبی کو عطا کیا اور بیت اللہ کے دروازے کھولنے اور بند کرنے کا کام اپنے بیٹے المحترش جن کی کنیت ابو غبشان ہے کے سپرد کر دیا۔ حلیل کے مر جانے کے بعد ابو غبشان نے ایک یا چند اونٹ، اور ایک شراب کی بوتل کے عوض اپنا عہدہ یعنی بیت اللہ شریف کا کھولنا اور بند کرنا قصی (اپنے بہنوئی) کو فروخت کر دیا۔ اس طرح آپ کا قبضہ بیت اللہ شریف پر بھی ہو گیا۔ اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ حلیل سردار مکہ نے بوقت وفات بیت اللہ شریف کی تولیت کا حق آپکو ہی دیدیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ بنی خزاعہ سے یہ زیادہ حق دار ہیں۔

(طبقات ابن سعد ص ۳۷/۱)

(کامل ابن اثیر ص ۹/۲)

بنی خزاعہ نے جب یہ دیکھا کہ بیت اللہ کی تولیت ہمارے ہاتھ سے گئی اور ہمارے اقتدار کا خاتمہ ہو رہا ہے تو ہوس اقتدار نے ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ آخر وہ آپ سے لڑنے پر آمادہ ہوئے آپ بھی اپنی قوم کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ سخت لڑائی ہوئی اور فریقین کے بہت سے آدمی قتل اور مجروح ہوئے۔ پھر فریقین نے عمرو بن عوف جو کنانہ کی اولاد میں سے تھے کو اپنا حکم مقرر کر کے ان کے فیصلے پر راضی ہونے کا عہد کر لیا۔ انھوں نے تحقیق کے بعد فیصلہ آپ یعنی قصی کے حق میں دے دیا۔ اور فرمایا کہ مکہ کی ولایت کے لیے قصی، خزاعہ سے اولیٰ ہیں اور آپس میں کشت و خون ہوا تھا وہ معاف کرا کے صلح کرا دی۔ پھر آپ بیت اللہ شریف کے والی اور امیر مکہ ہو گئے۔ کعب بن لوئی کی اولاد میں آپ ہی پہلے شخص ہیں جو بیت اللہ کے متولی اور امیر مکہ مقرر ہوئے۔ امیر مکہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی قوم کو جو مختلف مقامات پر آباد تھی، طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت آپ کی قوم کی اگرچہ چند شاخیں ہو گئی تھیں مگر آپ کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آکر آباد ہو گئیں۔ اور آپ کی عزت و عظمت سارے ملک میں مسلم ہو گئی۔ (کامل ابن اثیر ص ۹/۲ سیرت ابن ہشام ص ۲۳۱/۱)

شعر اَبُوْكُمْ قُصَيٌّ كَانَ يُدْعٰى مُجَمِّعًا بِهٖ جَمَّعَ اللّٰهُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِهْرٍ

ترجمہ۔ تمہارے ہی باپ ہیں قصی بن کلاب جنھیں مجمع کہا جاتا ہے۔ کیونکہ انھیں کے سبب اللہ نے قبائل فہر کو یکجا کر دیا تھا

پھر آپ نے اپنی قوم کو ایک دن جمع کر کے فرمایا کہ تم خدا کے پڑوسی اور اس کے گھر کے متولی ہو، اور حجاج خدا کے مہمان اور اس کے زائرین ہیں، اس لئے وہ دوسرے مہمانوں سے زیادہ تمہاری میزبانی کے مستحق ہیں تمھیں چاہیے کہ ایام حج میں ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام کیا کرو، قوم نے آپ کی آواز پر لبیک کہا، اور اپنی خدمات پیش کیں۔ چنانچہ ہر سال ایام حج میں حجاج کو کھانا وغیرہ کھلایا جاتا پھر آپ نے ایک دار الندوہ (مشورہ گھر) بنایا۔ تمام کاموں کے متعلق تدابیر نکاح اور دیگر تقاریب کی مراسم اسی مکان میں ہوتیں۔ اور لڑائی کے لیے جھنڈا وغیرہ بھی یہیں تیار ہوتا۔ (سیرت ابن ہشام ص ۱۳۱/۱)

سب سے پہلے مزدلفہ پر آپ نے ہی روشنی کی، تاکہ لوگوں کو عرفات سے نظر آئے۔ (طبقات ابن سعد ص ۴۱/۱)

آپ کے بڑے بیٹے عبدالدار حسن وجمال اور شرافت میں اپنے بھائیوں کے ہمپایہ نہ تھے آپ نے اپنی آخری عمر میں حرم شریف کے تمام مناصب عبدالدار کے سپرد کر کے فرمایا کہ میں نے تمھیں ان کے برابر کر دیا ہے۔ (طبقات ابن سعد ص۴۱/۱)

آپ کی وفات پر آپ کی بیٹی تخمُرُ نے یہ اشعار کہے۔

طَرَقَ النَّعِیُّ بُعَیْدَ نَوْمِ الْهُجَّدِ نَعَی قُصَیًّا ذَا النَّدٰی وَالسُّوْدَدِ

رات کے وقت لوگ سو رہے تھے کہ کسی موت کی خبر دینے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور قصی کی موت کی خبر سنائی جو فیاض اور سخی اور سردار و رہبر قوم تھے۔

نَعَی الْمُهَذَّبُ من لُؤَیٍّ کُلِّهَا فَانْهَلَّ دَمْعِیْ کَالْجُمَانِ الْمُفْرَدِ

وہ ایسے شخص کی موت کی خبر لایا جو تمام خاندان لؤی میں سب سے زیادہ مہذب تھا خبر موت سن کر میرے آنسو اس طرح چلنے لگے جیسے موتی کی لڑی

فَاَرِقْتُ مِنْ حُزْنٍ وَهَمٍّ دَاخِلٍ اَرَقَ السَّلِیْمِ لِوَجْدِهِ الْمُتَفَقِّدِ

اس موت کے صدمے اور رنج وغم سے میری نیند جاتی رہی، اور اب میری حالت اس جیسی ہے جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ (طبقات ابن سعد ص۴۳/۱)

عَبْدِمَنَاف (بفتح المیم وخفۃ النون)

آپ کا نام مغیرہ اور کنیت ابو عبدشمس اور لقب عبد مناف ہے۔ مناف اِنَافَۃٌ سے ہے جس کے معنی ہیں بلند ہونا، نمایاں ہونا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شرافت وزیادتی کے معنی میں ہے، لہٰذا عبد مناف کا مطلب یہ ہوگا کہ اونچے مقام کا بندہ،

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ نے آپ کو بہت بڑے بت جسے مناۃ (اور مناف بھی) کہا کرتے تھے کے سامنے لاکر ڈال دیا تھا، اس وجہ سے آپ کا نام ہی عبد مناف مشہور ہو گیا۔

وَقَالَ الْوَاقِدِیُّ وَکَانَ فِیْہِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (زرقانی علی المواہب ص۴۳)

اور واقدی نے فرمایا ہے کہ آپ کی پیشانی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور تھا

اسی نور کی وجہ سے آپ اتنے حسین وجمیل تھے کہ لوگ آپ کو قمر البطحا (وادی مکہ کا چاند) کہہ کر پکارتے تھے، آپ قریش کے مطاع تھے، ان کو خدا سے ڈرنے اور نیکی کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار کسی شاعر کے اشعار پڑھ کر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو سنائے، آپ سن کر متبسم ومسرور ہوئے، وہ اشعار یہ ہیں

یَا اَیُّھَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رَحْلَہٗ ۔۔۔ اَلَّا نَزَلْتَ بِاٰلِ عَبْدِ مَنَافٍ

اے غریب الوطن گٹھری اُٹھا کر لیجانے والے قحط زدہ مسافر! تو عبد مناف کی اولاد کے ہاں کیوں نہ جا اُترا؟

ھبلتک امک لو نزلت برحلیم ۔۔۔ منعوک من عدم ومن اقتراف

اگر تو وہاں چلا جاتا تو وہ تیری ناداری اور تنگدستی کو دور کرکے تجھے محنت ومشقت سے بھی مستغنی کر دیتے،

الخالطین غنیھم بفقیرھم ۔۔۔ حتے یعود فقیرھم کالکاف

وہ تو امیر وغریب سے یکساں طور پر میل ملاپ کرتے ہیں یہاں تک کہ فقیر وہاں سے مستغنی ہوکر واپس آتا ہے

چونکہ آپ کے والد قصی نے مکے کا اقتدار آپ کے بڑے بھائی عبدالدار کو سونپ دیا تھا، اس وقت قصی کی ہیبت کی وجہ سے کسی نے اعتراض نہ کیا تھا قصی کی وفات کے بعد دونوں بھائیوں عبدالدار اور عبد مناف کی بھی وفات ہوگئی، ان کی وفات کے بعد عبد مناف کے بیٹوں ہاشم، عبد شمس، مطلب، نوفل نے اپنا استحقاق ظاہر کرکے کہا کہ اقتدار ہمارا حق ہے۔ اس پر قریش میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا۔ یہاں تک کہ فریقین سخت لڑائی کے لیے تیار ہوگئے آخر اس بات پر صلح ہوگئی کہ سقایت و افادہ (حجاج کو آب زمزم پلانا، اور کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا) اور قیادت بنی عبد مناف کو دی جائے اور حجابہ ولواء (خانۂ کعبہ کی دربانی اور علم جنگ بلند کرنا) و دارالندوہ بدستور بنی عبدالدار کے پاس رہے۔ چنانچہ بنی عبد مناف میں ہاشم سب سے بڑے تھے، سقایت وافادت اور قیادت انکو ملی اور انہوں نے

اپنے فرائض نہایت احسن طریقے سے انجام دیے۔ (سیرت ابن ہشام ص۱۴۵ طبقات ابن سعد ص۴۴)

ہاشم (بروزن اسم فاعل)

آپ کا نام عمرو اور لقب علو مرتبہ کی وجہ سے عمرو العلا ہے، ہاشم کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اہل مکہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے۔ آپ ملک شام میں گئے اور وہاں سے بہت زیادہ مقدار میں خشک روٹیاں خرید کر لائے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اونٹ کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنایا، اور اہل مکہ کو پیٹ بھر کے کھلایا اس دن سے آپ کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ چورہ کرنے والا) کہنے لگے۔ کیوں کہ ہشم کا معنی ہے توڑنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا چنانچہ وہب بن عبد قصی فرماتے ہیں ؎

تَحَمَّلَ هَاشِمُ مَاضَاقَ عَنْهُ وَاَعْيَا اَنْ يَّقُوْمَ بِهٖ ابْنُ بِيْضِ

ہاشم نے اپنی قوم کے لیے وہ بوجھ اٹھالیا جسکے برداشت کرنے اور اٹھاکر کھڑے ہونے سے بڑے بڑے بہادر اور شریف انسان بھی تنگ آگئے تھے

اَتَاهُمْ بِالْغَرَائِرِ مُتْأَقَاتٍ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ بِالْبُرِّ النَّفِيْضِ

وہ اپنی قوم کے لیے ملک شام سے عمدہ گیہوں کی روٹیوں کی بوریاں بھر کر لائے جسکے سب مشتاق تھے

فَاَوْسَعَ اَهْلَ مَكَّةَ مِنْ هَشِيْمٍ وَشَابَ الْخُبْزَ بِاللَّحْمِ الْعَرِيْضِ

پھر انھوں نے بڑی وسعت و فراخی کے ساتھ روٹیاں توڑیں، اور گوشت کے ساتھ ان کو نرم اور تر و تازہ کرکے اہل مکہ کو پیش کیں۔ (طبقات ابن سعد ص۴۳)

آپ اپنی قوم میں نہایت مکرم و معظم سمجھے جاتے تھے، مہماں نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت دسترخوان بچھا رہتا تھا۔

وَكَانَ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور انکے چہرہ میں تھا،
وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ يَتَوَقَّدُ شُعَاعُهٗ	اس کی شعا میں نکلتی تھیں اور اسکی ضیا میں چمکتی تھیں
وَيَتَلَأْلَأُ ضِيَاؤُهٗ وَلَا يَرَاهُ حَبْرًا	اور جو عالم بھی آپ کو دیکھتا وہ آپکے ہاتھوں کو بوسہ دیتا
اِلَّا قَبَّلَ يَدَهٗ وَلَا يَمُرُّ بِشَيْءٍ اِلَّا سَجَدَ اِلَيْهِ	اور جس چیز پر آپ کا گزر ہوتا، وہ آپ کو سجدہ کرتی،

(زرقانی علی المواہب ص۳۴ ج۱)

اور اسی وجہ سے عرب کے قبائل اور احبار کے وفود آپ کے پاس آتے اور اپنی لڑکیاں پیش کرتے کہ آپ ان سے نکاح کریں۔ یہاں تک کہ بادشاہ روم ہرقل نے آپ کو پیغام بھیجا کہ مجھے آپ کی عظمتوں اور کرامتوں کا حال معلوم ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہاں آجائیں تو میں اپنی لڑکی جس سے بڑھ کر دنیا کی عورتوں میں کوئی حسین و جمیل نہیں ہے، آپ سے بیاہ دوں ایسا اس لیے کہ آپ کی پیشانی میں وہ نور مصطفےٰ ہے جس کی صفت ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ مگر آپنے سبکو انکار کر دیا

(زرقانی علی المواہب ص۳۴ ج۱)

ایک مرتبہ آپ بغرض تجارت ملک شام جاتے ہوئے راستہ میں بنو عدی بن نجار میں سے ایک شخص عمرو بن زید خزرجی کے ہاں ٹھہرے، اس کی صاحبزادی سلمےٰ حسن و جمال صورت و سیرت میں اپنی قوم کی تمام عورتوں میں ممتاز تھی۔ آپ کی شادی اس سے کردی گئی مگر عمرو نے آپ سے یہ عہد لے لیا تھا کہ سلمےٰ جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں جنے گی۔ شادی کے بعد آپ شام کو چلے گئے واپسی میں سلمےٰ کو اپنے ساتھ مکے میں لے آئے۔

ایک مرتبہ بچے کی پیدائش کے وقت آپ سلمیٰ کو مدینہ میں اس کے والدین کے پاس چھوڑ کر شام کو چلے گئے، اور وہیں غزہ میں انتقال فرماگئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(کامل ابن اثیر ص۵ ج۲)

آپ کی وفات پر آپ کی بیٹی شفا نے یہ اشعار کہے ؎

عَیْنِ جُوْدِیْ بِعَبْرَۃٍ وَّسُجُوْمٍ	وَاسْفِحِی الدَّمْعَ لِلْجَوَادِ الْکَرِیْمِ
اے آنکھ اشک بار ہو اور	فیاض و کریم بزرگ کیلیے آنسو بہا!
ھَاشِمِ الْخَیْرِ ذِی الْجَلَالَۃِ وَالْمَجْدِ	وَذِی الْبَاعِ وَالنَّدٰی وَالصَّمِیْمِ
وہ ہاشم جو صاحب خیر و خوبی جاہ و جلال تھا	اور قوت و حوصلے والا فیاض اور مخلص تھا

عَبْدُ الْمُطَّلِب

آپ کا نام شیبۃ الحمد کنیت ابوالحارث ہے۔ شیبہ (سفید بالوں والا) یہ نام اسلئے رکھا گیا کہ جب آپ پیدا ہوئے تھے آپ کے سر میں کچھ بال سفید تھے عبدالمطلب نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے نھیال (مدینہ) میں پیدا ہوئے تھے۔ چوں کہ والد کا پیدائش سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اس لیے اپنی والدہ کے پاس ہی رہے تھے۔ ایک دن آپ مدینہ کے بچوں کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے کہ ایک شخص (جو عبد مناف کی اولاد میں سے تھا) کا کہیں اس طرف سے گزر ہوا وہ بھی کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ آپ جب تیر نشانے پر مارتے تو فرماتے میں ابن ہاشم سید البطحا ہوں اس شخص نے آپ کو بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ فرمایا میں شیبہ بن ہاشم بن عبد مناف ہوں اس شخص نے مکہ پہنچ کر مطلب بن عبد مناف کو کہا کہ میں نے تمہارے بھتیجے کو مدینہ میں دیکھا ہے اور تعریف کر کے کہنے لگا کہ ایسا لڑکا چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ لے آنا چاہیے۔ مطلب اسی وقت تیار ہو کر مدینے پہنچ گئے اور واپسی پر آپ کو اپنے ساتھ لے آئے اور آتے ہوئے آپکی والدہ کو اس وجہ سے اطلاع نہ دی کہ کہیں وہ بھیجنے سے انکار نہ کر دے۔ چنانچہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے سات آٹھ سال کی عمر تھی، پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اسی حالت میں مطلب نے آپ کو پکڑ کر اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ماں کی اجازت سے لائے تھے۔ جب سفر طے کر کے دن کے وقت مکہ میں داخل ہوئے، تو لوگوں نے ایک نئے لڑکے کو پیچھے بیٹھا دیکھ کر پوچھا

یہ کون ہے؟ مطلب نے شرم کی وجہ سے کہہ دیا کہ یہ میرا عبد (غلام) ہے (کیوں کہ ان کا لباس پھٹا پرانا اور دھوپ وسفر کی وجہ سے چہرہ متغیر تھا) چنانچہ لوگ آپ کو عبدالمطلب کہنے لگے اور یہ نام آپ کے اصلی نام پر غالب آگیا۔ مطلب نے آپ کو اپنے بیٹوں سے بڑھ کر پیار ومحبت سے پالا اور تربیت کی جب آپ کے حالات درست ہو گئے تو مطلب نے لوگوں کو بتایا کہ یہ میرا برادر زادہ ابن ہاشم ہے

(کامل ابن اثیر ص ۵/۲)

آپ کے چچا مطلب نے آپ کو آپ کے والد کی جتنی جائداد تھی وہ سب دے دی، چوں کہ آپ کے والد ہاشم سردار مکہ تھے ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ آپکے چچا نے سنبھال لی تھی

(کامل ابن اثیر ص ۵/۲)

جب آپ پورے جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے۔ جب اُٹھے تو اپنی حالت دیکھ کر بہت متحیر ہوئے کہ حسن وجمال کا حلہ پہنے ہوئے سر میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے تھے، اور آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ سب کچھ آپ کے ساتھ کس نے کیا ہے۔ آپ نے آکر اپنے چچا مطلب کو یہ ماجرا سنایا وہ آپ کو قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا، کاہنوں نے سنکر کہا کہ آسمانوں کے خدا نے اس نوجوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ مطلب نے آپ کا نکاح صفیہ بنت جندب سے کر دیا۔ ان سے حارث پیدا ہوئے پھر وہ مرگئیں، ان کے بعد آپ کی دوسری شادی فاطمہ بنت عمرو سے ہوئی انھیں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تھے، ویسے آپ نے پانچ شادیاں کی ہیں۔ مطلب کی وفات کے بعد مکے کی سرداری اور سقایت وافادت آپ کو ہی ملی تھی۔

آپ کی نظافت وطہارت کا یہ عالم تھا

وَكَانَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَفُوْحُ مِنْهُ رَائِحَةُ	کہ آپ کے جسم سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی،
الْمِسْكِ الْاَذْفَرِ وَكَانَ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ	اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور آپکی پیشانی میں
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضِيْئُ فِيْ غُرَّتِهٖ	چمکتا تھا، قریش سخت قحط کی حالت میں آپکا ہاتھ پکڑ کر

وَكَانَتْ قُرَيْشٌ إِذَا أَصَابَهَا قَحْطٌ شَدِيْدٌ فَأَخَذَ	کو شیر بدلے جاتے اور آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ
بِيَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تَتَخَرَّجُ بِهِ إِلَى جَبَلِ ثَبِيْرٍ	تقرب چاہتے اور آپ کے وسیلے سے بارش کی دعا کر
فَيَتَقَرَّبُوْنَ بِهِ إِلَى اللهِ وَيَسْئَلُوْنَهُ أَنْ يَسْقِيَهُمْ	تو اللہ تعالیٰ ان کی فریاد رسی فرماتا اور محمد صلے اللہ علیہ
الْغَيْثَ فَكَانَ يُغِيْثُهُمْ وَيَسْقِيْهِمْ بِبَرَكَةِ نُوْرِ	وسلم کے نور کی برکت سے ان کو باران عظیم سے سیراب
رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْثًا عَظِيْمًا۔	فرماتا

(زرقانی علی المواہب ص۷۳)

اور اسی نور محمدی صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ہی برکت تھی کہ آپ نہایت شریف اور پاکیزہ تھے لوگ آپ کو سید القریش اور اشرف القریش کہہ کر پکارتے تھے اور بڑے بڑے لوگ آپ کا چہرہ دیکھتے ہی ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔ چنانچہ واقعہ اصحاب فیل اس پر شاہد ہے۔ جو بطور اختصار یوں ہے۔

کہ ابرہہ بن صباح (جو نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سے گورنر تھا) نے موسم حج میں لوگوں کو حج کے لئے شان وشوکت سے تیاری کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ یہ لوگ کہاں جاتے ہیں، لوگوں نے بتایا کہ مکہ میں بیت اللہ کا حج کرنے جاتے ہیں۔ اس نے کہا بیت اللہ کیا ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ پتھروں کی ایک عمارت ہے جس کا وہاں جاکر طواف کرتے ہیں۔ اس نے بھی شہر صنعا میں ایک عظیم الشان کنیسہ (گرجا) کی بنیاد رکھی اور اعلیٰ درجے کے رنگ برنگے پتھر لگا کر سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے مزین کرکے نہایت خوبصورت کنیسہ گرجا بنایا، اردگرد انواع واقسام کے پودے لگوائے اور نجاشی شاہ حبشہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے نام سے ایک خوب صورت اور بے نظیر کنیسہ بنوایا ہے۔ اور کوشش کر رہا ہوں کہ آئندہ تمام دنیا کے لوگ مکے کے بیت اللہ کو چھوڑ کر اس کنیسہ کا حج وطواف کیا کریں۔ اس سے دین مسیحی کو تقویت بھی پہنچے گی اور آمدنی بھی ہوگی اور آپ کا نام بھی روشن رہے گا۔ جب یہ خبر عرب بھر میں مشہور ہوئی تو بنی کنانہ میں سے ایک شخص غضب ناک ہوکر وہاں پہنچا اور اس کنیسہ کے اندر جاکر بول و براز کرکے

واپس آگیا۔ ابرہہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے سخت غضب ناک ہو کر قسم کھائی کہ جب تک کعبے کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔ اس نے نجاشی کو حالات لکھ کر کثیر فوج اور مست ہاتھی جس کا نام محمود تھا، کو منگوالیا۔ چنانچہ ساٹھ ہزار اور بقول بعض ایک لاکھ فوج، اور بارہ ہاتھی لے کر اس نے چڑھائی کی، اور مکے سے دو میل کے فاصلے پر مقام مغمس میں آ اترا، اور ایک سردار کو حکم دیا کہ اہل مکہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے۔ وہ فوج کے ایک دستے کے ساتھ آیا اور قریش کی بھیڑ بکریاں اور بہت سے اونٹ ہانک کر لے گیا۔ جن میں دو سو اونٹ حضرت عبد المطلب کے تھے پھر ابرہہ نے حناطہ حمیری کو سرداران مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو اطلاع کر دو کہ بادشاہ تم سے لڑنے کو نہیں، بلکہ کعبے کو گرانے کے لیے آیا ہے۔ اگر تم نے اس کو روکا، یا مزاحمت کی تو لڑائی ہو گی، اور بُری طرح مارے جاؤ گے۔ چنانچہ حناطہ آیا اور آکر اہل مکہ سے ملا، اور پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہے؟ لوگ اس کو عبد المطلب کے پاس لے آئے۔

فَلَمَّا نَظَرَ اِلٰى وَجْهِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ	جب اس نے عبد المطلب کے چہرے کو دیکھا اس کی گردن
خَضَعَ وَتَلَجْلَجَ لِسَانُهٗ وَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ	جھک گئی، زبان لڑکھڑا گئی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، اور
فَكَانَ يَخُوْرُ الثَّوْرُ عِنْدَ ذِبْحِهٖ فَلَمَّا اَفَاقَ	جیسے ذبح کے وقت بیل کی آواز نکلتی ہے ایسے ہی اس کی
خَرَّ سَاجِدًا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ اَشْهَدُ	آواز نکل رہی تھی۔ جب اس کو ہوش آیا تو عبد المطلب کیلئے
اَنَّكَ سَيِّدُ قُرَيْشٍ حَقًّا۔	سجدے میں گرا، اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قریش کے
(زرقانی علی المواہب ص۸۵ ج۱)	برحق سید ہیں۔

پھر اس نے بڑے ادب سے ابرہہ کا پیغام دیا۔ حضرت عبد المطلب نے فرمایا ہم بھی لڑنا نہیں چاہتے اور نہ اتنی کثیر فوج کے ساتھ لڑنے کی ہم طاقت رکھتے ہیں۔ رہا کعبہ تو وہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ حناطہ نے کہا آپ ابرہہ کے پاس چلیں تاکہ روبرو گفتگو ہو کر معاملہ طے ہو جائے۔ آپ قریش سے مشورہ کر کے اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر اس کے ہمراہ چلے۔ وہاں پہنچ کر

حناطہ آپ کو باہر کھڑا کر کے اندر گیا اور ابرہہ کے پاس آپ کے حسن و جمال، عظمت و شرافت اور سخاوت کا حال بیان کیا اور بتایا کہ وہ سردار مکہ اور خاندان قریش سے ہیں، اور کعبۃ اللہ کے متولی ہیں، ان کا نام عبدالمطلب ہے۔ میری ان کی یہ گفتگو ہوئی ہے۔ اب ان کو آپ کے پاس لایا ہوں۔ ابرہہ نے آپ کو اندر بلایا اور آپ کی بہت ہی تعظیم و تکریم کی، یہاں تک کہ تخت سے اُتر کر فرش پر آبیٹھا، اور آپ کو اپنے پاس برابر میں بٹھایا، اور دونوں میں بذریعہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی۔

ابرہہ۔ آپ کیا چاہتے ہیں

عبدالمطلب۔ میرے اونٹ واپس کردیے جائیں

ابرہہ۔ (متعجب ہو کر) آپ نے اونٹوں کے بارے میں تو کہا ہے اور خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین و شرف ہے جسے میں ڈھانے کیلیے آیا ہوں اسکے بارے میں کچھ نہیں کہا؟

عبدالمطلب۔ اونٹوں کا مالک میں ہوں، خانہ کعبہ کا مالک رب جلیل ہے وہ اپنے گھر کو بچائے گا

ابرہہ۔ خانہ کعبہ تو اب مجھ سے نہیں بچ سکتا۔

عبدالمطلب۔ پھر تو جان، اور وہ جانے۔

ابرہہ نے حکم دیا کہ ان کے اونٹ واپس کردیے جائیں۔ اور انکو مست ہاتھی دکھایا جائے (یہ غالبًا مرعوب کرنے کے لیے تھا) آپ کو ہاتھی کے پاس لے گئے۔

فَلَمَّا نَظَرَ الْفِيلُ إِلَىٰ وَجْهِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بَرَكَ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَخَرَّ سَاجِدًا وَانْطَلَقَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ الْفِيلَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَى النُّورِ الَّذِي فِي ظَهْرِكَ يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ!

جب اس ہاتھی نے آپ کے چہرے کو دیکھا اونٹ کی طرح بیٹھ کر سجدے میں گر پڑا، اور اللہ تعالے نے اس ہاتھی کو گویا کیا۔ اس نے کہا اے عبدالمطلب! میرا سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پشت میں ہے (اور چہرے سے ظاہر ہو رہا ہے)

(زرقانی علی المواہب ص ۸۶/۱)

یہ دیکھ کر وہ سب حیران ہو گئے اور آپ اپنے اونٹ لے کر واپس آ گئے۔ اور قریش کو جمع کر کے کہا کہ مکہ سے نکل کر پہاڑوں میں چلے جاؤ اور خود چند آدمیوں کو ساتھ لیکر بیت اللہ پہنچے طواف کرنے کے بعد دروازے کا حلقہ پکڑا اور رو رو کر یوں دعا کی۔

یَا رَبِّ لَا اَرْجُوْ لَهُمْ سِوَاكَ   یَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاكَ

اے اللہ! ان ظالموں کے دفع کرنے میں مجھے تیرے سوا کسی سے امید نہیں اے میرے رب اپنے گھر کی تخریب ان سے روک اور اس کی حفاظت فرما

اِنَّ عَدُوَّ الْبَیْتِ مَنْ عَادَاكَ   اِمْنَعْهُمْ اَنْ یُّخَرِّبُوْا اَقْرَاكَ

بیشک جو تیرے گھر کا دشمن ہے وہ تیرا دشمن ہے، تو ان اپنے اور اپنے گھر کے دشمنوں کو اس سے روک کہ وہ تیرے گھر کی تخریب کریں

لاهم ان العبد یمنع   رحله فامنع رحالك

الٰہی ہر شخص اپنے گھر کو دشمنوں سے بچاتا ہے   تو بھی اپنے گھر کو ان دشمنوں سے بچا!

وَانْصُرْ عَلٰی اٰلِ الصَّلِیْبِ   وَعَابِدِیْهِ الْیَوْمَ اٰلَكَ

الٰہی آج صلیب کے پوجنے والوں پر اپنے گھر کے رہنے والوں کو ان کی مدد کر کے فتح دے

لا یغلبن صلیبهم   ومحالهم عدوا محالك

کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب اور عداوت و سرکشی تیری قوت و طاقت پر غالب آ جائے۔

جروا جموع بلادهم   والفیل کی یسبوا عیالك

اے اللہ ظالم لوگ اپنے ملک سے لشکروں اور ہاتھیوں کو لائے ہیں تاکہ تیرے پرورش پانے والے بندوں کو قید کر کے لیجاویں

عمدوا حماك بكیدهم   جهلا وما رقبوا جلالك

ان ظالموں نے نادانی اور جہالت سے تیرے گھر کے ساتھ برائی کا قصد کیا ہے اور تیرے جلال سے نہیں ڈرے

ان كنت تاركهم وكعبتنا   فامر ما بدالك

اگر تو ان کو چھوڑ دینے والا ہے اور ہمارے قبلے کو بھی (کہ جو وہ چاہیں کریں)

تو تجھے اختیار ہے جو چاہے کر

بارگاہ رب العزت میں دعا کرکے حضرت عبدالمطلب کوہ ثبیر پر چڑھ کر بیت اللہ شریف کو
دیکھنے لگے۔ اس وقت نورِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی پیشانی میں گول مثل ہلال نمودار ہوکر خوب
درخشاں ہوا، یہاں تک کہ اس کی شعاعیں آفتاب کی مانند خانہ کعبہ پر پڑیں عبدالمطلب نے اپنی پیشانی
میں نورِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا دائرہ اور اس کی شعاعیں بیت اللہ پر دیکھ کر قریش سے فرمایا
خدا کی قسم یہ نور جو میری پیشانی سے چمکا ہے یہ فتح و ظفر کی علامت ہے جاؤ بے خوف ہو کر بیٹھو
ہم ہی غالب رہیں گے۔

دوسرے روز ابرہہ نے اپنے ناپاک مقصد کو پورا کرنے کے لیے لشکر کو آراستہ و پیراستہ کیا
اور اسی محمود مست ہاتھی کو اُٹھا کر اس کا منہ مکے کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ ہرچند اس کو اٹھانے کی
کوشش کی گئی سخت سے سخت ضربیں بھی لگائی گئیں مگر وہ نہ اٹھا۔ جب یمن و شام کی طرف اٹھا کر
چلاتے تو وہ تیزی سے چلتا، اور جب مکے کی طرف اس کا منہ کرتے تو وہ بیٹھ جاتا۔ آخر انہوں نے
اس کو چھوڑ دیا۔ وہ ہولناک آوازیں دیتا ہوا لشکر سے نکل کر کہیں چلا گیا۔ اور انھوں نے دوسرے
ہاتھیوں کو چلایا، وہ دلیری کے ساتھ چلے۔ جب لشکر بیت اللہ شریف کے قریب آگیا تو اللہ تعالیٰ
نے سمندر کی طرف سے ابابیلوں یعنی چڑیوں کے مانند پرندوں کا لشکر بھیج دیا۔ ہر ایک پرند کے پاس
تین تین کنکریاں تھیں، ایک ایک چونچ میں اور دو دو پنجوں میں انھوں نے کنکریوں کا مینہ برسا دیا
جس پر وہ کنکری گرتی وہ ہلاک ہو جاتا۔ ہزاروں اسی جگہ اسی وقت ڈھیر ہو گئے۔ اور ہزاروں
اس ہولناک عذاب کو دیکھ کر بھاگے تو راستہ میں گرتے مرتے جاتے تھے۔ ابرہہ کے جسم میں ایک آگ
سی لگ گئی اور انگلیاں کٹ کٹ کے گرنے لگیں دل پھٹ گیا وہ بھی راستے میں مرگیا۔ اس طرح
لشکر ابرہہ کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا اور اپنے گھر کو بچایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ	اے حبیب کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارے رب نے
بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ	ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ کیا ان کا داؤ غلط کر کے
فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ	نہیں دکھایا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے

تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ ۝ (قرآن ۳۰/۲۹) — جو ان پر کنکریاں پھینکتے تھے اور پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کھایا ہوا۔

عبداللہ بن الزبعری بن عدی فرماتے ہیں ؎

تنکلوا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ اَنَّهَا — كَانَتْ قَدِيْمًا لَا يُرَا مُ حَرِيْمُهَا

بیت اللہ کے دشمنوں کو وادی مکہ سے عبرت ناک سزا کے ساتھ بھگا دیا گیا۔ بلا شبہ قدیم ہی سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ (بُری نیت سے) اس کے حرم کا کوئی ارادہ نہیں کر سکتا

سَالْ اَمِيْرَ الْجَيْشِ عَنْهَا مَا رَاٰى — وَلَسَوْفَ يُنْبِی الْجَاهِلِيْنَ عَلِيْمُهَا

(اگر تجھے معلوم نہیں ہے) تو امیر فوج (ابرہہ) سے اس کے متعلق پوچھ لے کہ اس نے کیا دیکھا؟ ناواقفوں کو واقف کار بتلا دے گا۔

سِتُّوْنَ اَلْفًا لَمْ يَؤُبُوْا اَرْضَهُمْ — بَلْ لَمْ يَعِيْشْ بَعْدَ الْاِيَابِ سَقِيْمُهَا

ساٹھ ہزار افراد (جو بیت اللہ کے گرانے کے ارادہ سے آئے تھے) وہ اپنے وطن (یمن) کو واپس نہ ہو سکے اور ان کا بیمار (بادشاہ) بھی لوٹنے کے بعد زندہ نہ رہا (بلکہ سخت عذاب میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

كَانَتْ بِهَا عَادٌ وَّ جُرْهُمُ قَبْلَهُمْ — وَاللّٰهُ مِنْ فَوْقِ الْعِبَادِ يُقِيْمُهَا

اور ان سے پہلے وہاں عاد اور جرہم بھی تو رہتے تھے۔ (انھیں بھی جرأت نہ ہوئی کہ بیت اللہ شریف کو نظر بد سے دیکھیں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جو ساری مخلوق کے اوپر ہے وہ اسے قائم رکھنا چاہتا ہے۔

حضرت عبدالمطلب بڑے موحد، بڑے سخی اور بڑے فیاض تھے۔ ہر سال ماہ رمضان میں کوہ حرا میں جا کر گوشہ نشینی اختیار فرماتے اور اللہ کی عبادت کرتے۔ عام طور پر لوگوں کو ظلم و بغاوت، چوری، نکاح محارم، برہنہ طواف کرنا، شراب پینا، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا وغیرہ برائیوں سے بہت منع فرماتے اور بہت اچھے اخلاق پیدا کرنے کی ترغیب دیتے۔ یہ سب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برکت تھی۔

خضاب

ایک مرتبہ آپ یمن میں تشریف لے گئے اور ایک حمیری سردار کے ہاں ٹھہرے جو خضاب کیا کرتا تھا، اس نے کہا عبدالمطلب اگر تم ان سفید بالوں کا رنگ خضاب سے بدل دو تو جوان نظر آ چنانچہ واپسی پر آپ اس سے بہت سا خضاب اپنے ساتھ مکے لے آئے۔ جب خضاب لگا کر باہر نکلا ایک نُتَیلہ نامی عورت نے دیکھ کر کہا عبدالمطلب! اگر یہ ہمیشہ رہ جائے تو خوبصورتی ہو، آپنے فرمایا سے

لَوْ دَامَ لِیْ هٰذَا السَّوَادُ حَمِدْتُهٗ   فَكَانَ بَدِيْلاً مِّنْ شَبَابٍ قَدِ انْصَرَمَ

اگر یہ بالوں کی سیاہی میرے لیے ہمیشہ رہتی تو میں اس کی تعریف کرتا اور اس صورت میں یہ اس جوانی کا بدلہ ہو جو بیت چکی

تَمَتَّعْتُ مِنْهُ وَالْحَيَاةُ قَصِيْرَةٌ   وَلَا بُدَّ مِنْ مَّوْتٍ نُتَيْلَةُ اَوْ هَرَم

میں نے اس سے فائدہ تو اٹھایا ہے مگر زندگی تھوڑی ہے اور اے نتیلہ آخرکار بوڑھا ہونا اور مرنا بھی تو ضروری ہے

اس سے پہلے مکّے میں کسی نے کبھی خضاب نہیں کیا تھا، بعد میں آپکو دیکھ کر اور لوگ بھی خضاب کرنے لگے اور یہ ایک رسم بن گئی۔ (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۵۲)

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی چھ لڑکیوں صفیہ۔ برہ۔ عاتکہ ام الحکیم البیضا۔ امیمہ۔ اروی۔ کو بلایا اور فرمایا

ابکیننی وانا اسمع   مجھے رو دو کہ میں بھی سنوں!

چنانچہ سب لڑکیوں نے ماتم کیا اور منظوم مرثیے کہے جو سیرت ابن ہشام جلد اول میں مذکور ہیں۔ جب "امیمہ" کی باری آئی تو آپ کی زبان بند ہو چکی تھی اور بول نہ سکتے تھے۔ ان کا مرثیہ سُن کر سر ہلانے لگے۔

مطلب یہ تھا کہ تو نے میرے اوصاف جو بیان کیے ہیں وہ درست ہیں واقعی میں ایسا تھا۔ ان کے مرثیے کے اشعار یہ ہیں سے

اَعَیْنَیَّ جُوْدَا بِدَمْعٍ دُرَرْ عَلٰی طَیِّبِ الْخِیْمِ وَالْمُعْتَصَرْ

اے میری دونوں آنکھو! آنسو بہاؤ ایسے ایسے شخص پر جو نیک سیرت کریم اور فیاض ہے

عَلٰی مَاجِدِ الْجَدِّ وَارِی الزِّنَادِ جَمِیْلِ الْمُحَیَّا عَظِیْمِ الْخَطَرْ

اس پر جو صاحب عظمت نصیبہ ور۔ اہل حاجت کا معین، اور حسین چہرے اور بڑے رتبہ والا ہے

عَلٰی شَیْبَۃِ الْحَمْدِ ذِی الْمَکْرُمَاتِ وَذِی الْمَجْدِ وَالْعِزِّ وَالْمُفْتَخَرْ

آنسو بہاؤ اس شیبۃ الحمد پر جو صاحب مکرمت و بزرگی و عزت و فخر والا ہے

وَذِی الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ فِی النَّائِبَاتِ کَثِیْرُ الْمَکَارِمِ جَمُّ الْفَخَرْ

اور حوادث و مصائب کے وقت حلیم و بردبار۔ و فضل والے بہت سی خوبیوں والے بڑے سخی مالدار پر

لَہٗ فَضْلُ مَجْدٍ عَلٰی قَوْمِہٖ مُنِیْرٌ یَلُوْحُ کَضَوْءِ الْقَمَرْ

اس کو اپنی قوم پر فضیلت و برتری حاصل ہے اور وہ ایسا نور والا ہے کہ چاند کی طرح چمکتا ہے

اَتَتْہُ الْمَنَایَا فَلَمْ تُشْوِہٖ بِصَرْفِ اللَّیَالِیْ وَرَیْبِ الْقَدَرْ

یہ سارے فضائل اس میں جمع تھے مگر موت آئی تو گردش ایام و حادثہ تقدیر سے اسکو کوئی چیز نہ بچا سکی

(طبقات ابن سعد جزء اول صفحہ)

عبداللہ (وَالِدُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ)

آپ کی کنیت ابو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور لقب ذبیح ہے۔ باپ کے لاڈلے اور پیارے فرزند تھے۔ ذبیح لقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد حضرت عبدالمطلب نے چاہِ زمزم[1] کھودنے کے وقت منت مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ میرے سامنے جوان ہو جائیں تو میں ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔ جب انکے بیٹے جوان ہو گئے،

---

[1] چاہ زمزم کو عمرو بن حرث جرہمی نے عداوت و حسد کی وجہ سے بند کر دیا تھا۔ عبدالمطلب کو خواب کے ذریعہ سے حکم دیا گیا تھا کہ زمزم کو پھر سے جاری کرو! چنانچہ آپ اور آپ کے فرزند اکبر حارث نے اس کو کھدوایا اس وقت آپ نے یہ منت مانی تھی۔

تو ایک رات کعبۂ مکرمہ کے پاس سوئے ہوئے تھے کہ کسی نے خواب میں ان سے کہا اے عبدالمطلب اپنے رب کے لیے جو تم نے نذر مانی تھی اس کو پورا کرو۔ عبدالمطلب گھبرائے ہوئے اُٹھے۔ اور ایک مینڈھا ذبح کرکے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔ دوسری رات حکم ہوا کہ جو چیز مینڈھے سے بڑی ہے وہ قربان کرو۔ خواب سے بیدار ہو کر ایک بیل ذبح کیا۔ تیسری رات حکم ہوا اس سے بھی اکبر ذبح کرو بیدار ہو کر ایک اونٹ ذبح کیا۔ چوتھی رات پھر حکم ہوا اس سے بھی اکبر چیز ذبح کرو۔ کہنے والے سے پوچھا اونٹ سے اکبر کیا چیز ہے؟ اس نے کہا اپنی اولاد میں سے ایک بیٹا ذبح کرو جس کی تم نے منت مانی تھی۔ بیدار ہو کر شدید غمگین ہوئے اور اپنی اولاد کو جمع کرکے اپنی منت کا واقعہ سُنایا اور ایفائے نذر کا عزم ظاہر کرکے ان سے پوچھا۔ ہر ایک نے اپنے آپ کو پیش کرکے آپ کو اختیار دے دیا۔ کہ جس کو چاہیں قربان کردیں۔ انھوں نے دسوں کے نام لکھ کر اللہ سے دعا کی اے اللہ ان میں سے جس کی قربانی تجھے منظور ہے اس کا نام نکال دے اور قرعہ ڈال دیا تو قرعے میں حضرت عبداللہ کا نام نکل آیا۔ اگرچہ سب فرزندوں سے زیادہ یہی ان کے نزدیک پیارے تھے مگر وہ اس قدرتی فیصلے کے آگے مجبور تھے۔ جب وہ چھری اور عبداللہ کو لے کر اپنی نذر پوری کرنے چلے تو عبداللہ کے بھائی اور ننھیال مانع ہوئے اور سرداران قریش نے بھی منع کرکے کہا کہ اگر آپ نے یہ قربانی کر دی تو آئندہ کے لیے یہ ایک رسم بن جائے گی۔ جس کے لیے آپ کی یہ قربانی حجت ہو گی۔ اس لیے اپنے رب سے عذر خواہی کرو اور فلاں کاہنہ، جو اس وقت خیبر میں رہتی ہے اسکے پاس جاؤ امید ہے کہ وہ ضرور کوئی بہتر طریقہ بتائے گی۔ جب لوگ اس کے پاس گئے اور اس کو سارا قصہ سُنایا تو اس نے کہا تم لوگوں میں نفس کی دیت (خوں بہا) کتنی ہے؟ کہا گیا دس اونٹ! اس نے کہا تم اپنے شہر جا کر دس اونٹوں اور عبداللہ پر قرعہ ڈالو! اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ اور زیادہ کرو پھر بھی اگر عبداللہ کا نام نکلے تو دس اونٹ اور زیادہ کرو! اسی طرح دس دس اونٹ بڑھا کر قرعہ ڈالتے رہو۔ یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے۔ اور جب اونٹوں کے نام نکل آئے تو اب سمجھ لینا کہ اب ہمارا خدا راضی ہو گیا ہے اور اس نے عبداللہ کے بدلے اتنے اونٹوں کی قربانی منظور کر لی ہے

پھران کو ذبح کر دینا۔ چنانچہ قرعہ ڈالا گیا اور اس کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا۔ پھر ہر دفعہ دس دس بڑھاتے گئے۔ حضرت عبدالمطلب برابر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ نوّے تک نام عبداللہ کا ہی نکلتا رہا جب اونٹوں کی تعداد سو ہوگئی تو نام اونٹوں کا نکل آیا۔ لوگوں نے کہا عبدالمطلب اب خدا راضی ہوگیا فرمایا خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک تین مرتبہ اونٹوں کا نام نہ نکلے۔ چنانچہ تین مرتبہ پھر قرعہ ڈالا۔ نام اونٹوں ہی کا نکلا۔ تو عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیے میں سو اونٹ قربانی کر کے اپنی منت پوری کر دی اور ان کو خاص و عام وحوش و طیور کے لیے چھوڑ دیا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۶۲ کامل ابن اثیر ص)

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

انَا ابْنُ الذَّبِيْحَيْنِ   میں دو ذبیحوں حضرت اسمٰعیل و حضرت عبداللہ کا بیٹا ہوں

پروردگار عالم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام و حضرت عبداللہ کی قربانی کا فدیہ قبول فرما کر دونوں کو بچایا کیونکہ دونوں کی پیشانیوں میں سرور عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور تھا اور انھیں کی نسل سے آپ کا ظہور مقدر ہو چکا تھا اور یہ آپ کے نور ہی کی برکت اور وجہ تھی کہ دونوں کی قربانیاں بھی منظور ہوئیں اور جانیں بھی بچیں۔ حضرت عبداللہ کی قربانی سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خوں بہا) کے دس اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار سو اونٹ مقرر ہوگئی دیت کی مقدار زیادہ ہو جانے سے ظاہر ہے کہ انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہوگی۔ اور قتل کی واردات میں بھی نمایاں کمی ہوگئی ہوگی۔ یہ گویا اسی نورِ قدسی کے ظہور کی تمہید تھی جسکے عالم وجود میں آنے سے انسانیت کی قدر و قیمت میں اضافہ اور ظلم و ستم کا خاتمہ ہونا تھا۔ حضرت عبداللہ نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے سبب بہت زیادہ حسین و جمیل، اور باپ کو سب سے زیادہ پیارے تھے اور اس واقعہ کے بعد ان کی قدر و عظمت اور زیادہ ہوگئی۔ اب آپ کے والد کو آپ کی شادی کی فکر ہوئی تو ایک روز آپ کے والد آپ کو ساتھ لے کر چلے۔ راستے میں ان کو ایک کاہنہ جس کا نام فاطمہ بنت مر الخثعمیہ تھا کتب سابقہ پڑھی ہوئی مشہور اور حسین و جمیل عورت تھی ملی۔ اُسنے حضرت عبداللہ کو بلا کر اظہار محبت کیا اور کہا کہ میں تمھیں سو اونٹ بھی دیتی ہوں جو تمھارے باپ نے

تمھارے بدلے قربان کیے ہیں۔ میری خواہش پوری کردو! آپ نے فرمایا ؎

اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَہٗ وَالْحِلُّ لَاحِلَّ فَاسْتَبِیْنَہٗ

حرام کے ارتکاب سے تو مرجانا ہی بہتر ہے اور حلال بیشک پسندیدہ ہے مگر یہ حلال نہیں ہے کیونکہ میرا تمھارا نکاح نہیں ہوا

فَکَیْفَ الْاَمْرُ الَّذِیْ تَبْغِیْنَہٗ یَحْمِی الْکَرِیْمُ عِرْضَہٗ وَدِیْنَہٗ

اس لیے جس کام کو تم چاہتی ہو وہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اور شریف آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے

اور اس وقت میرا باپ بھی میرے ساتھ ہے۔ یہ کہہ کر آپ آگے اور باپ کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبدمناف کے پاس پہنچے تو آپ کے والد نے آپ کی شادی کے متعلق ان سے گفتگو کی اور ان کی لڑکی سیدہ آمنہ جو حسب ونسب، صورت سیرت میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں انکا رشتہ عبداللہ کے لیے طلب فرمایا۔ انھوں نے بخوشی منظور فرمایا اور نکاح ہوگیا۔ نکاح کے پہلے ہی ہفتے میں سیدہ آمنہ نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی امانتدار بنگئی تھیں

اس کے بعد حضرت عبداللہ کا پھر اسی طرف سے گزر ہوا جس طرف وہ کاہنہ رہتی تھی، تو اس کو مل کر فرمایا کہ جو کچھ تو نے مجھ سے کہا تھا، یعنی خواہش پوری کرنے پر سو اونٹ دینا کیا وہ تجھے منظور ہے؟ اس نے کہا کیا آپ کسی عورت کے پاس گئے ہیں؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا ہاں! میری شادی آمنہ بنت وہب سے ہوگئی ہے۔ میں اس کے پاس گیا ہوں، اسنے کہا تو اب مجھے تمھاری کوئی حاجت نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کیوں اب کیا ہوگیا ہے۔ اس نے کہا عبداللہ! میں بدکار عورت نہیں ہوں۔ اس دن جو میں نے خواہش کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ

رَاَیْتُ فِیْ وَجْھِکَ نُوْرًا فَاَرَدْتُّ	میں نے تمھارے چہرے میں ایک نور دیکھا تھا،
اَنْ یَّکُوْنَ فِیَّ وَاَبَی اللّٰہُ اِلَّا	اور میں نے چاہا تھا کہ وہ نور مجھ میں منتقل ہو جائے،
اَنْ یُّصَیِّرَہٗ حَیْثُ اَحَبَّ ،	مگر اللہ کو منظور نہیں تھا۔ اس نے جہاں چاہا رکھ دیا،

پھر اس نے حسرت میں یہ اشعار کہے۔ ؎

لِلّٰهِ مَا زُهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ   مِنْكَ الَّذِيْ سَلَبَتْ وَمَا تَدْرِيْ

اللہ اللہ وہ کیا (ہی چیز ہے) جو ایک زہریہ بی بی نے (اے عبداللہ!) تجھ سے لے لی۔ اس نے تجھ سے وہ چیز لے لی ہے جس کی تجھ کو خبر ہی نہیں۔

بَنِیْ هَاشِمٍ قَدْ غَادَرَتْ مِنْ اَخِیْکُمْ   اَمِیْنَةُ اِذْ لِلْبَاهِ یَعْتَلِجَانِ

اے بنی ہاشم! تمہارے بھائی (عبداللہ) کو آمنہ بی بی نے خلوت کے چند لمحات میں ایسا سکھا کرکے چھوڑ دیا ہے

کَمَا غَادَرَ الْمِصْبَاحَ بَعْدَ خُبُوِّهٖ   فَتَائِلُ قَدْ مِیْثَتْ لَهٗ بِدِهَانٖ

جیسے بتی چراغ کا تیل چوس کر اس کے بجھنے کے بعد اس کو سوکھا کرکے چھوڑ دیتی ہے

وَمَا کُلُّ مَا یَحْوِی الْفَتٰی مِنْ تِلَادِهٖ   بِحَزْمٍ وَلَا مَا فَاتَهٗ لِتَوَانِیْ

جو مال (خوشیاں اور نعمتیں) آدمی کو حاصل ہوتی ہیں، یہ نہیں کہ وہ اس کی دانائی اور کوشش کا نتیجہ ہوتی ہیں اور نہ یہ ہے کہ جو چیزیں اس سے کھو جاتی ہیں وہ اس کی غفلت اور سستی سے کھو جاتی ہیں۔

فَاَجْمِلْ اِذَا طَالَبْتَ اَمْرًا فَاِنَّهٗ   سَیَکْفِیْکَهٗ جَدَّانِ یَصْطَرِعَانِ

اس لیے اے انسان! جب تجھے کوئی چیز مطلوب ہو تو اس کی طلب میں نہ سستی کر اور نہ تیزی کر راہ اعتدال اختیار کر کیونکہ سعادت و شقاوت دونوں طرح کے نصیبوں کی باہم کشتی ہوتی ہے۔

سَیَکْفِیْکَهٗ اِمَّا یَدٌ مُّقْفَعِلَّةٌ   وَاِمَّا یَدٌ مَبْسُوْطَةٌ بِبَنَانٖ

یا تو ایسا ہوگا کہ شقاوت غالب ہو جائے گی اور اس کا ہاتھ تیرا کام روک دے گا، اور یا سعادت کا غلبہ ہو جائے گا اور اس کا کھلا ہوا ہاتھ تیرا کام کر دے گا۔

ولما حوت منه امینة ماحوت   فحیزت بضخرما لذ لك ثانی

اور جب بی بی آمنہ نے ان سے وہ چیز لے لی، تو وہ اس چیز کے لینے سے ایسی فخر والی ہو گئی کہ سکی ثانی دنیا میں کہیں نہیں

فَرَجَوْتُهٗ فَخْرًا اَبُوْءُ بِهٖ   مَا کُلُّ قَادِحٍ زَنْدَهٗ یُوْرِیْ

میں نے اسی فخر کے حصول کیلیے (عبداللہ کو) چاہا تھا، مگر یہ ضروری نہیں کہ جتنے لوگ بھی چقماق سے آگ نکالنے کی کوشش کریں وہ سب کامیاب ہو جائیں۔ (کامل ابن اثیر، خصائص کبریٰ ص۱/۴۲، دلائل النبوت ابونعیم، طبقات ابن سعد ص۱/۵۹)

جس رات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور پاک نے حضرت سیدہ آمنہ کے صدف رحم میں قرار پکڑا وہ رات جمعہ کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رضوان خازن جنت کو حکم دیا کہ جنۃ الفردوس کھولے اور منادی کرنے والے فرشتے کو حکم دیا کہ وہ آسمانوں اور زمین میں پکار دے کہ اے ساکنان آسمان و زمین سن لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ نبی آخرالزماں ہادی دو جہاں کا نور آج رات اپنی والدۂ ماجدہ کے بطن میں قرار پکڑے گا۔ اور پھر آدمیوں کی طرف ایسے حال میں ظہور فرمائیگا کہ وہ بشیر و نذیر ہوگا

اس کے بعد عالم ملکوت و جبروت میں یہ ندا کی گئی کہ مقامات مقدسہ و مشرفہ کو معطر اور نہایت خوشبودار بناؤ اور مقربین ملائکہ صوفیہ جو اہل صدق و صفا ہیں وہ مقامات مقدسہ میں عبادت کے مصلے بچھائیں اس لیے کہ آج وہ نور جو آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عبداللہ تک اصلاب طاہرہ میں مستور و مخفی چلا آتا تھا، سیدہ آمنہ جو اپنی قوم کی تمام عورتوں سے حسبًا و نسبًا اصلاً و فرعًا، حسنًا و جمالاً افضل و اطیب ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ فخر اور عزت و عظمت عطا فرماکر مخصوص کیا ہے کے بطن مبارک میں منتقل ہوا ہے۔ (زرقانی علی المواہب ص ۱۰۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حمل کی رات کوئی ایسی جگہ و مکان نہ تھا جو نور سے منور نہ ہوا ہو اور قریش کے تمام چوپائے گویا ہو گئے تھے اور یہ کہتے تھے رب کعبہ کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو دنیا کی امان، اور اہل دنیا کے آفتاب ہیں ان کا حمل ٹھیر گیا ہے اور دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اور بت صبح کے وقت اوندھے پائے گئے مشرق و مغرب کے وحشی چرند و پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو بشارت دی (زرقانی علی المواہب ص ۱۰۱)

زمین سرسبز و شاداب ہوگئی سوکھے درخت ہرے اور پھل دار ہوگئے۔ قریش جو سخت تنگی میں مبتلا تھے ہر طرف سے کثیر خیر کے آنے سے خوش حال ہو گئے۔ اس قدر خیر و برکت ہوئی کہ اس سال کا نام سنۃ الفتح والابتہاج (یعنی فتح و ترو تازگی و خوش حالی کا سال) رکھا گیا۔

(مواہب و زرقانی ص ۱۰۱ و خصائص کبریٰ ص ۴۷)

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ثُمَّ اِنَّ اُمِّیْ رَأَتْ فِیْ مَنَامِهَا اَنَّ الَّذِیْ فِیْ بَطْنِهَا نُوْرٌ پھر میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ انکے پیٹ میں نور ہے۔

(مواھب ص۱۰۱)

چنانچہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ مدت حمل میں مجھے کسی قسم کی ذرہ بھر کوئی تکلیف یا کوئی شکایت یا ان چیزوں کی خواہش جو حاملہ عورتوں کو ہوا کرتی ہے نہیں ہوئی، بلکہ طبیعت میں فرحت جسم میں خوشبو اور چہرے میں چمک پیدا ہوگئی۔ اور میں نے کسی عورت کے حمل کو نہیں دیکھا جو اس حمل سے زیادہ خفیف اور برکت میں اس سے زیادہ عظیم ہو۔ (زرقانی علے المواہب ط۱۰۱)

هٰذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِیْبِ بِهٖ وَلَیْسَ فِیْ حَمْلِهَا کَرْبٌ وَلَاضَرَرٌ

فرماتی ہیں کہ خواب میں کسی کہنے والے نے مجھ سے کہا کہ کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ تم سید العالمین، خیر البریہ اور اس امت کے نبی کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو؟ جب وہ پیدا ہوں تو انکا نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) رکھنا، اور یہ تعویذ ان کے گلے میں ڈال دینا۔ جب میں بیدار ہوئی تو ایک سونے کا صحیفہ میرے سر کے پاس پڑا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا

اُعِیْذُهٗ بِالصَّمَدِ الْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ

اس اللہ تعالیٰ (جو ذات و صفات میں) یکتا و بے نیاز ہے کی ہر حاسد کے شر سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی حفظ و نگہبانی چاہتی ہوں۔

وَکُلِّ خَلْقٍ رَائِدٍ مِنْ قَائِمٍ وَقَاعِدٍ

اور ہر اس مخلوق سے جو بدی کا طالب ہے، وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اس کے شر سے حفظ و امان چاہتی ہوں۔

عَنِ السَّبِیْلِ عَانِدٍ عَلَی الْفَسَادِ جَاهِدٍ

اور اس سے جو سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور فساد پر آمادہ ہے

مِنْ نَافِثٍ اَوْ عَاقِدٍ وَکُلِّ خَلْقٍ مَارِدٍ

اور جادوگر سے جو گرہوں میں سحر پھونکتا ہے اور ہر اس مخلوق سے جو سرکش و نافرمان ہے۔

(دلائل النبوۃ ابونعیم خصائص کبریٰ ص۴۲ زرقانی علے المواہب ص۱۰۱)

حضرت عبداللہ کی وفات

ابھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ قریش کے
چند تاجروں کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام میں گئے۔ واپسی کے وقت کھجوریں خریدنے کیلئے
مدینے میں اُترے۔ وہیں بیمار ہوگئے اور پچیس۲۵ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے آپکو نابغۃ الجعدی
زمین میں، یا مقام ابوار میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات پر سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے۔

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنِ ابْنِ هَاشِمٍ   وَجَاوَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ

بطحا کی زمین آل ہاشم (عبداللہ) سے خالی ہوگئی ہے۔ وہ کفن میں لپٹے ہوئے اپنے اہل سے بہت دور قبر میں چلے گئے ہیں

دَعَتْهُ الْمَنَايَا بَغْتَةً فَأَجَابَهَا   وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

موت نے ان کو اچانک پکارا اور انھوں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا۔ افسوس موت نے ابن ہاشم (عبداللہ) کی مثل
لوگوں میں کوئی نہیں چھوڑا۔

عَشِيَّةَ رَاحُوا يَحْمِلُونَ سَرِيرَهُ   تَعَاوَرَهُ أَصْحَابُهُ فِي التَّزَاحُمِ

ان کے دوست شام کے وقت ان کا جنازہ محبت و پیار سے اُٹھاکر چلے تو ازراہ محبت وہ باری باری کندھا دینے میں
ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

فَإِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَرَيْبُهَا   فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيرَ التَّرَاحُمِ

اگرچہ موت اور اس کے اسباب نے عبداللہ کو اچانک پکڑلیا ہے (مگر ہم ان سے جدا ہوگئے) چونکہ وہ بہت زیادہ
سخی اور بہت زیادہ مہربانی فرمانے والے تھے۔

(طبقات ابن سعد ص ۶۲/۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ کی وفات ہوئی ملائکہ نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار تیرا نبی یتیم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا حافظ و مددگار ہوں۔ (مواہب و زرقانی ص ۱۱۵)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لئے یتیم کر دیا گیا (اور سارے سہارے توڑ دیے گئے تھے) تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آپ کی سربلندیاں فلاں شخص کی شرمندۂ احسان ہیں۔ مواہب، زرقانی۔ خصائص کبریٰ ص ۴۷)

ظہور قدسی

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جب دعائے خلیل اور نوید مسیحا کے مجسم بن کر ظاہر ہونے کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور آفتاب کو عظیم نورانیت کا لباس پہنا دو تاکہ اس کی روشنی اور زیادہ ہو (دلائل النبوت، خصائص کبریٰ ص ۴۷ زرقانی علے المواہب ص ۱۱۱)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی پیدائش کا وقت قریب آگیا تو اسوقت حضرت عبدالمطلب کعبہ میں تھے، اور میں گھر میں اکیلی تھی مجھ کو دردزہ ہو رہا تھا کہ میں نے ایک ہولناک آواز سنی جس سے میں ڈر گئی اور مجھ پر خوف طاری ہوا، اسی وقت ایک سفید پرندہ ظاہر ہوا، اس نے اپنا بازو میرے سینے پر پھیرا جس کے پھرتے ہی میرا سب درد اور خوف وغیرہ جاتا رہا پھر میں نے اپنے پاس ایک سفید چیز کا بھرا ہوا پیالہ دیکھا جس کو میں نے دودھ گمان کیا، اس وقت مجھے پیاس بھی تھی میں نے اس کو پی لیا۔ پھر ایک نور سا ظاہر ہوا تو میں نے اپنے پاس چند عورتوں کو پایا جو قد و قامت اور حسن و جمال میں عبد مناف کی بیٹیوں کی مثل (یعنی بہت حسین و جمیل) تھیں، انھوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا، اور میں حیران تھی کہ یہ کون ہیں، اور ان کو کس شخص نے میرے حال کی خبر دی ہے کہ میرے پاس آئی ہیں پھر انھوں نے کہا کہ ہم آسیہ (فرعون کی بی بی)

اور مریم (عیسٰے علیہ السلام کی والدہ) ہیں اور یہ ہمارے ساتھ جنت کی حوریں ہیں۔ پھر میں نے مردوں (یہ ملائکہ تھے جو مردوں کی شکل میں متشکل تھے) کو دیکھا کہ ہوا میں (بہ سلسلۂ ولادت تعظیمًا کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کی ابریقیں ہیں۔ پھر میں نے پرندوں کے جھنڈ دیکھے جنھوں نے آکر میرے حجرے کو ڈھانپ لیا، ان کی چونچیں زمرد کی، اور بازو یاقوت کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات اُٹھا دیے تو میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے تین جھنڈے دیکھے، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا کعبہ شریف پر قائم تھا۔

(زرقانی علے المواہب جلد ا صفحہ ۱۱۲)

پھر آپ پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک ایسا نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان کی ہر چیز روشن ہو گئی۔ اور میں نے ملک شام کے محلات کو دیکھ لیا۔ اور آپ کے ساتھ کسی قسم کی آلودگی نہیں تھی۔ نہایت پاک و صاف تھے اور آپ سے ایسی خوشبو ظاہر ہوئی کہ سارا کمرہ مہک گیا۔ اور پیدا ہوتے ہی آپ بتضرع سجدے میں چلے گئے، اور آپ کی شہادت کی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں اور باقی انگلیاں بند تھیں۔

پھر میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید نوری ابر آتا ہوا دیکھا جس میں سے سفید گھوڑوں کے ہنہنانے، طائروں کے بازوؤں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی، اس نے آکر آپ کو ڈھانپ لیا اور مجھ سے غائب کر دیا پھر میں نے سُنا کہ کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ آپ کو روئے زمین اور اس کے مشارق و مغارب کا طواف اور ساتوں دریاؤں کی سیر کراؤ!

لـه آپ کے نور سے دُنیا کی ہر چیز کا روشن ہو جانا، اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے نورِ ہدایت سے دنیا منور ہو گی اور ظلمتیں کافور ہو جائیں گی۔ شام کے محلات کا خصوصیت سے روشن ہو کر آپ کی والدہ کو نظر آنا اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے نور سے ملک شام مخصوص کیا گیا ہے۔ اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم شام کی سکونت اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ شام کا مُلک اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین سے برگزیدہ کیا ہے۔ اور ملک شام میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو جمع کرے گا۔

اور ہر ذی روح جن وانس، وحوش وطیور اور ملائکہ کے سامنے پیش کرو، تاکہ تمام مخلوق آپ کو اور آپ کے نام کو اور آپ کی صفات حسنہ کو پہچان لے۔ اور آپ کو آدم علیہ السلام کا خلق، شیث علیہ السلام کی معرفت، نوح علیہ السلام کی شجاعت، ابراہیم علیہ السلام کی خلت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان، اسحٰق علیہ السلام کی رضا، صالح علیہ السلام کی فصاحت، لوط علیہ السلام کی حکمت، یعقوب علیہ السلام کی بشارت، موسیٰ علیہ السلام کی شدت وقوت، ایوب علیہ السلام کا صبر، یونس علیہ السلام کی طاعت، یوشع علیہ السلام کا جہاد، داؤد علیہ السلام کی آواز، دانیال علیہ السلام کی حب، الیاس علیہ السلام کا وقار، یحییٰ علیہ السلام کی عصمت، عیسےٰ علیہ السلام کا زہد عطا کرو اور تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) کے اخلاق میں غوطہ دو تاکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے صفات آپ میں جمع ہوں پھر ابر ہٹ گیا تو میں نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ سبز رنگ کے ریشم کو پکڑے ہوئے ہیں جو رستی کی مانند لپٹا ہوا تھا اور اس سے پانی نکل رہا تھا اور یکا یک آواز آئی کہ بخ بخ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ساری دُنیا پر قبضہ کرلیا ہے اور کوئی مخلوق ایسی نہیں رہی جو آپ کے قبضے میں نہ آئی ہو حضرت آمنہ فرماتی ہیں پھر میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا پایا۔ اور آپ کے جسم سے نہایت پاکیزہ اور تیز خوشبو مہک رہی تھی پھر میں نے تین آدمی دیکھے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت، اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا، اس نے اس حریر کو پھیلایا اور اس میں سے ایک ایسی مہر نکالی جس کا نور اتنا تیز تھا کہ آنکھوں میں اس کے دیکھنے کی تاب نہیں تھی، پھر اس لوٹے سے آپ کو سات بار غسل دیا اور اسی مہر سے آپکے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی۔ اور حریر میں آپ کو لپیٹ کر اُٹھایا اور ایک ساعت اپنے بازؤں پر رکھا پھر مجھے دے دیا اور غائب ہوگئے۔ (زرقانی علی المواہب ص۱۱۲ج۱، خصائص کبریٰ ص۴۸ج۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپکے کان میں رضوان خازن جنان نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کو بشارت ہو کہ کسی نبی کا علم ایسا نہیں رہا جو آپ کو نہ دیا گیا ہو۔ آپ علم میں کل انبیاء کرام (علیہم السلام) سے زیادہ ہیں اور قلبی طاقت و قوت میں ان سب سے

زیادہ قوی و شجاع ہیں (زرقانی علی المواہب جلد ۱ صفحہ ۱۱۵، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۹)

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ میں آپ کی دایہ تھی۔ بوقت ولادت میں نے چھ چیزیں دیکھیں اول آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ دوم سجدہ سے سر اٹھا کر بزبان فصیح کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ سوم آپ کے نور سے سارا گھر روشن ہو گیا۔ چہارم میں نے آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی اے صفیہ تو غسل کی تکلیف نہ کر ہم نے انکو پاک و صاف پیدا کیا ہے۔ پنجم میں نے اس خیال سے کہ لڑکی ہے یا لڑکا، دیکھا تو آپ ختنہ کیے ہوئے اور ناف کٹے ہوئے تھے۔ ششم میں نے چاہا کہ آپ کو کرتہ پہناؤں تو میری نظر آپ کی پشت مبارک پر پڑی تو اس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا (شواہد النبوت)

حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی ولادت کے وقت میں خانۂ کعبہ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانۂ کعبہ نور سے معمور ہو گیا اور ستارے زمین کے اس قدر قریب آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۱۶/۱ بیہقی، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر، خصائص ص ۴۵/۱)

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ شبِ ولادت میں کعبہ میں تھا قریب وقت سحر میں نے دیکھا کہ کعبہ نے مقام ابراہیم کی طرف سجدہ کیا اور تکبیر کہی (یعنی سجدۂ شکر ادا کیا کہ مجھ کو بتوں اور مشرکوں سے پاک کرنے والا آ گیا ہے) اور تمام بت جو کعبہ اور اس کے ارد گرد نصب کیے ہوئے تھے اوندھے گر گئے جب سب سے بڑا بت جس کا نام ہُبل تھا منہ کے بل گرا تو اس کے اندر سے آواز آئی کہ آگاہ ہو جاؤ پیغمبر آخر الزماں پیدا ہو گئے اور ان کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۵، معارج النبوۃ ص ۵۵/۲)

ایوان کسریٰ (جو دنیا کی مضبوط ترین عمارتوں میں سے تھا) اس میں زلزلہ پڑ گیا اور اس کے چودہ کنگرے زمین پر گر پڑے۔ بحیرہ ساوہ[1] دفعۃً خشک ہو گیا۔ فارس کا آتش کدہ جو متواتر ایک ہزار سال سے

---

[1] ساوہ بلاد فارس میں ہمدان و رے کے عین وسط میں ایک شہر تھا، وہاں ایک قطعۂ آب تھا جو بحیرہ ساوہ کہلاتا تھا۔ بحیرہ ۶۵ میل لمبا، اور اتنا ہی تقریباً چوڑا تھا۔ اس کے کناروں پر بہت سے معبد اور کنیسے تھے۔ آپ کی ولادت کے وقت اس کا سارا پانی یکایک زمین میں جذب ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اہل ساوہ نہایت غمگین ہوئے۔

روشن تھا (جس میں مجوسی و پارسی آگ کی پوجا کرتے تھے) یک دم بجھ گیا۔ شیاطین کا آسمانوں پر آنا جانا بند ہوگیا۔ (ابن عساکر، زرقانی علے المواہب ص۱۲۱، خصائص کبریٰ ص۵۱)

کسریٰ بادشاہ اپنے محل کے پھٹ جانے اور چودہ کنگروں کے گر جانے اور آتشکدہ میں آگ کے بجھ جانے سے بہت خائف اور سخت مضطرب ہوا۔ صبح اس نے اپنے دربار کے تمام کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کرکے یہ واقعہ ان کے سامنے پیش کیا تو بہت بڑے قاضی اور نجومی جنکو موبذ کلاں کہتے تھے انھوں نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ عرب کے بے مہار شتر، عربی گھوڑوں کو ہنکاتے ہوئے لا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دجلہ پار کرکے فارس (ایران) کے تمام شہروں میں پھیل گئے ہیں اس خواب کو سن کر بادشاہ اور پریشان ہوا، تو اس نے نعمان بن منذر والیٔ یمن کو لکھا کہ ایک بہت ہشیار نجومی میرے پاس بھیجیے جو میرے سوالات کا صحیح جواب دے سکے۔ اس نے عبدالمسیح بن عمر غسانی کو بھیج دیا۔ بادشاہ نے ان حوادث کا حال اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ان کا جواب میرا ماموں سطیح جو بہت ہی بڑا کاہن اور جس کی عمر تقریباً چھ سو سال ہے وہ دے گا۔ بادشاہ نے کہا جاؤ، اور اس سے پوچھ کر جلدی واپس آؤ! چنانچہ عبدالمسیح نے وہاں پہنچ کر اس کو قریب المرگ پایا، بادشاہ اور اپنی طرف سے سلام و نیاز پیش کیا لیکن کوئی جواب نہ پایا۔ بعد ازاں سطیح نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا اے عبدالمسیح تجھے کسریٰ بادشاہ نے اپنے ایوان کے کنگروں کے گر جانے اور آگ کے سرد ہو جانے اور موبد کے خواب کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اے عبدالمسیح بحیرہ سادہ کا خشک ہو جانا اور آگ کا بجھ جانا وغیرہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ عرب میں صاحب التلاوت یعنی صاحب القرآن (نبی صلے اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے ہیں اور بادشاہ کے ایوان کے چودہ کنگروں کا گر جانا اسطرف اشارہ ہے کہ چودہ حکمراں تخت نشین ہوں گے اور پھر وہ سلطنت ان کے ہاتھوں سے نکل جائیگی یہ کہکر سطیح مر گیا۔ اور عبدالمسیح نے واپس آکر بادشاہ کو اس کا جواب سنایا۔ بادشاہ نے مطمئن ہو کر کہا کہ چودہ بادشاہوں کے گزرنے کے لیے عرصہ دراز چاہیے۔ مگر ہوا یہ کہ چار سال کے عرصے میں دس حکمراں گزر گئے اور باقی چار امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں پورے ہوگئے اور لشکر اسلام نے اس کو فتح کرلیا۔

اور یہ ملک خادمان رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آگیا۔

(مدارج النبوت خصائص کبریٰ ص۵۱ شواہد النبوت ص۲۶)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنات میں سے ایک جن میرا دوست تھا وہ مجھ کو آئندہ کے حالات کی خبر دیا کرتا تھا اور میں ان خبروں کے ذریعے سے بہت فائدہ اٹھایا کرتا تھا ایک دن وہ آیا اور آکر کہنے لگا کہ اب اخبار سماوی ہم سے روک دی گئیں ہیں۔ جب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو ہم پر ستارے ٹوٹ کر پڑتے ہیں اب تو راہ ہدایت تلاش کر کہ ایک نبی بنی ہاشم میں ظاہر ہوا ہے۔ (عطر الوردہ)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سُنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکایک چلا چلا کر یہود کو پکارنا شروع کر دیا اس کی پکار سن کر سب یہودی جمع ہو گئے اور کہنے لگے تجھے کیا ہو گیا؟ کہنے لگا کہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا وہ ستارہ جس کی ساعت میں انہوں نے پیدا ہونا تھا، وہ آج کی شب طلوع ہو گیا ہے۔

(زرقانی علی المواہب ص۱۲۱ سیرت ابن ہشام ص۱۶۵ مواہب بیہقی ابونعیم خصائص کبری ص۴۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں سکونت پذیر تھا جس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اس کی صبح کو اس نے کہا اے گروہ قریش کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں کہنے لگے جاؤ معلوم کرو کیونکہ آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت (مہر نبوت) ہے۔ قریش نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے انھوں نے آکر اس کو بتایا تو وہ ان کے ساتھ آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آیا۔ آپ کی والدہ نے قریش کے کہنے سے آپ کو نکالا۔ اس یہودی نے جب آپ کو اور آپ کی علامت یعنی مہر نبوت کو دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا، لوگوں نے کہا تجھے کیا ہوا؟ کہنے لگا خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی اے گروہ قریش سن لو اور خوش ہو جاؤ کہ یہ نبی ہیں۔ اور یہ

تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق و مغرب میں ان کے غلبے کی خبریں شائع ہوں گی۔
(ابن سعد۔ حاکم بیہقی ابونعیم زرقانی علی المواہب ص۱۲۰ خصائص کبریٰ ص۴۹)

مقبول بارگاہ سید المرسلین امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

أَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ ‍ ‍ ‍ ‍ يَا طِيْبَ مُبْتَدَءٍ مِّنْهُ وَّمُخْتَتَمِ

آپکے زمانِ ولادت نے آپکے عنصر کی پاکی و لطافت و طہارت کو ظاہر کر دیا اللہ رے آپکی ابتدا و انتہا کی پاکی یا بوئے خوش

يَوْمٌ تَفَرَّسَ فِيْهِ الْفُرْسُ أَنَّهُمُ ‍ ‍ ‍ ‍ قَدْ أُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

آپکی ولادت کا دن وہ دن تھا جسمیں اہل فارس نے فراست سے معلوم کر لیا کہ وہ نزول بلا و عذاب اور زوال سلطنت سے ڈرائے گئے ہیں

وَبَاتَ اِيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ ‍ ‍ ‍ ‍ كَشَمْلِ أَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ

آپکی ولادت با سعادت کے وقت کسریٰ کا محل پھٹ کر یوں بے جُڑے رہ گیا جیسے کہ لشکر کسریٰ کو پھر جمع ہونا نصیب ہوا

وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْأَنْفَاسِ مِنْ أَسَفٍ ‍ ‍ ‍ ‍ عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَدِ

آپکے میلاد شریف کے وقت آتش مجوس کے شعلے بسبب افسوس کے سرد پڑ گئے اور نہر فرات ندامت غم کے مارے اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ کے کھالے میں جا پڑی

وَسَاءَ سَاوَةَ أَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا ‍ ‍ ‍ ‍ وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِي

اس روز اہل ساوہ اس امر سے غمگین ہوئے کہ ساوہ بحیرہ کا پانی خشک ہو گیا اور پیاسے جو اسکے گھاٹ پر آئے غمگین و ناکامیاب واپس لوٹے۔

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْأَنْوَارُ سَاطِعَةٌ ‍ ‍ ‍ ‍ وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ

اور اس دن جن غیب سے آپکے ظہور کی آوازیں دے رہے تھے اور انوار چمک رہے تھے اور حق ظاہر و باطن سے ظاہر ہو رہا تھا

عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ ‍ ‍ ‍ ‍ تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

منکرین اندھے اور بہرے ہو گئے ان کو بشارتوں کا اعلان سنائی نہ دیا اور نہ تخویف کی تجلی ان کو نظر آئی۔

مِنْ بعد مَا اَخْبَرَالْاَ قْوَامَ کَاهِنُهُمْ   بِاَنَّ دِیْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ یَقُمِ

حالانکہ انکو ان کے کاہنوں نے پہلے ہی خبریں دیدی تھیں کہ انکا ناراست دکج دین آئندہ قائم نہیں رہے گا

وَبَعْدَ مَا عَایَنُوْا فِی الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ   مُنْقَضَّةٍ وَفْقَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ صَنَمٍ

اور باوجود اس کے کہ انھوں نے اطراف آسمان میں شہاب گرتے دیکھے جس طرح کہ زمین پر بتوں کا اوندھے اور منھ کے بل گرنا دیکھا۔

(قصیدہ بردہ شریف)

پیدائش کے تین روز بعد حضرت عبدالمطلب آپ کو خانۂ کعبہ میں لے گئے اور یوں کہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ   هٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَان

ہر حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ پاکیزہ و خوب صورت لڑکا عطا فرمایا ہے

قَدْ سَادَ فِی الْمَهْدِ عَلَی الْغِلْمَان   اُعِیْذُہٗ بِاللّٰہِ ذِی الْاَرْکَان

یہ وہ لڑکا ہے جو گہوارے ہی میں تمام لڑکوں پر سردار ہوگیا۔ میں اسکو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں جو عزت و قوت والا ہے

(طبقات ابن سعد ص۹۵ ج۱)

آپ کے چچا ابولہب کو اس کی لونڈی ثویبہ نے آکر کہا میرے آقا آپ کے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر نہایت خوب صورت فرزند پیدا ہوا ہے ابولہب اس خبر کو سن کر اس قدر خوش ہوا کہ ثویبہ کو آزاد کر دیا۔

ف ۔ سب مسلمان جانتے ہیں کہ ابولہب نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس نے اپنی ساری زندگی آپ کی دشمنی میں صرف کر دی تھی۔ ایسا سخت کافر کہ قرآن مجید میں پوری سورۂ تبت یدا ابی لہب اس کی مذمت میں اتری۔ باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کرنے کا جو فائدہ اس کو حاصل ہوا وہ دیکھیے!

فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْلَهَبٍ رَاٰہُ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِیْبَةٍ	جب ابولہب مرا تو اس کے گھر والوں نے اسکو خواب میں
قَالَ لَهٗ مَا ذَا لَقِیْتَ؟ قَالَ اَبُوْلَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَکُمْ خَیْرًا	بہت برے حال میں دیکھا، پوچھا کیا گزری؟ ابولہب نے کہا
اِنِّیْ سُقِیْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِیْ ثُوَیْبَةَ (بخاری)	تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی، ہاں مجھے اس

(کلمے کی انگلی) سے پانی ملتا ہے (جس سے میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے) کیوں کہ میں نے (اس انگلی کے اشارے سے) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

غور فرمائیے! ابولہب کافر تھا ہم مومن، وہ دشمن ہم غلام، اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی نہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہونے کی، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں۔ جب دشمن اور کافر کو ولادت کی خوشی کرنے کا اتنا فائدہ پہنچ رہا ہے تو غلاموں کو کتنا فائدہ پہنچے گا؟ ؎

دوستاں را کجا کنی محروم　　تو کہ با دشمناں نظر داری

حافظ الحدیث علامہ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری دمشقی رح اسی ابولہب کے واقعہ کو لکھکر فرماتے ہیں

فَمَا بَالُ حَالِ الْمُسْلِمِ الْمُوَحِّدِ مِنْ أُمَّتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِيْ يُسَرُّ بِمَوْلِدِهٖ وَيَبْذُلُ مَا تَصِلُ إِلَيْهِ قُدْرَتُهٗ فِيْ مَحَبَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَمْرِيْ إِنَّمَا يَكُوْنُ جَزَاؤُهٗ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ أَنْ يُدْخِلَهٗ بِفَضْلِهِ الْعَمِيْمِ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ (زرقانی علے المواہب ع ۱۳۹/۱)

جب کافر ابولہب ولادت کی خوشی کرنے سے انعام دیا گیا تو اس موحد مسلمان کا کیا حال ہے؟ جو آپ کی ولادت سے مسرور ہو کر آپ کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتا ہے فرماتے ہیں مجھے میری جان کی قسم اللہ کی طرف سے اسکی جزا یہی ہوگی کہ اللہ اپنے فضل عمیم سے اسکو جنات نعیم میں داخل فرمائیگا۔

امام المحدثین علامہ احمد بن محمد القسطلانی شافعی المصری رحمۃ اللہ علیہ میلاد شریف کرنیوالوں کے متعلق فرماتے ہیں

وَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ وَمِمَّا جُرِّبَ مِنْ خَوَاصِّهٖ أَنَّهٗ أَمَانٌ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ وَبُشْرٰى عَاجِلَةٌ بِنَيْلِ الْبُغْيَةِ وَالْمَرَامِ فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً اتَّخَذَ لَيَالِيَ شَهْرِ مَوْلِدِهِ الْمُبَارَكِ أَعْيَادًا (زرقانی علی المواہب ص ۱۳۵/۱)

کہ ان پر اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور یہ میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کیلئے حفظ و امان کا سال ہو جاتا ہے اور میلاد شریف کرنیوالے کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو ولادت کی مبارک راتوں میں مسرت و شادمانی کا اظہار کرکے میلاد منایا جاتا ہے۔

شیخ المحدثین حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے جس میں ابولہب کو ولادت کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کرنے سے پانی ملتا ہے فرماتے ہیں

درین جا سند است مر اہل موالید را که در شب میلاد آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود و قرآن بمذمت وے نازل شدہ چوں بسرور میلاد آں حضرت و بذل جاریۂ وے بجہت آں حضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملواست بمحبت و سرور و بذل مال در وے چہ باشد ولیکن باید کہ از بدعتہا کہ عوام احداث کردہ انداز تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد۔

(مدارج النبوت جلد دوم ص۱۹)

کہ اس حدیث میں میلاد شریف کرنے والوں کی روشن دلیل ہے جو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں، یعنی ابولہب جو کافر تھا، اور جس کی مذمت میں قرآن پاک نازل ہوا جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں محبت سے بھرپور مال خرچ کرتا ہے۔ اور میلاد شریف کرتا ہے لیکن چاہیے کہ محفل میلاد شریف عوام کی بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں وغیرہ سے خالی ہو۔

علامہ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان کے مصنف آیہ کریمہ محمد رسول اللہ کے تحت فرماتے ہیں

وَمِنْ تَعْظِيْمِهٖ عَمَلُ الْمَوْلِدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مُنْكَرٌ قَالَ الْاِمَامُ السَّيُوْطِيُّ يُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهٖ۔ (روح البیان)

کہ میلاد شریف کرنا بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک تعظیم ہے جبکہ وہ بری باتوں سے خالی ہو، امام سیوطی نے فرمایا ہے کہ ہمارے لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

پھر فرماتے ہیں

وَقَدِ اسْتَخْرَجَ لَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ اَصْلًا مِنَ السُّنَّةِ وَكَذَا الْحَافِظُ السَّيُوْطِيُّ وَرَدَّا عَلٰى اِنْكَارِهَا فِيْ قَوْلِهٖ اِنَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ بِدْعَةٌ مَذْمُوْمَةٌ (روح البیان)

حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے میلاد شریف کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو میلاد کو بدعت کہہ کر منع کرتے ہیں۔

علامہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَخْبَرَنِیْ سَیِّدُ الْوَالِدُ قَالَ کُنْتُ اَصْنَعُ فِیْ اَیَّامِ الْمَوْلَدِ طَعَامًا صِلَۃً بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَفْتَحْ لِیْ سَنَۃً مِنَ السِّنِیْنَ شَیْءٌ اَصْنَعُ طَعَامًا فَلَمْ اَجِدْ اِلَّا حُمُّصًا مُقْلِیًا فَقَسَمْتُہٗ بَیْنَ النَّاسِ فَرَاَیْتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ یَدَیْہِ ھٰذِہِ الْحُمُّصِ مُتَبَھِّجًا بَشَاشًا

میرے والد ماجد نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد شریف کے دنوں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں کھانا پکوایا کرتا تھا۔ ایک سال سوائے بھنے ہوئے چنوں کے کچھ میسر نہ آیا وہی لوگوں میں تقسیم کر دیے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے روبرو ہیں اور آپ بہت ہی مسرور اور خوش ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وذکرھم بایام اللہ (قرآن) اور یاد دلاؤ ان کو اللہ کے دن

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ سب دنوں اور راتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے اور سب دن اللہ کے ہی ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے دن ہیں جن کو خاص طور پر یاد دلانے کا حکم دیا گیا ہے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے۔ اہل ایمان جانتے ہیں کہ سردار دو جہاں، باعث کون ومکاں، رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں باقی تمام نعمتیں انھیں کا صدقہ ہیں اگر وہ نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

تو جس دن یہ نعمت عظمیٰ عطا ہوئی اس دن کو یاد دلانا، اور لوگوں کو بتانا کہ یہ ہے وہ دن جس دن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کو بھیج کر مومنوں پر بڑا احسان وانعام فرمایا۔ اس حکم الٰہی کی تعمیل ہے اور اسی پر ان ایام کو جن میں بڑے بڑے واقعات ظہور میں آئے۔ اور بزرگان دین پر انعامات الٰہیہ کو قیاس کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم

مکۂ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینۂ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورا کا روز
رکھتے ہوئے دیکھا تو ان سے فرمایا کہ تم عاشورا کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ یہ دن نہایت
مقدس و مبارک ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمن فرعون سے نجات بخشی اور آ
تعظیماً اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ

فَنَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰے مِنْكُمْ ہم موسیٰ (علیہ السلام) کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیاد
فَصَامَہٗ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ (بخاری مسلم۔ ابوداؤد) حقدار ہیں پس حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ کا حکم

ناظرین غور فرمائیں کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات بخش
وہ دن قوم بنی اسرائیل کے نزدیک مبارک اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اسکا مبارک ہ
مسلّم۔ بنی اسرائیل اس دن کی تعظیم کریں اور اس کو منائیں تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ و
اس کو بدعت نہ کہیں، بلکہ فرمائیں کہ ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں کہ اس کی تعظیم کریں اور اسکو منائی
چنانچہ خود بھی منایا اور منانے کا حکم بھی دیا۔ تو جس دن وہ کائنات کے نجات دہندہ تشریف لا
جن کے تشریف لانے سے کائنات کو کفر و شرک، ظلم و ستم، جہالت و گمراہی سے نجات حاصل ہوئی
وہ دن کیوں نہ منایا جائے۔

حق یہ ہے کہ میلاد کی محفلیں کرنا بہت ہی زیادہ باعث رحمت و برکت اور مفید ہے
کیونکہ سامعین کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسب و نسب، پیدائش و پرورش، بچپن و جوانی
بعثت و نبوت، فضائل و کمالات، اولاد و ازواج اور بہت سے دینی مسائل معلوم ہو جاتے ہیں
اور آج کل اس کی سخت ضرورت ہے نیز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات اور حالات سُن کر
ایمان قوی ہوتا ہے اور محبت بڑھتی ہے۔ عمل میں تیزی، جذبات میں فرحت، اور اپنے اخلاق و
اعمال کو انھیں کے ارشادات کے مطابق کرنیکی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو محسن
کائنات علیہ الثناء والتحیات کی سیرت و صورت، خصائص و محامد کے بیان اور حمد و نعت کے نغموں سے اپنے قلوب کو منوّر
اور صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش کرکے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

تاریخ ولادت

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کس ماہ، کس تاریخ، اور کس دن میں ہوئی ؟
جہاں تک ماہ اور دن کا تعلق ہے اس میں سب کا اتفاق ہے کہ ماہ ربیع الاول شریف دن پیر تھا
چنانچہ علامہ امام محمد بن عبد الباقی المالکی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ وُلِدَ فِیْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ وَنَقَلَ ابْنُ الْجَوْزِیِّ الْاِتِّفَاقَ۔

اور مشہور یہی ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور محدث ابن جوزیؒ نے اس بات پر اجماع واتفاق نقل کیا ہے۔

(زرقانی علے المواہب ص۱۳۲)

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ ص۱۷۹)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اسی دن ہماری ولادت ہوئی اور اسی دن ہم پر وحی نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔

(مسند احمد، زرقانی علے المواہب صفحہ ۱۳۲ جلد ۱)

وَكَانَ مَوْلِدُهٗ اَيْضًا وَنَقْلَتُهٗ لِيَوْمِ الْاِثْنَيْنِ هٰذَا الْاَمْرُ مُعْتَبَرٌ۔ (روض النظیف)

اور آپ کی ولادت شریف وفات شریف پیر کو ہوئی اور یہ بات معتبر ہے

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے۔ کتب تواریخ وسیر میں ربیع الاول کی دو۔ آٹھ۔ دس۔ بارہ وغیرہ کی روایات موجود ہیں بعض جدید مؤرخین نے قواعد ریاضی سے حساب لگا کر نو ربیع الاول کو قطعی قرار دیا ہے اور بعض نے قواعد ہیئت سے ثابت کیا ہے کہ

ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی۔ حالانکہ یکم اور نو ربیع الاول کی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری
مؤلف ناچیز کے نزدیک بارہ ربیع الاول کو ترجیح ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے
چنانچہ علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی المصری فرماتے ہیں۔

وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ ثَانِيْ عَشَرَ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ وَغَيْرِهٖ وَقَالَ وَعَلَيْهِ عَمَلُ اَهْلِ مَكَّةَ قَدِيْمًا وَّحَدِيْثًا فِيْ زِيَارَتِهِمْ مَوْضِعَ مَوْلِدِهٖ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ

اور مشہور یہی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم بسر دار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور یہی محمد بن اسحاق و دیگر علماء نے فرمایا ہے اور اسی پر اہل مکہ کا قدیماً و حدیثاً عمل ہے کہ وہ (آج تک اسی تاریخ کو آپکے پیدا ہونے کی جگہ کی خصوصیت سے) زیارت کرتے ہیں۔

(زرقانی علے المواهب ص ۱۳۲/۱)

اور علامہ امام محمد بن عبد الباقی المالکی الزرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں

وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَبَالَغَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ وَابْنُ الْجَزَّارِ فَنَقَلَا فِيْهِ الْاِجْمَاعَ وَهُوَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْعَمَلُ (زرقانی ص ۱۳۲/۱)

ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ جمہور کے نزدیک ہی ۱۲ ربیع الاول ہی مشہور ہے اور محدث ابن الجوزی و ابن الجزار دونوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اسی پر عمل ہے

علامہ ابن اثیر اور ابن ہشام صرف محمد بن اسحاق کی ہی روایت کو اختیار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشَرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسر دار کے دن بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے

(ابن ہشام ص ۱۶۷ کامل ابن اثیر ص ۲۰۵)

عارف کامل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ولادت وے صلے اللہ علیہ وسلم روز دوشنبہ دوازدہم ربیع الاول بنگاہ و بعجروز بعد از واقعہ فیل بود۔

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت واقعہ اصحاب فیل کے ۵۵ روز بعد بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (شواہد النبوت ص ۲۲)

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ومولود حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم آں سال بود کہ ابرہہ سپاہ وپیل بدر کعبہ آوردہ بود وہلاک گشت ورسول صلے اللہ علیہ وسلم دراں سال بوجود آمدہ بود، درروز دوشنبہ دوازدہم عشرۂ شہر ربیع الاول۔ (تاریخ طبری جلد سوم صفحہ ۳۳۹)	اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت اس سال ہوئی جس سال ابرہہ بادشاہ لشکر و ہاتھی لے کر کعبۃ اللہ شریف پر حملہ آور ہو کر آیا تھا اور وہیں ہلاک ہو گیا تھا بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

شیخ المحققین علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بداں کہ جمہور اہل سیر وتواریخ برآنند کہ تولد آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم در عام الفیل بود بعد از چہل روز یا پنجاہ و پنج روز وایں قول اصح اقوال است ومشہور آنست کہ در ربیع الاول بود وبعضے علماء دعوی اتفاق بریں قول نمودہ و دوازدہم ربیع الاول بود وبعضے گفتہ اند بدو شبے کہ گزشتہ بود ندازوے وبعضے ہشت شبے کہ گزشتہ بود واختیار بسیارے از علماء برانیست ونزد بعضے دہ نیز آمدہ وقول اول اشہر واکثر است وعمل اہل مکہ برینست در زیارت کردن ایشاں موضع ولادت شریف را دریں شب وخواندن مولود۔ (معارج النبوت صفحہ ۱۴ جلد دوم)	کہ جمہور اہل سیر وتواریخ اس پر متفق ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت واقعۂ اصحاب فیل کے چالیس یا پچپن روز بعد اسی سال ہوئی اور یہی قول تمام اقوال سے صحیح ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی اور بعض علماء اس قول پر اتفاق واجماع بیان کرتے ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ ربیع الاول کی دو تاریخ کو اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ تاریخ کو پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک دسویں رات ہے۔ اگرچہ آٹھویں تاریخ کو بہت علماء نے اختیار فرمایا ہے لیکن قول اول یعنی بارہ ربیع الاول بہت زیادہ مشہور ہے اور اسی پر علماء کی اکثریت ہے اور اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے کہ اسی تاریخ کو جائے ولادت پر حاضر ہو کر اس کی زیارت کرتے اور میلاد شریف پڑھتے ہیں۔

بلاشبہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام ولادت مکۂ معظمہ ہے، اور اہل مکہ کا قدیم سے ہر سال بارہ ربیع الاول کو جائے ولادت پر حاضر ہونا اور میلاد شریف پڑھنا اس کی روشن دلیل ہے کہ آپ کی تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول ہے۔

رضاعت

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سات روز اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا اور چند روز حضرت ثویبہ
(ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی) کا دودھ پیا ہے۔ اور بعدازاں یہ سعادت و شرف حضرت حلیمہ سعد
کو حاصل ہوا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دودھ پلانے کے لیے مخصوص کر دی گئیں

ملک عرب کا دستور تھا کہ شہر کے لوگ اپنے شیر خوار بچوں کو پرورش کرنے کیلئے دیہات میں
بھیج دیا کرتے تھے تاکہ کھلی ہوا اور آزاد فضا میں ان کے جسم کی مناسب نشوونما ہو سکے اور انمیں
عرب کی خالص خصوصیات اور مردانگی کے جوہر پیدا ہوں، اور مدت رضاعت ختم ہونے ب
معقول معاوضہ دے کر واپس لے لیتے تھے۔ اس لیے دیہات کی رہنے والی عورتیں سال میں
ایک دو مرتبہ شہر میں آتیں اور بچے لے جاتیں۔ چنانچہ اسی دستور کے مطابق قبیلۂ بنی سعد بن بکر کی
چند عورتیں جن میں ایک حلیمہ بھی تھیں مکے میں بچے لینے کی غرض سے آئیں۔ حلیمہ کے ساتھ
ان کے شوہر (حارث بن عبدالعزیٰ) اور ان کے شیر خوار بیٹے (عبداللہ) بھی تھے۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ ہم ایک گدھی اور ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئے تھے۔ قحط سالی کی وجہ سے
اونٹنی اور گدھی کا یہ حال تھا کہ گدھی سے چلا نہیں جاتا تھا، اور اونٹنی دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتی تھی
اور خود میرا یہ حال تھا کہ مجھ کو اتنا دودھ بھی نہیں آتا تھا جس سے میرے بچے کا پیٹ بھر سکے، چنانچہ وہ
بھوک کی شدت سے ہر وقت روتا اور اس کے رونے کی وجہ سے ہم نہ رات کو چین کی نیند سوتے
اور نہ دن کو آرام پاتے۔ چونکہ میں اپنی گدھی کی لاغری کی وجہ سے کچھ پیچھے رہ گئی اور دوسری سب
عورتیں مجھ سے پہلے مکے میں پہنچ گئی تھیں اس لیے انھوں سب بچوں کا انتخاب کرلیا اور نبی اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی عورت نے نہ لیا۔ کیونکہ جب اس کو بتایا جاتا کہ آپ یتیم ہیں، تو وہ یہ سمجھ کر کہ ان کا
معقول معاوضہ نہیں ملے گا آگے نہ بڑھتی، اور وہیں سے واپس ہو جاتی۔ جس وقت میں مکے میں پہنچی

اس وقت سوائے آپ کے اور کوئی بچہ نہ تھا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا واللہ! میں اس بات کو مکروہ سمجھتی ہوں کہ میں اس طرح واپس جاؤں کہ میرے ساتھ کوئی بچہ نہ ہو، میں اسی یتیم کو لے آتی ہوں شوہر نے تائید کی اور میں آپ کو لینے کے لیے چل پڑی۔

علامہ امام محمد عبدالباقی المالکی روایت فرماتے ہیں کہ جب حلیمہ حضرت عبدالمطلب کے گھر میں داخل ہوئیں تو حضرت عبدالمطلب نے ہاتف غیبی کو یہ کہتے ہوئے سُنا ؎

اِنَّ ابْنَ اٰمِنَۃَ الْاَمِیْنِ مُحَمَّدًا	خَیْرُ الْاَنَامِ وَخَیْرَۃُ الْاَخْیَارِ

بے شک آمنہ کا بیٹا امین ہے محمد ہے (اور) تمام مخلوق میں بہتر (بلکہ) تمام بہتروں میں بہتر ہے

مَا اِنَّ لَہٗ غَیْرُ الْحَلِیْمَۃِ مُرْضِعَۃٌ	نِعْمَ الْاَمِیْنَۃُ ھِیَ عَلَی الْاَبْرَارِ
حلیمہ کے سوا اس کو دودھ پلانے والی کوئی نہیں	وہ نیکوں پر بہت ہی اچھی امانت دار ہے۔
مَاْمُوْنَۃٌ مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ فَاحِشٍ	وَنَقِیَّۃُ الْاَثْوَابِ وَالْاَزْوَارِ
اور وہ ہر عیب فاحش سے مامون و محفوظ ہے۔	اور صاف لباس اور صاف بٹنوں والی ہے۔
لَا تُسَلِّمَنْہُ اِلٰی سِوَاھَا اَنَّہٗ	اَمْرٌ وَّ حُکْمٌ جَآءَ مِنَ الْجَبَّارِ
اس کو حلیمہ کے سوا کسی اور کے سپرد نہ کرنا!	کیونکہ یہ حکم خدائے جبار کی طرف سے ہے

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ عبدالمطلب مجھ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا حلیمہ سعدیہ سُن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا۔ ؎

سعادت اور حلیمی، خوبیاں دو پاس ہیں تیرے	انھی دونوں کے باعث کام سارے راس ہیں تیرے
مرے پاس ایک بچہ ہے پدر جس کا نہیں زندہ	مگر اک خاص جلوے سے ہے چہرہ اس کا تابندہ

(حفیظ)

پھر مجھے وہیں لے گئے جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو دودھ سے زیادہ سفید صوف کے پارچے میں لپٹے ہوئے سبز حریر پر سیدھا سوتے ہوئے اس طرح پایا کہ آپ کا ہاتھ آپکے سینہ مبارک پر تھا۔ اور آپ سے کستوری کی سی نہایت پاکیزہ خوشبو مہک رہی تھی اور آپکے حسن جہاں کا

یہ عالم تھا کہ میں دیکھتے ہی بصد ہزار جان و دل قربان و فریفتہ ہوگئی۔ قریب ہو کر میں نے اپنا ہاتھ نرمی اور پیار سے آپ کے سینۂ مبارک پر رکھ دیا تو آپ نے تبسم فرمایا اور اپنی مبارک آنکھیں کھولدیں آپ کی آنکھوں سے ایک نور نکلا جس کی شعاعیں آسمان تک پہنچیں اور آپ نے میری طرف دیکھا میں نے فرط محبت سے آپ کو اٹھایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور گود میں لے کر اپنی داہنی چھاتی آپ کے منہ میں دے دی تو اس قدر دودھ اترآیا کہ میں حیران تھی چنانچہ آپ نے جتنا چاہا پیا پھر میں نے آپ کو بائیں طرف پھیرا تو آپ نے بائیں چھاتی کے دودھ پینے سے انکار کر دیا اور برابر یہی طریقۂ مبارک رہا کہ ہمیشہ دائیں طرف سے دودھ پیتے، بائیں طرف سے نہ پیتے۔

اہل علم حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ پروردگار عالم نے بے شمار علوم آپ کی فطرت میں ودیعت فرما کر آپ کو پیدا کیا تھا اور آپ جانتے تھے کہ حلیمہ کا بیٹا عبداللہ بھی میرا دودھ شریک ہے اس لیے بائیں طرف آپ اس کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ گویا تشریف لاتے ہی عدل و انصاف کی مثال قائم فرمادی کہ میں کسی کا حق دبانے نہیں، بلکہ عدل و انصاف کرنے اور اہل حق کو ان کا دلانے آیا ہوں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے آپ کی والدہ حضرت آمنہ اور حضرت عبدالمطلب سے آپ کو لے جانے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے بخوشی اجازت دی۔ حضرت آمنہ نے اپنے لخت جگر نور نظر کو میرے سپرد کیا اور صحت و سلامتی کے ساتھ واپس لوٹنے کی دعائیں کیں۔

چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لیکر ۔۔۔ مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جسکے قدموں پر

پھر میں آپ کو لے کر اپنے شوہر کے پاس آئی، اور اس کو دکھلایا، تو وہ بھی آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگیا۔ ہماری وہ اونٹنی جو قحط کی ماری ہوئی ایک قطرہ بھی دودھ نہ دیتی تھی اسکے تھن دودھ سے بھر گئے۔ میرے شوہر نے اس دودھ کو خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا۔ اور خود مجھ کو اتنا دودھ آگیا کہ آپ نے اور میرے بیٹے نے سیراب ہو کر پیا اور ہم نے چین کی نیند سو کر رات گزاری۔ یہ برکات دیکھ کر میرے شوہر نے کہا حلیمہ خدا کی قسم یہ سب برکتیں اسی مبارک بچے کے سبب سے ہیں

اور میں امید کرتا ہوں کہ اس ذات بابرکات کی خدمت کی وجہ سے برکتوں میں اور اضافہ ہی ہوگا۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے طفیل ہمارا گھر رحمتوں اور برکتوں کا گہوارہ بن گیا۔

فرماتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھ کو کہا حلیمہ خاموش رہو اور ان باتوں کو چھپاؤ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس دن سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اس دن سے علمائے یہود کو کھانا، پینا، سونا اور عیش کرنا ناگوار و حرام ہو گیا ہے۔ اگر ان کو معلوم ہو گیا تو وہ اس بچے کے ساتھ اور تیرے ساتھ حسد کریں گے۔

تین دن مکے میں ٹھیرنے کے بعد دوسری عورتیں بچوں کے والدین سے رخصت لے کر چلیں تو میں بھی آپ کی والدہ کے پاس الوداعی سلام کرنے اور واپس جانے کی اجازت لینے گئی تو میں نے آپ کی والدہ سے کہا۔ خدا کی قسم آپ کا یہ بچہ جو میں نے لیا ہے ایسا بابرکت ہے کہ میں نے ایسی خیر و برکت والا بچہ ہرگز نہیں دیکھا۔ آپ کی والدہ نے اپنے نور نظر کو لے کر پیار کیا اور مجھ کو دیتے ہوئے کہا۔ ؎

اُعِیْذُہٗ بِاللّٰہِ ذِی الْجَلَالْ مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَی الْجِبَالْ

میں اس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں ہر اس جسمانی بیماری و تکالیف سے جو لاحق ہوئی ہیں اس کے لیے خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔

حَتّٰی اَرَاہُ حَامِلَ الْحَلَالْ وَیَفْعَلُ الْعُرْفَ اِلَی الْمَوَالِی

یہاں تک کہ میں اسے امر حلال کا حامل اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنیوالا ہوتے ہوئے دیکھوں

وَغَیْرِھِمْ مِنْ حَشْوَۃِ الرِّجَال

اور صرف غلاموں کے ساتھ ہی نہیں، بلکہ یہ بھی دیکھ لوں کہ ان کے علاوہ دوسرے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کے ساتھ بھی وہ نیکیاں کریں۔

اور پھر مجھ سے تاکید کی کہ اس بچے کی طرف سے خبردار رہنا، کیونکہ عنقریب اس کی ایک خاص شان ہوگی۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص۶۷)

چنانچہ واپس آکر میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور آپ کو اپنی گود میں لے لیا، تو میری گدھی نے کعبہ کی طرف تین سجدے کیے (یعنی سر کو جھکایا اور اپنا منھ زمین پر رکھا) اور پھر اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور چلی۔

ف۔ گدھی کا سجدہ کرنا اور آسمان کی طرف سر اُٹھانا پروردگار عالم کے حضور اظہار عجز و شکر تھا کہ اُسنے مجھ کو یہ شرف بخشا ہے کہ سردار دو جہاں، باعث کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آج مجھ پر سوار ہیں۔ فرماتی ہیں آپ کی برکت سے میری وہی گدھی جس سے لاغری اور کمزوری کے سبب چلا نہیں جاتا تھا، اب وہ اس قدر چست اور توانا ہوگئی کہ ان تمام سواریوں کو پیچھے چھوڑکر آگے نکل گئی جو مکے سے پہلے کی چلی ہوئی تھیں، یہ دیکھ کر دوسری عورتیں تعجب سے مجھ سے کہنے لگیں اے بنت ذویب! کیا یہ وہی گدھی ہے جس سے بوجہ لاغری چلا نہیں جاتا تھا اور گر گر پڑتی تھی؟ میں کہتی ہاں یہ وہی ہے! مگر وہ اعتبار نہ کرتیں اور کہتیں کہ آخر دو تین روز میں یہ اس قدر چالاک اور فربہ و توانا کیسے ہوگئی؟ میں قسم کھاکر کہتی کہ واللہ یہ وہی ہے! اس سے وہ بہت متعجب ہوئیں اور بولیں کہ اب تو اس کی عجیب شان ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں ان عورتوں سے گفتگو کرکے خاموش ہوئی، تو گدھی (خدا کی قدرت سے) بولی۔ میں نے سنا تو وہ یہ کہہ رہی تھی۔ واقعی اب میری بڑی اور عجیب شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مرنے (یعنی انتہائی کمزوری کہ مثل مردہ کے تھی) کے بعد زندہ کیا (یعنی توانا و فربہ اور چالاک) کیا ہے۔

يَا نِسَاءَ بَنِي سَعْدٍ اِنَّكُنَّ لَفِي غَفْلَةٍ وَهَلْ	اے بنی سعد کی عورتو تم غفلت میں ہو اور تم نہیں
تَدْرِيْنَ مَنْ عَلٰى ظَهْرِيْ خَيْرُ النَّبِيِّيْنَ	جانتی ہو کہ میری پیٹھ پر کون سوار ہے؟ میری پیٹھ پر
وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَيْرُ الْاَوَّلِيْنَ	خیر الانبیا، سید المرسلین خیر الاولین والآخرین
وَالْآخِرِيْنَ وَحَبِيْبُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ	اور حبیب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)۔ (زرقانی علی المواہب جلد اول صفحہ ۱۴۵ و مدارج النبوۃ جلد دوم ص۲۵)

فرماتی ہیں کہ راستہ میں اپنے دائیں اور بائیں سے میں سنتی تھی کہ کوئی کہنے والا کہتا تھا کہ اے حلیمہ! تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پالنے کے سبب سے) دولت مند اور بنی سعد کی تمام تمام عورتوں سے افضل و اعلیٰ ہوگئی ہے۔ اس کے بعد میں بکریوں کے گلے کے پاس سے گزری تو بکریاں دوڑ کر میرے پاس آئیں اور بولیں اے حلیمہ! تو جانتی ہے کہ تیرا رضیع محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پروردگار عالم کا رسول اور بہترین اولاد آدم ہے (مدارج النبوت ج۲ ص۲۵)

جب ہم خیر و عافیت سے اپنے گھر پہنچے تو بنی سعد کا کوئی مکان ایسا نہ رہا جس میں آپکی خوشبو نہ پہنچی ہو۔ ایک عرصے بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط اور زمین ایسی خشک اور ویران ہو چکی تھی کہ کہیں سبزے کا تنکا تک نظر نہیں آتا تھا، اور میری بکریاں جو قحط سالی کا شکار ہو کر اس قدر کمزور اور تپلی دُبلی ہو چکی تھیں کہ دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتی تھیں آپکی برکت سے فربہ اور موٹی ہوگئیں اور سب دودھ دینے لگ گئیں۔ ان کا دودھ دوہ کر ہم سب سیراب ہو کر پیتے حالانکہ ہمارے گاؤں میں کسی کی بکریاں بھی دودھ نہیں دیتی تھیں۔ چنانچہ ہماری قوم کے لوگ اپنے اپنے چرواہوں سے کہنے لگے کہ تم بکریوں کو اس چراگاہ میں کیوں نہیں لے جاتے جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں؟ لیکن انھیں کیا معلوم تھا کہ حلیمہ کی بکریوں کے سرور و نشاط کی وجہ کیا ہے اور وہ کیوں اور کیسے موٹی ہوگئی ہیں، اور ان میں دودھ کیسے اور کہاں سے آگیا ہے؟ یہ تو حلیمہ ہی جانتی تھی جس کی آغوش میں پروردگار عالم کی رحمتیں اور برکتیں سمٹ کر آگئی تھیں اور جس کا گھر برکتوں اور مسرتوں کا گہوارہ بن گیا تھا۔ اور جو ازل سے ہی اس سعادت و شرف کے لیے مخصوص کی گئی تھی کہ اس کی بکریاں کیوں اور کس وجہ سے موٹی ہوگئی ہیں، اور کس چراگاہِ غیب سے چر کر وہ دودھ دیتی تھیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں کہ راعیانِ قوم اپنی بکریوں کو میری بکریوں کے ساتھ ایک ہی جگہ میں لے جانے اور چرانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل ان کی بکریوں اور مالوں میں بھی برکت عطا فرمائی اور ہمارے گھر میں اللہ تعالیٰ کی اس قدر رحمتیں اور برکتیں ہوئی گئیں کہ ہم ہر لحاظ سے اپنی قوم میں مکرم و معظم ہو گئے۔ اور ہمیں سمیں ذرہ برابر بھی

شک نہیں بلکہ یقین کامل تھا کہ یہ سب برکتیں آپ کے دم قدم سے ہیں۔ ؎

لَقَدْ بَلَغَتْ بِالْهَاشِمِيِّ حَلِيْمَةُ   مَقَامًا عَلَا فِيْ ذِرْوَةِ الْعِزِّ وَالْمَجْد

بیشک حلیمہ اس ہاشمی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کے سبب سے ایسے ارفع واعلےٰ مقام پر پہنچ گئی جو عزت وعظمت کا بہت بلند مقام ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ ہمارے قبیلہ بنی سعد کے لوگوں نے جب آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں بے شمار برکتوں کا نزول دیکھا تو ان کے دلوں میں بھی آپکی عظمت ومحبت پیدا ہو گئی اور ان سب کو آپ کے مبارک ہونے کا یقین ہو گیا، یہاں تک قبیلہ بنی سعد کا کوئی آدمی یا کوئی جانور (اونٹ بکری وغیرہ) جب کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا، تو وہ اس کو لیکر ہمارے گھر آجاتے اور آپ کو لے کر آپکا دستِ مبارک مریض کے جسم پر پھیرتے تو وہ تندرست ہو جاتا۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۴۵)

بچپن شریف

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن　　اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

یہ ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ وہ افراد جن کے لیے ازل ہی سے شان امتیازی مقدر ہو چکی ہے۔ جب اس عالم شہود میں جلوہ گر ہوتے ہیں تو ان کے بچپن کے حالات سے ہی ان کے روشن مستقبل کا اندازہ ہو جاتا ہے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بچپن شریف بھی سراپا اعجاز تھا۔ حضرت ابن سبع نے آپ کے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ ملائکہ آپکے گھوارے کو ہلایا کرتے، یعنی جھولا جھلاتے تھے۔ (زرقانی علی المواہب ص۱۴۵ ج۱۔ خصائص کبریٰ ص۵۳ ج۱)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلے اللہ علیہ وسلم) میں نے آپ کے بچپن میں آپ کی ایک ایسی بات دیکھی تھی جو آپکی نبوت پر دلالت کرتی تھی، اور میرے ایمان لانے میں اس کو بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ وہ یہ تھی کہ میں نے آپ کو گہوارے میں چاند سے کلام کرتے، اور جدھر آپ کی انگلی کا اشارہ ہوتا اُدھر چاند کو جھکتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا میں چاند سے، اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا، اور وہ مجھکو رونے نہیں دیتا تھا، اور جس وقت چاند عرش الٰہی کے نیچے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا تھا۔ میں اسکے گرنے کی آواز کو سنتا تھا۔ (زرقانی علی المواہب ص۱۴۶ ج۱ بیہقی، ابن عساکر، خصائص کبریٰ ص۵۳ ج۱)

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ آپ کے بول و براز کا روزانہ ایک وقت مقرر تھا دوسرے بچوں کی طرح کبھی آپ نے کپڑوں میں بول و براز نہ کیا جب آپ دودھ پی کر فارغ ہوتے تو میں چاہتی کہ آپ کے منہ کو پونچھ کر صاف کر دوں تو مجھ سے پہلے ہی غیب سے کوئی صاف کر دیتا، جب آپ کا ستر کھل جاتا، تو آپ رونے لگ جاتے جس سے میں سمجھ جاتی کہ آپ کا ستر کھل گیا ہے فوراً آکر ڈھانپتی اور اگر کبھی دیر ہو جاتی تو غیب سے فوراً کوئی ڈھانپ دیتا۔ (مدارج النبوت) ص

سب سے پہلا کلام جو آپ نے فرمایا وہ یہ ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ (زرقانی علی المواہب ص۱۴۷)

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں آپ کا نشوونما حیرت انگیز تھا کہ اس کو دوسرے بچوں سے کوئی مشابہت نہ تھی۔ دو برس کی عمر میں چار برس کے معلوم ہوتے تھے۔ ہر روز آپ کے چہرے میں حسن و جمال اور نورانیت کا اضافہ ہوتا۔ آپ لڑکوں کے ساتھ کھیلنے سے احتراز فرماتے نہایت پاکیزہ اور حسین گفتگو فرماتے۔ ضد، بدخلقی، شرارت وغیرہ جو عام بچوں کی عادت ہوتی ہے سے قطعاً پاک اور منزہ تھے (مدارج النبوت و شواہد النبوت)

جب آپ کی عمر شریف دو برس کے قریب ہوئی تو ایک دن آپ اپنی رضائی بہن شیما کے ساتھ سخت دوپہر کے وقت میری بے خبری میں جانوروں کی طرف چلے گئے چونکہ میں آپ کا بہت خیال رکھتی تھی۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں آپ کے پیچھے گئی تو آپ شیما کے ساتھ واپس آرہے تھے۔ میں نے شیما کو جھڑک کر کہا کہ ایسی دھوپ میں ان کو اپنے ساتھ کیوں لائی ہو؟ شیما نے کہا اماں ان کو گرمی نہیں پہنچی کیونکہ میں نے دیکھا کہ ایک ابر ان پر برابر سایہ کیے رہا جب یہ چلتے تو وہ بھی چلتا اور جب یہ ٹھیر جاتے تو وہ بھی ٹھیر جاتا اور اس شان سے ہم یہانتک پہنچے ہیں۔ فرمایا بیٹی کیا یہ سچ ہے؟ شیما نے کہا ہاں خدا کی قسم۔

(طبقات ابن سعد، ابونعیم، ابن عساکر، مواہب، خصائص ص۵۸)

دو برس کی عمر میں آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا۔ اگرچہ حلیمہ حریص تھی کہ آپ زیادہ سے زیادہ دیر اس کے پاس رہیں کیونکہ وہ آپ کی برکات کا مشاہدہ کرچکی تھی تاہم وہ اصول کے مطابق دودھ چھڑانے کے بعد آپ کو ساتھ لے کر مکے میں آئی حضرت آمنہ اس نازک پودے کو مضبوط پاکر باغ باغ ہو گئیں، اپنے نور نظر کو سینے سے لگایا، چوما، پیار کیا،

اتفاق سے ان دنوں مکے میں ایک وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی حضرت حلیمہ کو بہترین سبب ہاتھ آگیا، اس نے آپ کی والدہ ماجدہ سے کہا کہ مکے میں چونکہ وبا ہے اسلیے بہتر ہے کہ آپ اجازت دیں کہ

میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کو واپس اپنے ساتھ اپنے گاؤں میں لے جاؤں۔ آپکی والدہ ماجدہ نے اجازت دی۔ حلیمہ آپ کو لے کر پھر خوش خوش واپس آگئی۔

شق صدر

جب آپ کی عمر تین برس کی ہوئی تو ایک روز آپ نے حلیمہ سے کہا اماں! میرے بھائی چراگاہ میں بکریاں لے کر جاتے ہیں اور میں گھر میں رہتا ہوں مجھے بھی ان کے ہمراہ بھیجا کریں! تاکہ میں بھی باہر کی سیر اور بکریاں چرایا کروں چنانچہ دوسرے روز سے حلیمہ نے آپ کو بھی ان کے ساتھ بھیجنا شروع کر دیا۔

ایک دن دوپہر کے وقت آپ کا ایک رضاعی بھائی حمزہ روتا ہوا اور دوڑتا ہوا گھر آیا اور کہنے لگا کہ ہم بکریاں چرانے میں مشغول تھے کہ اچانک تین آدمی آئے، انھوں نے ہمارے قریشی بھائی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا پہاڑ پر لے جاکر پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ یہ سُنتے ہی میں اور میرا شوہر بے تاب ہوکر بے تحاشا بھاگے وہاں جاکر دیکھا کہ آپ پہاڑ کے اوپر کھڑے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، اور آپ کا رنگ زرد ہو رہا ہے جب آپ نے ہمیں دیکھا تو تبسّم فرمایا میں نے آگے بڑھ کر آپ کو بوسہ دیا اور کہا اے قدر و شان والے ہماری جانیں تجھ پر فدا ہوں کیا ہوا تیرا پیٹ کس نے چاک کیا ہے؟ فرمایا تین آدمی آئے تھے انکے پاس ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا تھا۔ انھوں نے مجھ کو پکڑ لیا، اور پہاڑ پر لے گئے اور بڑی نرمی کے ساتھ مجھ کو لٹا دیا، اور میرا پیٹ چاک کر دیا، یہ دیکھ کر سب لڑکے بھاگ گئے، اور ان میں سے ایک نے میرے پیٹ سے آنتیں گردے وغیرہ نکالے اور ان کو برف سے خوب اچھی طرح دھویا اور پھر میرے پیٹ میں انکو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اس کے بعد دوسرا آیا اس نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر میرے دل کو نکالا اور اس کو چیر کر اس میں سے ایک مضغۂ سیاہ نکال کر پھینک دیا اور کہا یہ شیطان کا حصہ ہے۔ اس کے بعد اس نے دائیں اور بائیں اس طرح اشارہ کیا گویا کہ وہ کوئی چیز طلب کرتا ہے۔ جوں ہی میں نے دیکھا کہ اس کے

ہاتھ میں ایک ایسی نورانی مہر تھی کہ آنکھوں میں اس کے دیکھنے کی تاب نہیں اس نے میرے
دل پر مہر لگائی تو میرا دل حکمت و نور اور خوشی و سرور سے بھر گیا۔ پھر میرے دل کو اسکی جگہ پر قائم کیا
پھر تیسرا آیا، اس نے آکر میرے سینے سے لے کر میری ناف تک ہاتھ پھیرا تو وہ شگاف مل گیا
اور نہایت نرمی سے مجھ کو اٹھاتے ہوئے کہا اٹھو تم اپنا کام کر چکے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا ان کو
ان کی امت کے دس آدمیوں سے تولو۔ جب تولا گیا تو میں بھاری نکلا۔ پھر اس نے کہا کہ سو سے تولو
پھر بھی میں بھاری نکلا، پھر ایک ہزار سے تولا پھر بھی میں بھاری نکلا پھر اس نے کہا دَعُوْهُ فَوَاللّٰه
لَوْ وَزَنْتُمُوْهُ بِاُمَّتِهٖ كُلِّهَا لَوَزَنَهَا ان کو چھوڑ دو خدا کی قسم اگر تم ان کو ان کی ساری امت
کے ساتھ تولو گے تو پھر بھی یہی بھاری نکلیں گے (طبقات ابن سعد، مواہب اللدنیہ
مستدرک حاکم ص ۶۱۶/۲ سیرت ابن ہشام ص مدارج النبوت ص

ف یہ تولنا ظاہری تولنا نہیں تھا بلکہ اعتباری وزن مراد ہے یعنی فضیلت میں سب پر غالب رہیں گے
پھر انھوں نے مجھے اٹھا کر سینے سے لگایا اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا اے اللہ کے پیارے
ڈرو نہیں جب تمھیں معلوم ہوگا کہ تمھارے ساتھ کیا بھلائی کی جا رہی ہے تو تمھارا دل شاد اور
آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ کہہ کر انھوں نے مجھے یہیں چھوڑا اور خود پرواز کی یہاں تک کہ
میں نے ان کو آسمانوں کی طرف جاتے ہوئے دیکھا کہ تم آپہنچے۔ پھر فرمایا یہ جو کچھ انھوں نے
میرے ساتھ کیا ہے میں سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا مگر مجھے ذرہ برابر بھی تکلیف یا درد نہ ہوا
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس سے لیکر
ناف مبارک تک ایک باریک لکیر شگاف کے ملنے کی ہم دیکھا کرتے تھے۔
محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چار بار شق صدر ہوا
اول جس کا ابھی اوپر ذکر ہوا، دوم دس برس کی عمر میں، سوم غار حرا میں نزول وحی کے وقت،
چہارم معراج کی رات سفر معراج سے پہلے، ہر ایک کا بیان ان شاء اللہ اپنے اپنے مقام پر آئے گا
یہ شق صدر جو بچپنے میں ہوا اس کی حکمت منجملہ بے شمار حکمتوں کے ایک یہ ہے کہ بچپن میں

لڑکوں کے دلوں میں کھیل کود اور نازیبا کاموں کی جو رغبت پیدا ہوتی ہے وہ رغبت نہ ہو، اور جس چیز کی وجہ سے وہ رغبت پیدا ہوتی ہے وہ چیز ہی آپ کے قلب مبارک سے نکلوا دی، معلوم ہوا قبل از دعوئ نبوت بھی قلب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے شیطانی خیالات و وساوس سے پاک اور منزہ تھا۔ برائی تو کیا اس قلب اقدس میں برائی کا خیال تک نہیں آسکتا تھا۔

ایک دن آپ کے ایک رضاعی بھائی نے آپ سے کہا کیا آپ کے خیال میں بعثت و نبوت کا ظہور ہونے والا ہے؟ آپ نے فرمایا

وَالَّذِی نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَآخُذَنَّ بِیَدِکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَاَعْرِفَنَّکَ — خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن میں ضرور تجھے پہچان لوں گا اور تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا۔

یہ صاحب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال شریف کے بعد ایمان لائے، ایمان لانے کے بعد اکثر بیٹھ کر رو دیا کرتے اور فرماتے

اِنَّمَا اَرْجُوْا اَنْ یَّاخُذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَنْجُوْ — اگر کوئی امید ہے تو بس یہی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن میرا ہاتھ پکڑ لینگے تو میری نجات ہو جائیگی۔

(طبقات ابن سعد ص۱ے)

واپسی

واقعۂ شق صدر کے بعد حلیمہ آپ کو کہیں باہر نہیں جانے دیا کرتی تھیں، ایک دن حلیمہ کے شوہر نے کہا حلیمہ! بہتر یہ ہے کہ ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ان کے دادا اور والدہ کے پاس چھوڑ آئیں کیونکہ ہم خوف کھاتے ہیں کہ کہیں کوئی حادثہ وغیرہ نہ پیش آ جائے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کو ساتھ لے کر گدھی پر سوار ہو کر چلی جب مکہ کے قریب پہنچی تو میں آپ کو ایک جگہ بٹھا کر قضائے حاجت کو چلی گئی، جب واپس آئی تو میں نے آپ کو وہاں نہ پایا۔ ادھر ادھر ڈھونڈا، جب کوئی پتہ نہ چلا تو میں سر پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئی اور رونے لگی اور پکار پکار کر وا محمداہ وا ولداہ کہنے لگی کہ اچانک میں نے ایک بزرگ صورت آدمی دیکھا جو ہاتھ میں عصا لیے ہوئے میری طرف آ رہا تھا، اس نے آکر کہا اے سعدیہ کیا بات ہے کیوں روتی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے محمد بن عبدالمطلب کو ایک مدت تک دودھ پلایا ہے اب میں اس کو اس کی والدہ کے پاس چھوڑنے جا رہی تھی کہ وہ یہاں سے گم ہو گیا ہے۔ اس نے کہا مت رو اور کوئی فکر نہ کر میں تجھے اس کے پاس لے چلتا ہوں جو تجھے تیرے بیٹے سے ملا دے گا میں نے کہا تجھ پر فدا ہو جاؤں، جلدی چل تاکہ مجھ کو میرا بیٹا مل جائے، وہ مجھ کو ہبل بت کے پاس لے گیا میں نے کہا اے بڈھے کیا تو نہیں جانتا کہ اس محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کی رات ان بتوں پر کیا گزری تھی، تو بڈھے نے کہا حلیمہ تو نہیں جانتی اس بت نے بہت سے گم شدہ بچے ملائے ہیں پھر وہ سجدہ و طواف کر کے کہنے لگا، اے خداوند عرب یہ حلیمہ سعدیہ تیرے پاس آئی ہے ؎

که از وے فرزند طفلے گم شدہ است نام آں کودک محمد آمدہ است

کیوں کہ اس کا فرزند جس کا نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے گم ہو گیا ہے

چوں محمد گفت آں جملہ بُتاں　　سرنگوں گشتند ساجد آں زماں

جوں ہی اس نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہا، وہ بڑا بُت ہبُل، اور دوسرے تمام بُت اوندھے سجدہ میں گر گئے اور ان میں سے آواز آئی اے بڈھے دور ہو جا اس طفل کا نام ہمارے سامنے نہ لے، کیونکہ اسی کے ہاتھ سے ہماری ہلاکت و بربادی ہوگی، خدا اس کو ضائع نہیں کرے گا، وہ ہر حال میں اس کا نگہبان ہے

گفت پیرش کاے حلیمہ شاد باش　　سجدۂ شکر آر رو را کم خراش

یہ سُن کر اس بوڑھے نے کہا اے حلیمہ تو خوش ہو جا!　　اور سجدۂ شکر بجالا اور بالکل بے فکر رہ، اور

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ او　　بلکہ عالم یاوہ گردد اندر او

تو غم نہ کھا! کیوں کہ وہ گم نہیں ہو سکتا　　ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ سارا جہان اس بچہ میں گم ہو جائے

(مثنوی مولانا روم)

حلیمہ فرماتی ہیں پھر میں دوڑی ہوئی عبد المطلب کے پاس گئی اور ان کو سارا حال کہہ سُنایا یہ سنتے ہی حضرت عبد المطلب کوہ صفا پر چڑھے اور پکار کر کہا "یا آلِ غالِبْ!" اس ندا کو سُن کر سب قریش جمع ہو گئے اور پریشانی کا سبب پوچھا۔ حضرت عبد المطلب نے کہا کہ میرا فرزند محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) گم ہو گیا ہے اس کی تلاش کرو۔ چنانچہ آپ اور سب قریش سوار ہو کر چاروں طرف تلاش کے لیے نکلے اور مکے کے تمام نشیب و فراز دیکھے مگر کوئی پتہ نہ چلا پھر عبد المطلب خانہ کعبہ میں حاضر ہوئے اور طواف کے بعد رو کر یوں عرض کیا۔ ے

يَا رَبِّ رُدَّ إِلَيَّ رَاكِبِيْ مُحَمَّدَا　　رُدَّهُ إِلَيَّ وَاصْطَنِعْ عِنْدِيْ يَدَا

اے میرے پروردگار میرے شہسوار محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو میرے پاس لوٹا دے اور اس کو میرے پاس لوٹا کر اپنا فضل و احسان فرما!

أَنْتَ الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ لِيْ عَضُدَا　　لَا يَبْعُدُ الدَّهْرُ بِهٖ فَيَبْعُدَا

اے اللہ تو نے ہی اس کو میرا بازو بنا کر مجھے قوت دی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ گردش زمانہ اسکو مجھ سے دور کر دے اور پھر وہ مجھ سے دور ہی ہو جائے۔

(مستدرک حاکم ص۶۰۳ ج۲، تاریخ بخاری، ابن سعد، بیہقی، ابو نعیم، طبقات ابن سعد ص۶۸)

حضرت عبدالمطلب مناجات کرہی رہے تھے کہ ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے سردارِ قریش!
غم مت کھاؤ، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا خدا ان کو ضائع نہ کرے گا، وہ ان کا حافظ و نگہبان ہے۔
عبدالمطلب نے کہا اے ندا کرنے والے اتنا بتا دے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اس وقت کہاں ہیں؟
ندا آئی کہ وہ اس وقت وادی تہامہ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔

یہ سنتے ہی حضرت عبدالمطلب سوار ہو کر وادی تہامہ کی طرف چلے، راہ میں ورقہ بن نوفل ملے
وہ بھی آپ کے ہمراہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے درخت کے پتے
چن رہے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اٹھا کر سینے سے لگایا، پیار کیا، اور آپ کو مکہ معظمہ لے آئے
اور آکر بہت سا سونا اور بہت سے اونٹ آپ پر تصدق کیے۔

(مواہب اللدنیہ صـــ مدارج النبوت صـ۲۳ شواہد النبوت صـ۳۱)

حلیمہ فرماتی ہیں آپ کی والدہ ماجدہ نے مجھ سے پوچھا کہ تو تو ان کو اپنے پاس رکھنے کی
بہت حریص تھی پھر اب کیوں لے آئی ہے تو میں نے کہا جی ہاں ٹھیک ہے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے
ان کو سن تمیز تک پہنچا دیا ہے اور مجھ پر جو فرائض تھے وہ میں نے ادا کر دیے ہیں اور پھر میں
اس بات سے بھی ڈری کہ کہیں کوئی حادثہ نہ پیش آ جائے، اس لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ ان کو
آپ تک پہنچا دوں۔ حضرت آمنہ نے فرمایا حلیمہ سچ سچ کہو کیا بات ہے؟ تو میں نے شق صدر کا واقعہ
بیان کیا حضرت آمنہ نے فرمایا کیا تمہیں ان پر جن وآسیب وغیرہ کا شبہ ہوا؟ کہا ہاں! فرمایا واللہ
میرے بیٹے پر شیطان کا اثر ہرگز نہیں ہو سکتا میرے بیٹے کی عجیب شان ہے۔ یہ کہہ کر حضرت آمنہ نے
حمل سے لے کر ولادت تک کے تمام عجائبات و واقعات جو ظہور میں آئے تھے بیان کیے، اور پھر
حضرت عبدالمطلب نے مجھے انواع و اقسام کے تحفے اور انعامات دیکر رخصت کیا اور میں واپس آ گئی۔

(مدارج النبوت صـ۲۳ سیرت ابن ہشام صـ۱۷۴ مواہب وزرقانی صـ۱۴۹)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے اور آپ کو دودھ پلانے سے جو عزت و عظمت
حضرت حلیمہ کو حاصل ہوئی محتاج بیان نہیں، کتنی خوش نصیب اور بلند اقبال تھیں کہ ایک مرتبہ
مکہ تشریف لائیں یہ وہ زمانہ تھا جب کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
سے ہو چکا تھا، حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ جوں ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا
میری ماں، میری ماں کہہ کر جوش محبت سے ملے اور اپنی چادر ان کے لیے بچھا دی
واپسی کے وقت چالیس بکریاں، ایک اونٹ سامان سے بھرا ہوا عطا فرما کے رخصت کیا۔
(ملخصاً طبقات ابن سعد ص ۱/۲)

والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضؓ کی وفات!

حضرت حلیمہ کے چھوڑ جانے کے بعد آپ اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس رہتے تھے۔ جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اور ام ایمن کو ہمراہ لے کر مدینۂ طیبہ میں آپ کے دادا کے ننھیال خاندان بنو نجار کو ملنے گئیں تاکہ آپ کی ملاقات ان سے کرائیں۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمےٰ بنت عمرو خاندان نجار میں سے تھیں۔ اس سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ رشتہ بہت دور کا رشتہ تھا۔ پھر اتنے دور کے رشتے داروں کی ملاقات کے لیے اتنا بڑا سفر کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض مؤرخین کا یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے شوہر حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کو تشریف لے گئی تھیں اس غم نصیب بیوہ کے سوا کون جانتا تھا جس کی محبت کا چمن اچانک خزاں کا شکار ہوگیا تھا جس کا رفیق حیات اس کو غم کے سمندر میں غوطے کھانے کے لیے چھوڑ کر ہمیشہ کیلیے جدا ہوگیا تھا جس کو وہ رخصت کے وقت حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ بھی نہ سکی تھی۔ حسرت کے اس پیکر مجسم کی اس سے بڑھ کر اور کیا تمنا و آرزو ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے محبوب رفیق حیات کی چھوڑی ہوئی نشانی کو ساتھ لے کر اس کے مرقد محبت پر حاضر ہو اور آنسوؤں کے انمول موتی نذر کرتے ہوئے کہے کاش تم اس وقت زندہ ہوتے اور اپنے نور نظر کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔

اسی تمنا و آرزو کو پورا کرنے کے لیے حضرت آمنہ اپنے یتیم نور نظر کے ساتھ مدینۂ طیبہ گئیں اور دارالنابغہ میں اتریں۔ تقریباً ایک ماہ وہاں رہیں۔ نہ معلوم اس عرصے میں کتنی مرتبہ مرقد محبت پر حاضر ہوئیں، اور کتنی مرتبہ دل سے اٹھتے ہوئے شعلے پانی میں تبدیل ہو کر آنکھوں سے برسے ہونگے، اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ کی قبر اسی گھر میں تھی۔ چنانچہ اس رفیق حیات کی اچانک اور بے وقت موت سے دل کی گہرائیوں میں درد و غم کی جو چنگاریاں دبی ہوئی اندر ہی اندر

دل کو جلا رہی تھیں وہ اس کے مرقد منور کو دیکھنے سے بھڑک اٹھیں اور وہ پیکر محبت درد فراق کے ان شعلوں کی نذر ہو گئی اور واپسی کے وقت مقام ابوا رجو مدینہ کے قریب ہی ایک گاؤں کا نام ہے وہاں پہنچ کر انتقال فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

حضرت اسمار بنت ابی رہم فرماتی ہیں کہ میری والدہ حضرت آمنہ کی وفات کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئیں۔ اس وقت حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عمر ۵، ۶ سال کی تھی۔ آپ اپنی والدہ کے سر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ نے آپ کی طرف دیکھا اور فرمایا

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ مِنْ غُلَامْ ۔۔۔ يَا ابْنَ الَّذِيْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامْ

اے بیٹے! اللہ تجھ کو برکت دے ۔۔۔ تو اس کا فرزند ہے جس نے موت کی سختی سے

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَّامْ ۔۔۔ فُوْدِيْ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامْ

ملک العلام کی مدد سے نجات پائی تھی جب کہ صبح کے وقت (عبد المطلب نے اپنی نذر کو پورا کرنے کیلیے اسکے اور اسکے بھائیوں کے درمیان قرعہ ڈالا اور تمہارے باپ کا نام نکلا تھا، تو فدا کیا گیا تھا

بِمِائَةٍ مِّنْ اِبِلٍ سَوَامْ ۔۔۔ اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامْ

انکے عوض ایک سو قیمتی اونٹوں کو ۔۔۔ بیٹا جو کچھ میں نے خواب دیکھا تھا اگر وہ صحیح ہو

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْاَنَامْ ۔۔۔ مِنْ عِنْدِ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامْ

تو پھر تو جن وانس کی طرف مبعوث ہوا ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ صاحب جلال و صاحب اکرام کیطرف سے

تُبْعَثُ فِي الْحِلِّ وَفِي الْحَرَامْ ۔۔۔ تُبْعَثُ فِي التَّحْقِيْقِ وَالْاِسْلَامْ

اور تو مبعوث ہوا ہے سرزمین حلال (مکہ معظمہ) اور حرام (کل روئے زمین) کی طرف اور تو مبعوث ہوا ہے حق و باطل کو ظاہر کرنے اور دین اسلام کو پھیلانے کے لیے۔

دِيْنُ اَبِيْكَ الْبَرِّ اَبْرَاهَامْ ۔۔۔ فَاللّٰهُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَامْ

وہ دین جو تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، وہ ابراہیم جو محسن اور مطیع تھے، اور اللہ نے تجھ کو بتوں (کی عبادت و نصرت) سے منع فرمایا ہے

أَنْ لَا تُوَالِيهَا إِلَى الْأَقْوَامِ

اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی تعظیم اور ان کے لیے ذبح وغیرہ کرے

اور پھر فرمایا۔

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيدٍ بَالٍ
وَكُلُّ كَبِيرٍ يَفْنٰى وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِيْ بَاقٍ
وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَوَلَدْتُ طُهْرًا
ثُمَّ مَاتَتْ فَكُنَّا نَسْمَعُ نَوْحَ الْجِنِّ عَلَيْهَا
نَحْفَظُنَا مِنْ ذَالِكَ۔

(دلائل النبوۃ۔ ابونعیم۔ خصائص کبریٰ ص ۷۹/۱ زرقانی علی المواہب ص ۱۶۵/۱)

ہر زندہ مرے گا، اور ہر نئی چیز پُرانی ہو گی، اور ہر
بڑے سے بڑا بھی فنا ہو گا۔ میں مرجاؤں گی مگر میرا ذکر
باقی رہے گا، کیونکہ میں نے خیر عظیم (رسول اللہ) کو
چھوڑا ہے اور میں نے طیب وطاہر کو جنا ہے، پھر
حضرت آمنہ نے وفات پائی تو ہم نے جنوں کا رونا
و نوحہ کرنا سنا، اور جو کچھ وہ کہتے تھے ان کو یاد رکھا
یہ اشعار ان میں سے ہیں۔

نَبْكِي الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْاَمِيْنَةَ ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةَ الرَّزِيْنَةَ

ہم اس جوان عورت جو محسنہ مطیعہ وامینہ اور صاحب جمال وعفت اور صاحب وقار وعظمت تھی، کو رو تے ہیں،

زَوْجَةُ عَبْدِ اللهِ وَالْقَرِيْنَةُ اُمُّ نَبِيِّ اللهِ ذِي السَّكِيْنَةِ

وہ عبداللہ کی زوجہ وہم نشین تھیں اور اللہ کے نبی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی والدہ اور صاحب صبر وثبات وطمانیت تھیں،

وَصَاحِبُ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِيْنَةِ صَارَتْ لَدٰى حُفْرَتِهَا رَهِيْنَةً

اور اللہ کے اس نبی کی والدہ تھیں) جو مدینے میں صاحب منبر ہو گا، وہ اپنی قبر میں ہمیشہ کے لیے چلی گئیں،

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو صحابۂ کرام کے سامنے اپنے بچپن کے زمانے کے قیام کی باتیں بیان فرمایا کرتے۔ چنانچہ جب آپ بنو نجار کے مکانوں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے اس مکان میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ٹھیرا تھا اور اسی گھر میں میرے والد ماجد کی قبر ہے۔ اور اس تالاب میں میں نے تیرنا سیکھا تھا۔ اور اس میدان میں میں انصار کی ایک لڑکی "انیسہ" کے ساتھ کھیلا کرتا تھا، اور ایک یہودی مجھ کو دیکھ کر

میرے پیچھے پھرتا تھا۔ ایک دن

فَقَالَ لِیْ یَا غُلَامُ مَا اسْمُکَ؟ قُلْتُ اَحْمَدُ! وَنَظَرَ اِلٰی ظَهْرِیْ فَاَسْمَعُهٗ یَقُوْلُ هٰذَا نَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ثُمَّ رَاحَ اِلٰی اِخْوَانِیْ فَاَخْبَرَهُمْ فَاَخْبَرُوْا اُمِّیْ فَخَافَتْ عَلٰی خُرُوْجِنَا مِنَ الْمَدِیْنَةِ

(دلائل النبوت ابونعیم ص۱۱۱، خصائص کبری ص۹۰ ج۱ وطبقات ابن سعد ص۷۳ ج۱)

اس نے مجھ سے کہا اے لڑکے تمھارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا احمد! پھر اس نے میری پشت (پر مہر نبوت) کو دیکھا تو میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ یہ اس امت کا نبی ہے۔ پھر اس نے میرے بھائیوں (بنو نجار) کو اس بات کی خبر دی اور انھوں نے میری والدہ کو بتایا، تو وہ میرے معاملے میں یہودیوں کی عداوت سے ڈریں اور ہم مدینہ سے نکلے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

اَتَانِیْ رَجُلَانِ مِنَ الْیَهُوْدِ یَوْمًا نِصْفَ النَّهَارِ بِالْمَدِیْنَةِ فَقَالَا اَخْرِجِیْ لَنَا اَحْمَدَ فَاَخْرَجْتُهٗ فَنَظَرَا اِلَیْهِ وَقَلَبَاهُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ هٰذَا نَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهٰذِهٖ دَارُ هِجْرَتِهٖ وَسَیَکُوْنُ بِهٰذِهِ الْبَلْدَةِ مِنَ الْقَتْلِ وَالسَّبْیِ اَمْرٌ عَظِیْمٌ قَالَتْ اُمُّ اَیْمَنَ وَوَعَیْتُ ذٰلِکَ کُلَّهٗ مِنْ کَلَامِهِمَا۔

(دلائل النبوت ابو نعیم ص۱۳ خصائص کبری ص۹۰ ج۱)

ایک دن دوپہر کے وقت میرے پاس مدینہ کے دو یہودی آئے اور کہا کہ احمد کو ذرا ہمارے پاس لانا! میں لائی تو انھوں نے کچھ دیر الٹا پلٹا کے آپ کی علامات کو دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی شہر ان کا دار الہجرت ہے۔ اور عنقریب اسی شہر میں (ان کی مخالفت کے سلسلے میں) امر عظیم واقع ہوگا کہ لوگ قتل ہوں گے اور قیدی بنیں گے ام ایمن فرماتی ہیں کہ میں نے ان دونوں کا کلام یاد رکھا۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے آخری وقت کے اشعار اور ان واقعات کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں

وَهٰذَا الْقَوْلُ مِنْهَا صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّهَا مُوَحِّدَةٌ	کہ حضرت آمنہ کا یہ قول اس بات کی صریح دلیل ہے
اِذْ ذَكَرَتْ دِيْنَ اِبْرَاهِيْمَ وَبَعْثَ ابْنِهَا	کہ وہ موحدہ تھیں، چنانچہ انھوں نے دین ابراہیم عم
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاِسْلَامِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ	اور اپنے فرزند کا اللہ کی طرف سے نبی بنکر مبعوث ہونا
وَنَهْيَهُ عَنِ الْاَسْلَامِ وَ مُوَالَاتِهَا دَهَلِ	بیان کیا ہے، اور اس کے ساتھ آپ کو بتوں کی تعظیم
التَّوْحِيْدُ شَيْءٌ غَيْرُ هٰذَا التَّوْحِيْدِ الْاِعْتِرَافُ	وعبادت اور ان کی دوستی سے روکا ہے یہی توحید ہے
بِاللّٰهِ وَاِلٰهِيَّتِهِ وَاَنَّهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَالْبَرَاءَةُ	اس کے سوا اور کوئی چیز توحید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
مِنْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ وَنَحْوِهَا وَهٰذَا الْقَدْرُ كَافٍ	ذات اور اس کی الوہیت کا اعتراف واقرار اور اس کے
فِي التَّبَرِّيْ مِنَ الْكُفْرِ وَثُبُوْتِ صِفَةِ التَّوْحِيْدِ	شریک کی نفی اور بتوں کی عبادت سے برأت ظاہر کی جائے
فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَبْلَ الْبِعْثَةِ۔	عہد جاہلیت میں بعثت سے پہلے کفر سے بری ہونے
(زرقانی علی المواہب ص ۱۶۵)	اور صفت توحید کے ثبوت کیلئے اسی قدر کافی ہے۔

اس لیے کہ اس زمانے میں دین حق اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا، یہود ونصاریٰ نے تورات وانجیل میں تغیر و تبدل کر دیا تھا۔ علماء بہت کم تھے، اور وہ بھی دور دراز ملکوں میں رہتے تھے دین حق کی تبلیغ واشاعت نہ ہونے کی وجہ سے جہالت عام تھی اور آپ کے والدین کریمین کی عمریں بھی چھوٹی تھیں، ان کو اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ جستجو کر کے دین حقہ کی تلاش کریں باوجود اسکے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ عارف باللہ تھے۔ چنانچہ علامہ زرقانی رح فرماتے ہیں۔

وَشَاهَدَتْ فِيْ حَمْلِهِ وَوِلَادَتِهِ مِنْ	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حمل میں رہنے، اور
اٰيَاتِهِ الْبَاهِرَةِ مَا يَحْمِلُ عَلَى التَّحَنُّفِ	آپ کی ولادت کے وقت کے روشن دلائل اس بر
ضَرُوْرَةً وَرَاَتِ النُّوْرَ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهَا	شاہد ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ مسلمان اور دین ابراہیمی
اَضَاءَ لَهُ قُصُوْرُ الشَّامِ حَتّٰى رَاَتْهَا كَمَا تَرٰى	پر تھیں، اور پھر ان کا ولادت کے وقت اس نور کو دیکھنا
اُمَّهَاتُ النَّبِيِّيْنَ وَقَالَتْ لِحَلِيْمَةَ حِيْنَ	جوان سے نکلا اور جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے
جَاءَتْ بِهِ وَقَدْ شُقَّ صَدْرُهُ اَخَشِيْتُمَا	یہاں تک کہ انھوں نے اس کو ایسے ہی دیکھا جیسے کہ

عَلَيْہِ الشَّيْطَانُ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا لِلشَّيْطَانِ عَلَيْہِ سَبِيْلٌ وَاِنَّہٗ لَكَائِنٌ لِاِبْنِيْ هٰذَا شَأْنٌ فِيْ كَلِمَاتٍ اُخَرَ مِنْ هٰذَا النَّمَطِ وَقَدْ مَرَّتْ بِهِ الْمَدِيْنَةَ عَامَ وَفَاتِهَا وَسَمِعَتْ الْيَهُوْدَ فِيْهِ وَشَهَادَتَهُمْ لَہٗ بِالنُّبُوَّةِ وَرَجَعَتْ بِہٖ اِلٰى مَكَّةَ فَمَاتَتْ فِي الطَّرِيْقِ فَهٰذَا كُلُّہٗ مِمَّا يُؤَيِّدُ اَنَّهَا تَحَنَّفَتْ فِيْ حَيَاتِهَا (زرقانی علی المواهب ص۱۶۵)	انبیا اکرام کی مائیں دیکھا کرتی ہیں، اور پھر جب حلیمہ آپ کے شق صدر ہونے سے گمان آسیب سے ڈرتی ہوئی آپ کو لے کر آئی تھی تو انھوں نے اس کو کہا تھا کہ میرے بیٹے پر شیطان (آسیب) کا اثر گمان کرتی ہو؟ ایسا ہرگز نہیں ہے بھاؤ تم اپنی راہ لو ا خدا کی قسم میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہونے والی ہے اور دوسرے کلمات جو اس طرف رہنمائی کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ جب وہ سال وفات میں مدینے آئی تھیں تو انھوں نے یہودیوں کو آپ کی نبوت کی شہادت دیتے

ہوئے سُنا تھا اور پھر وہ مکے واپس ہوتے وقت راستے میں ہی میں وفات پا گئی تھیں پس یہ تمام باتیں اس کی تائید کرتی ہیں کہ بلاشبہ وہ مسلمان اور دین ابراہیمی پر تھیں۔

قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ و اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام نے کعبہ مقدسہ کی تعمیر کے وقت دعا کی تھی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔ اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو (مُسْلِمَيْنِ لَكَ) اپنا مطیع و فرمانبردار رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت ایسی پیدا فرما جو (مُسْلِمَةً لَّكَ) جو تیری مطیع و فرمانبردار ہو پھر عرض کیا (وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) اور اسی جماعت (مسلمہ) میں سے اس رسول کو مبعوث فرما حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دعا پوری ہوئی معلوم ہوا کہ آپ جماعت مسلمہ میں سے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْمَةِ وَالْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى اَخْرَجَنِيْ۔ (زرقانی علی المواہب ص۱۷۶ الخصائص الکبری ص۳۹)	اللہ تعالیٰ مجھے اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل کرتا رہا ہے، یہاں تک کہ مجھے (میرے والدین سے) نکالا۔

اور قرآن کریم سے مشرکوں کا نجس ہونا صاف طور پر ثابت ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے والدین کریمین مشرکوں میں سے نہیں تھے اور حسب و نسب کے بیان میں مذکور ہوا کہ خاندان بنی ہاشم اللہ کا چنا ہوا خاندان اور خاندانوں سے افضل ترین خاندان ہے، اور اسی برگزیدہ خاندان کے برگزیدہ چشم وچراغ حضرت عبداللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں مشرک افضل ترین اور برگزیدۂ خدا کس طرح ہوسکتا ہے معلوم ہوا کہ آپ ہرگز مشرک نہ تھے بلکہ موحد ومسلمان تھے۔

نیز جس قبر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں وہ عرش معلے سے افضل ہے غور کیجیے مٹی کے جس ٹکڑے کے اندر آپ ہوں وہ تو عرش معلی سے افضل ہوجائے، اور جس باپ کے صلب اور جس ماں کے شکم اقدس میں رہے ہوں اور جس ماں کا دودھ پیا ہو وہ جہنمی اور مشرکین ہی رہیں؟ معاذ اللہ!

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی پیغمبر کی والدہ کافرہ مشرکہ نہیں ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کیسے ہوسکتی ہے۔ اور اگر ہو تو یہ آپ کی شان ووقار کے خلاف ہے نیز موسی وعیسی علیہما السلام کی مائیں تو جنت میں رہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ جہنم میں رہے کیا یہ رب تعالیٰ کو پسند ہوگا؟ ہرگز نہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○ اور ہم عذاب نہیں کرتے جبتک کوئی رسول نہ بھیجیں

معلوم ہوا کہ مستحق عذاب وہ ہیں جن کو رسول اللہ کی دعوت پہنچے اور وہ اس کو قبول کرنیسے انکار کردیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کسی رسول کی دعوت پہنچی ہی نہیں لہٰذا وہ مستحق عذاب یا جہنمی کیسے ہوسکتے ہیں؟

اگرچہ ان کے موحد و مسلمان اور جنتی ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا اور یہ روشن دلائل کافی تھے مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ وہ مجھ پر ایمان لاکر میری امت کے برگزیدہ لوگوں میں شمار ہوں،

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی رضا کے مطابق کر دیا۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو ساتھ لے کر مقام حجون میں تشریف لے گئے اس وقت آپ رو رہے تھے اور بہت ہی زیادہ غمگین تھے آپ کی اس حالت کو دیکھ کر میں بھی رو پڑی۔ آپ مجھ کو اونٹ پر چھوڑ کر تشریف لے گئے اور کافی دیر تک وہاں ٹھیرے رہے۔ جب واپس آئے تو مسرور خوش اور متبسم تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں جب آپ گئے تھے تو بہت غمگین اور روتے ہوئے گئے تھے اور اب آپ مسرور و متبسم واپس تشریف لائے ہیں کیا بات تھی ؟

فَقَالَ ذَهَبْتُ بِقَبْرِ اُمِّيْ فَسَاَلْتُ رَبِّيْ اَنْ يُّحْيِيَهَا فَاَحْيَاهَا فَاٰمَنَتْ بِيْ وَرَدَّهَا اللّٰهُ اِلَى الْمَوْتِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ رَبَّهٗ اَنْ يُّحْيِيَ اَبَوَيْهِ فَاَحْيَاهُمَا لَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ ثُمَّ اَمَاتَهُمَا

(زرقانی علی المواهب ص۱۶۵)

فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ اس کو زندہ کر دے اللہ نے اس کو زندہ کر دیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ نے اس کو موت کی طرف لوٹا دیا، اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے رب سے دونوں (والدین) کے زندہ ہونے کا سوال کیا اللہ نے ان دونوں کو زندہ کر دیا تو وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔ پھر اللہ نے ان کو موت دے دی۔

علامہ عبدالرحمٰن سہیلی جن کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں روض الانف میں اس حدیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهُ قَادِرٌ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ وَلَيْسَ يَعْجِزُ رَحْمَتُهٗ وَقُدْرَتُهٗ عَنْ شَيْئٍ وَنَبِيُّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلٌ اَنْ يَّخْتَصَّهٗ بِمَا شَآءَ مِنْ فَضْلِهٖ وَيُنْعِمُ عَلَيْهِ بِمَا شَآءَ مِنْ كَرَامَتِهٖ۔

(زرقانی علی المواهب صفحہ ۱۶۸)

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور اس کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس بات کے اہل ہیں کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو جس چیز سے چاہے مختص فرمائے اور جو چاہے ان پر انعام و اکرام فرمائے۔

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ مورد الصادی بمولد الہادی میں فرماتے ہیں

حَبَا اللّٰہُ النَّبِیَّ مَزِیْدَ فَضْلٍ عَلٰی فَضْلٍ وَکَانَ بِہٖ رَؤُوْفًا

اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فضل پر مزید فضل عطا فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ رافت فرماتا تھا

فَاَحْیَا اُمَّہٗ وَکَذَا اَبَاہُ لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا لَطِیْفًا

اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ (آمنہ) اور آپکے والد (عبداللہ) کو زندہ کیا تاکہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائیں۔ یہ زندہ کرنا اللہ کے فضل اور لطف عمیم سے تھا۔

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِذَا قَدِیْرٌ وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا

اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا ہے تم اس بات کو تسلیم کرلو کیونکہ وہ قدیم ہے اور اس زندہ کرنے پر ہر وقت قادر ہے، اگرچہ اس بارے میں حدیثیں ضعیف ہی کیوں نہ ہوں (مواہب وزرقانی صفحہ ۱۸۵)

امام المفسرین محمد بن احمد بن ابی بکر المعروف علامہ قرطبی کتاب التذکرہ بامور الآخرہ میں فرماتے ہیں

بِاَنَّ فَضَائِلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَصَائِصَہٗ لَمْ تَزَلْ تَتَوَالٰی وَتَتَتَابَعُ اِلٰی حِیْنَ مَمَاتِہٖ فَیَکُوْنُ ھٰذَا مِمَّا فَضَّلَہُ اللّٰہُ بِہٖ وَاَکْرَمَہٗ قَالَ وَلَیْسَ اَحْیَاؤُھُمَا وَاِیْمَانُھُمَا بِمُمْتَنِعٍ عَقْلًا وَّلَا شَرْعًا فَقَدْ وَرَدَ فِی الْکِتَابِ الْعَزِیْزِ اِحْیَاءُ قَتِیْلِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَاَخْبَارُہٗ بِقَاتِلِہٖ وَکَانَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَکَذٰلِکَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْیَ اللّٰہُ عَلٰی یَدِہٖ جَمَاعَۃً مِّنَ الْمَوْتٰی قَالَ وَاِذَا ثَبَتَ ھٰذَا فَمَا یَمْتَنِعُ اِیْمَانُھُمَا

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل وخصائص متواتر اور پے درپے آپ کی وفات تک بڑھتے اور زیادہ ہوتے رہے، اور آپ کے والدین کا زندہ ہوکر ایمان لانا یہ اسی فضل وکرم میں سے ہوگا جو اللہ نے آپ پر کیا ہے اور آپ کے والدین کا زندہ ہوکر ایمان لانا نہ عقلاً ممتنع ہے اور نہ شرعاً۔ شرعاً ممتنع نہ ہونے کی مثال قرآن عزیز میں ہے کہ بنی اسرائیل کا مقتول زندہ کیا گیا جس نے زندہ ہوکر اپنے قاتل کی خبر دی تھی۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام مردے زندہ کرتے تھے اور ایسے ہی اللہ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بہت سے مردوں کو زندہ کیا ہے۔

بَعْدَ اِحْیَائِهِمَا وَ یَکُوْنُ ذَالِکَ زِیَادَةً فِیْ کَرَامَتِهٖ وَفَضِیْلَتِهٖ قَالَ فَقَوْلُهٗ مَنْ مَاتَ کَافِرًا الخ کَلَامٌ مَرْدُوْدٌ بِمَا رُوِیَ فِی الْخَبَرِ اِنَّ اللّٰهَ رَدَّ الشَّمْسَ عَلٰی نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَغِیْبِهَا ذَکَرَهُ الطَّحَاوِیُّ وَقَالَ اِنَّهٗ حَدِیْثٌ ثَابِتٌ فَلَوْ لَمْ یَکُنْ رُجُوْعُ الشَّمْسِ نَافِعًا وَاَنَّهٗ لَا یَتَجَدَّدُ الْوَقْتُ لَمَا رَدَّهَا عَلَیْهِ فَکَذَالِکَ یَکُوْنُ اِحْیَاءُ اَبَوَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَافِعًا لِاِیْمَانِهِمَا وَتَصْدِیْقِهِمَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انتهی
(مواهب وزرقانی صفحه ۱۷۱ جلد ۱)

جب یہ ثابت ہے تو آپ کے والدین کا زندہ ہونے کے بعد ایمان لانا ممتنع نہ ہوگا بلکہ یہ امر آپکی فضیلت وکرامت میں زیادتی کا باعث ہوگا اور یہ کہنا کہ جو شخص کافر مرگیا اس کو رجعت کے بعد ایمان نفع نہ دے گا۔ اس کا رد کیا گیا ہے اس حدیث کے ساتھ جس سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر آفتاب کو اس کے غروب ہونیکے بعد لوٹا دیا (جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہوگئی تھی) (جیساکہ امام) طحاوی نے (مشکل الآثار میں) اس حدیث کو ذکر کرکے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے (یعنی صحیح ہے) اور اگر آفتاب کا پلٹ آنا نافع نہ ہوتا اور اسکے پلٹنے سے وقت کی تجدید نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسکو آپ پر دوبارہ نہ لوٹاتا، پس اسی طرح آپ کے والدین کا زندہ ہوکر ایمان لانا ان کے لیے یقیناً نافع ہوگا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ان کے لیے نافع ہوگی۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مومنین اور آپ کی امت کے برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں اور جنتی ہیں۔

لہٰذا ان لوگوں کو محتاط رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے ڈرنا چاہیے جو بلا سوچے سمجھے کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضور کے والدین کافر تھے اور وہ دوزخی ہیں۔ معاذ اللہ معاذ اللہ!

ان کو سوچنا چاہیے کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی والدین کا معاملہ ہے کیا ہمارے لیے یہ زیبا ہے؟ اور کیا اس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ ہوتی ہوگی؟

امام قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ جو ائمۂ مالکیہ میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو یہ کہتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں، آپ نے فرمایا

اِنَّهٗ مَلْعُوْنٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ وَلَا اَذٰى اَعْظَمُ مِنْ اَنْ يُّقَالَ اَبَوَيْهِ فِی النَّارِ	بلا شبہ وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بلا شبہ وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ایذا ہوگی کہ کہا جائے کہ آپکے والدین دوزخ میں ہیں۔

(مواھب و زرقانی ص۱۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو لہب کی بیٹی سبیعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ!

اِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ اَنْتِ بِنْتُ حَطَبِ النَّارِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يُؤْذُوْنَنِیْ فِیْ قَرَابَتِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ۔ (ابن منذر۔ مواھب و زرقانی ص۱۸۶)	لوگ کہتے ہیں کہ تو دوزخ کے ایندھن کی بیٹی ہے یہ سن کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے اور کھڑے ہو کر فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت کے بارے میں مجھے ایذا پہنچاتے ہیں، یاد رکھو جس نے مجھکو ایذا دی درحقیقت اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو لہب دوزخی ہے مگر جب اس کی بیٹی کو یہ کہا گیا کہ تو دوزخی کی بیٹی ہے تو اس سے اس کو بہت اذیت ہوئی اور اس کی اذیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث بنی، یہاں تک کہ آپ کو فرمانا پڑا کہ میری قرابت کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرکے مجھے ایذا نہ پہنچاؤ اس سے اندازہ کیجیے کہ جو شخص آپ کے جنتی والدین کریمین کو دوزخی کہتا ہے وہ کتنی بڑی گستاخی کرتا اور آپ کو کتنی اذیت پہنچاتا ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از لطف رب

کفالت عبدالمطّلب

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ام ایمن کے ہمراہ مکہ میں واپس آئے اپنے شفیق دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس رہنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور اپنی تمام اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے اور آپ کا اعزاز و اکرام کرتے۔

حضرت عبدالمطلب کے لیے جب دسترخوان بچھایا جاتا تو فرماتے عَلَیَّ بِابْنِیْ میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ! جب تک آپ تشریف نہ لے آتے، وہ کھانا نہ کھاتے (طبقات ابن سعد ص۴)

حضرت عبدالمطلب کے لیے بیت اللہ شریف کے زیر سایہ فرش بچھایا جاتا اور وہ تشریف لاکر اس پر بیٹھتے۔ ان کے احترام اور عظمت کی وجہ سے ان کے فرزندوں میں سے کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ وہ ان کے ساتھ اس فرش پر بیٹھ جائیں۔ سب کے سب اس فرش کے اطراف بیٹھتے مگر آپ تشریف لاکر بلا تکلف اس فرش پر اپنے دادا کے پاس بیٹھ جاتے بعض مرتبہ آپ کے چچا آپ کو اس خیال سے پکڑ لیتے کہ آپ فرش پر نہ بیٹھیں، مگر حضرت عبدالمطلب فرماتے دعوا ابنی فوالله ان له شانا عظيما۔ میرے بیٹے کو چھوڑ دو خدا کی قسم اس کی بہت بڑی شان ہے چنانچہ وہ اپنے ساتھ بٹھا لیتے اور شفقت و محبت سے آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے

سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ

ایک مرتبہ قبیلہ مدلج کے کچھ لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا اِحْتَفِظْ بِہٖ فَاِنَّا لَمْ نَرَ قَدَمًا اَشْبَہُ بِالْقَدَمِ الَّتِیْ فِی الْمَقَامِ مِنْہُ۔ اس لڑکے کی حفاظت کر کیونکہ مقام ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو نشان قدم ہے اس کے ساتھ اس لڑکے کے قدموں سے زیادہ مشابہ ہم نے کسی کا قدم نہیں دیکھا حضرت عبدالمطلب نے ابوطالب سے فرمایا سن یہ لوگ کیا کہتے ہیں ؟

(طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۷)

حضرت ام ایمن جو ماؤں کی طرح آپ کو پیار و محبت سے پالتیں اور رکھتیں، ایک دن حضرت عبد المطلب نے ان سے فرمایا

يَا بَرَكَةُ لَا تَغْفُلِيْ عَنْ اِبْنِيْ فَاِنِّيْ وَجَدْتُهُ	اے برکت! میرے بیٹے سے غافل مت ہوا کر
مَعَ غِلْمَانٍ قَرِيْبًا مِّنَ السِّدْرَةِ وَاِنَّ	میں نے اسے چند لڑکوں کے ساتھ اکیلا بیری کے
اَهْلَ الْكِتٰبِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ اِبْنِيْ هٰذَا	درخت کے پاس پایا ہے، حالانکہ اہل کتاب یہ
نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ (طبقات ابن سعد ص۴۷)	گمان کرتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا اس امت کا نبی ہے

ابھی آپ کو اپنے دادا کے پاس رہتے ہوئے دو ہی برس گزرے تھے اور آپ کی عمر شریف آٹھ ہی برس کی ہوئی تھی تو حضرت عبد المطلب (بخلاف اقوال بیاسی ۸۲، یا ایک سو دس ۱۱۰، یا ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر پاکر انتقال فرما گئے۔

حضرت عبد المطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے تھے مگر حضرت ابو طالب اور حضرت عبد اللہ کی ایک ہی ماں تھی، اس لیے بوقت رحلت انھوں نے ابو طالب کو بلا کر آپ کی حفاظت اور آپ پر شفقت و محبت کرنے کی وصیت فرمائی۔ (طبقات ابن سعد ص۷۵)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کیا آپ کو عبد المطلب کی موت یاد ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں ان دنوں آٹھ برس کا تھا۔

ام ایمن کہتی ہیں میں نے اس روز دیکھا کہ آپ عبد المطلب کے تابوت کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے جا رہے تھے (طبقات ابن سعد ص۷۵)

ابو طالب کی آغوش رافت

حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد آپ اپنے شفیق چچا حضرت ابو طالب کے پاس رہنے لگے۔ انھوں نے آپ کو بڑی شفقت و محبت سے رکھا۔ اپنی اولاد سے زیادہ بڑھ کر آپ کو چاہتے تھے اور آپ کو محبوب رکھتے تھے۔ آپ کے بغیر نہ کھانا کھاتے اور نہ استراحت فرماتے

کہیں باہر جاتے تو بھی آپ کو ہمراہ لے لیتے۔ کھانے کے وقت اہل و عیال سے فرماتے
کَمَا اَنْتُمْ حَتّٰی یَحْضُرَ النَّبِیُّ تم لوگ تو جیسے ہو ظاہر ہے ٹھیرو میرے بیٹے کو آجانے دو!
جب آپ تشریف لے آتے تب کھانا کھاتے۔ آپ کی برکت سے سب سیر ہو جاتے اور کھانا بچ جاتا
اگر آپ کھانے میں شریک نہ ہوتے تو کسی کو سیری نہ ہوتی۔ اسی واسطے حضرت ابو طالب آپ سے
فرمایا کرتے۔ اِنَّکَ لَمُبَارَکٌ۔ بلاشبہ تو بہت مبارک ہے (طبقات ابن سعد ص ۷۶ ج ۱)

حضرت ابو طالب کے سب لڑکے صبح کو اُٹھتے تو ان کے بال بکھرے ہوئے اور آنکھوں میں
چیپڑے بھرے ہوتے مگر آپ کے بالوں میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا (طبقات ابن سعد ص ۷۶ ج ۱)

حضرت جلہمہ بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکے میں آیا اس وقت ساکنانِ مکہ
قحط سالی کی سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ قریش مل کر حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اے
ابو طالب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں، نکلو اور خدا سے مینہ مانگو

فَخَرَجَ اَبُوْطَالِبٍ وَمَعَہٗ غُلَامٌ کَاَنَّہٗ شَمْسُ
دُجُنٍّ تَجَلَّتْ عَنْہُ سَحَابَۃٌ قَتْمَآءُ وَحَوْلَہٗ
اُغَیْلِمَۃٌ فَاَخَذَہٗ اَبُوْطَالِبٍ فَاَلْصَقَ
ظَھْرَہٗ بِالْکَعْبَۃِ وَلَاذَ الْغُلَامُ بِاِصْبَعِہٖ
وَمَا فِی السَّمَآءِ قَزَعَۃٌ فَاَقْبَلَ السَّحَابُ
مِنْ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا وَاَغْدَقَ وَاَغْدَوْدَقَ
وَانْفَجَرَ لَہُ الْوَادِیْ وَاَخْصَبَ النَّادِیْ
وَالْبَادِیْ وَفِیْ ھٰذَا یَقُوْلُ اَبُوْطَالِبٍ ؎

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ
یَلُوْذُ بِہِ الْھُلَّاکُ مِنْ آلِ ھَاشِمٍ

پس ابو طالب نکلے اور ان کے ساتھ ایک ایسا نورانی بچہ تھا
کہ گویا آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نکلا ہو اور اس کے
گرد چند بچے اور بھی تھے، ابو طالب نے (دیوار اللہ) بیت کر
اس نورانی بچے کی پشت دیوارِ کعبہ سے لگا دی، اس
نورانی بچے نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا حالانکہ
اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا تک نہ تھا مگر اس کے
اشارہ سے چاروں طرف سے بادل آگیا اور اتنا برسا کہ
جنگل بہ نکلے اور اہل شہر اور دیہات خوب سیراب ہو گئے
اور قحط سالی کی مصیبت دور ہو گئی) ابو طالب نے
اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ؎
وہ گورے رنگ والے کہ انکے چہرۂ انور کے صدقے میں

فَهُمْ عِنْدَهٗ فِیْ نِعْمَةٍ وَّ فَوَاضِلِ
(مواهب زرقانی ص۱۹۰)
(خصائص کبریٰ ص۸۶)

ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں یا مساکین کے نگہبان ہیں۔ بنی ہاشم جیسے غیور لوگ ہلاکت و تباہی کے وقت انہیں سے التجا و فریاد کرتے ہیں۔ اور وہ آپ کے پاس آکر عظیم نعمتیں اور برکتیں پاتے ہیں۔

سفر شام

جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو حضرت ابو طالب حسب دستور سابق قریشی تاجروں کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام جانے کے لیے تیار ہوئے ان کا خیال آپ کو ساتھ لے جانیکا نہیں تھا مگر آپ ان سے لپٹ گئے اور کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ حضرت ابو طالب کا دل بھر آیا۔ پیار سے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا خدا کی قسم میں تمہیں ضرور اپنے ساتھ لے چلوں گا، چنانچہ انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ لے لیا۔

جب یہ قافلہ سرزمین شام کے مقام بصریٰ میں پہنچا، تو وہاں بحیرا نامی ایک راہب اپنے کنیسہ میں رہتا تھا، جو تورات و انجیل اور کتب سماویہ کا بہت بڑا عالم تھا، اور اسی کنیسہ میں اسکے اسلاف کی کتب تھیں، جو نسلاً بعد نسل چلی آرہی تھیں وہ اچانک اپنے کنیسہ سے باہر نکلا اور پاس آتے ہوئے قافلے کو غور سے دیکھنے لگا اس نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا برابر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے آرہا تھا۔ قافلے کے لوگ اس کے کنیسہ کے پاس آکر ایک درخت کے نیچے اترے جب آپ اس درخت کے قریب آئے تو اس کی شاخیں آپ پر جھک پڑیں اور بادل کا ٹکڑا ٹھیر گیا۔ بحیرا نے کنیسہ کے خدام کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور قافلے والوں کو پیغام بھیجا کہ آپ سب لوگ میرے یہاں کھانا کھا کے جائیں گے۔ قریشی تاجروں میں سے ایک نے کہا کہ ہم پہلے بھی کئی مرتبہ اسی راستے اور اسی کنیسے کے پاس سے گزرے ہیں آپ نے کبھی ہماری دعوت نہیں کی آج کیا بات ہے؟

بحیرا نے کہا تم لوگ مہمان ہو میں نے چاہا کہ تمہاری عزت کروں اور کھانا کھلاؤں سب لوگ اس حسن سلوک سے حیران تھے، کھانا تیار ہونے پر اس نے سب کو بلایا۔ سب کے سب اس کے پاس جمع ہو گئے لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بسبب اونٹوں کی نگہبانی کے نہ گئے اور ان لوگوں کے کجاووں کے پاس بیٹھے رہے۔ جب بحیرا نے ان سب پر نظر ڈالی تو اس نے اس مقصود ذات کو نہ پایا، طفیلی ہی طفیلی نظر آئے تو کہنے لگا اے گروہ قریش کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اس کھانے سے پیچھے رہ جائے؟ انھوں نے کہا سوائے ایک چھوٹی عمر کے لڑکے کے کوئی پیچھے نہیں رہا بحیرا نے کہا اس کو بھی بلا لو! حارث بن عبد المطلب آپ کو لانے کے لیے اُٹھے اور بحیرا بھی نکل کر دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ آپ آرہے ہیں اور بادل کا ٹکڑا برابر آپ پر سایہ کیے آرہا ہے۔ آپ تشریف لے آئے اور سب لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے، بحیرا آپ کو بہت ہی غور سے دیکھتا رہا۔ اور آپ کے جسد مبارک کے خاص خاص مقامات کا معائنہ کرنے لگا۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہو کر منتشر ہوئے تو بحیرا آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے لڑکے میں تجھے لات و عزیٰ کی قسم دیکر چند باتیں پوچھتا ہوں مجھے جواب دے (بحیرا نے لات و عزیٰ کی قسم اس لیے دی کہ اس نے آپ کی قوم قریش کو دوران گفتگو ان دونوں کی قسمیں کھاتے ہوئے سُنا تھا) آپ نے فرمایا

لَا تَسْئَلْنِیْ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَوَاللّٰہِ	لات و عُزیٰ کی قسم دے کر مجھ سے نہ پوچھ اللہ کی قسم
مَا اَبْغَضْتُ شَیْئًا قَطُّ بُغْضَھُمَا وَلٰکِنْ	مجھے جتنا ان دونوں سے بغض ہے اور کسی چیز سے
اِسْئَلْنِیْ بِاللّٰہِ اُخْبِرْکَ قَالَ لَہٗ بُحَیْرَا	نہیں۔ ہاں مجھ سے اللہ کی قسم دیکر پوچھ میں بتاؤں گا
فَبِاللّٰہِ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِیْ عَمَّا اَسْئَلُکَ عَنْہُ	بحیرا نے کہا اچھا میں آپ کو اللہ کی قسم دیکر جو کچھ
قَالَ سَلْنِیْ بَدَا لَکَ	پوچھتا ہوں وہ بتایئے! فرمایا پوچھو میں بتاؤں گا

چنانچہ اس نے آپ سے آپ کے احوال کے متعلق چند باتیں پوچھیں آپ نے جواب دیا پھر اس نے آپ سے آپ کی نیند کے متعلق پوچھا، فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ پھر اس نے آپ کی آنکھوں اور مہر نبوت کو دیکھا۔ غرض اس نے آپ کے تمام اوصاف کو کتب سماویہ کے

بیان کے موافق پایا۔آپ کے معاملے میں اس کی محویت اور غور وفکر کو قریشی تاجروں نے تشویش کی نگاہ سے دیکھا اور حضرت ابوطالب بہت خائف ہوئے۔ چنانچہ بحیرا نے حضرت ابوطالب کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا آپ کا اس لڑکے کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے، اس نے کہا یہ تمھارا بیٹا نہیں ہے اس کا باپ تو زندہ نہیں ہونا چاہیے؟ فرمایا ٹھیک ہے یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس کا باپ اس وقت انتقال کر گیا تھا جب کہ یہ شکم مادر میں تھا۔اس نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو پھر اس نے کہا ابوطالب اس بچے کو لے کر واپس چلے جاؤ اور یہود سے اس کی حفاظت کرو خدا کی قسم اگر انھوں نے اس کو دیکھ لیا، اور اس کے متعلق جو کچھ میں نے جانا ہے انھوں نے بھی جان لیا، تو وہ ضرور اس کو ضرر پہنچائیں گے، اور ابوطالب یاد رکھنا ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اس کی بہت بڑی شان ہونے والی ہے۔چنانچہ حضرت ابوطالب آپ کو لے کر وہیں سے مکے واپس آگئے۔بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے ایک جماعت کے ساتھ آپ کو واپس مکہ بھیجدیا اور خود شام کو روانہ ہوئے۔ (ملخصا سیرت ابن ہشام، دلائل النبوۃ ابونعیم ص۱۲۵ ابن اثیر ص ۱۶/۲ خصائص کبریٰ ص ۸۴/۱ ، طبقات ابن سعد ص ۱۰۱/۱)

کتب سیر میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ جب بحیرا آپ کے متعلق ابوطالب سے مصروف گفتگو تھا تو دفعتہً روم کے سات آدمی جو آپ کے قتل کی غرض سے اپنے ملک سے نکلے تھے آئے، بحیرا نے ان سے آنے کی غرض وغایت دریافت کی، انھوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا کہ یہ نبی اس مہینہ میں سفر کرے گا اور اس راستے سے گزرے گا اس واسطے ہمارے بادشاہ نے تمام راستوں پر آدمی متعین کر دیے ہیں تاکہ یہ کسی راستے سے نکل نہ جائے اور ہمارے بادشاہ کا حکم ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔اس راستے پر ہمارا تعین ہوا ہے اور ہم اس نبی کو قتل کرنے آئے ہیں۔ بحیرا نے کہا۔

اَفَرَاَیْتُمْ اَمْرًا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّقْضِیَہٗ	کیا تم نے کوئی ایسا امر دیکھا ہے جس کو اللہ پورا کرنا چاہے
ھَلْ یَسْتَطِیْعُ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ رَدَّہٗ؟ قَالُوْا لَا!	اور آدمیوں میں سے کوئی اس امر کے پھیرنے کی طاقت
قَالَ فَبَایَعُوْہُ وَاَقَامُوْا مَعَہٗ ۔	رکھتا ہو؟ انھوں کہا نہیں!

تو بحیرا نے کہا اس قتل کے ناپاک ارادے سے باز آؤ! یعنی جب اللہ کی نصرت وحمایت ان کے ساتھ ہے اور اللہ اس امر کو پورا کرنا چاہتا ہے تو تم کیا کر سکتے ہو، ساری دنیا کے لوگ بھی نکل کھڑے ہوں تب بھی امر الٰہی غالب رہیگا بحیرا کی بات ان کی سمجھ میں آگئی) اور انھوں نے بحیرا کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم اس نبی کو کسی قسم کی ایذا وغیرہ نہ دینگے، اور وہ واپسی کا ارادہ ترک کر کے بحیرا کے پاس ہی مقیم ہو گئے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اپنے بادشاہ کی حکم عدولی کی ہے لہٰذا واپس جائیں گے تو جانوں کی خیر نہیں۔

(دلائل النبوت لابونعیم صـ۱۳ سیرت ابن ہشام صـ ابن اثیر صـ۱۶/۲ مواہب وزرقانی صفحہ ۱۹۵)

اور بحیرا راہب کا واقعہ یوں بھی مذکور ہوا ہے کہ جب یہ تجارتی قافلہ جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تھے شہر بصرہ میں اس کنیسہ کے پاس پہنچا تو وہ کنیسہ سے باہر نکلا اور قافلہ کو دیکھنے لگا، اس نے دیکھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بادل سایہ کیے ہوئے آرہا ہے اس نے آپ کو علامات سے پہچان لیا اور آگے آکر آپ کا دست مبارک اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا

هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ، هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هٰذَا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ لَهُ اَشْيَاخُ قُرَيْشٍ مَا عِلْمُكَ؟ قَالَ اِنَّكُمْ حِيْنَ اَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَّلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَّلَا يَسْجُدُ اِلَّا لِنَبِيٍّ وَاِنِّيْ لَاَعْرِفُهُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ بِاَسْفَلِ مِنْ غُضْرُوْفِ كَتِفِهِ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ وَاَنَا وَاَنَا نَجِدُهُ فِيْ كُتُبِنَا وَسَاَلَ اَبَا طَالِبٍ اَنْ يَّرُدَّهُ خَوْفًا عَلَيْهِ مِنَ الْيَهُوْدِ۔

(ابن ابی شیبة، حاکم بیهقی، دلائل النبوت ابونعیم صـ۱۳ مواہب وزرقانی صـ۱۹۴)

یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں، یہ رب العٰلمین کے رسول ہیں، یہ وہ ہیں جن کو اللہ رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کرے گا، تو قریشی تاجروں نے اس سے کہا تجھے کیونکر معلوم ہوا؟ کہنے لگا تم لوگ جب اس گھاٹی کے پیچھے سے نکلے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں رہا جو سجدے میں نہ گرا ہو گا، اور یہ شجر و حجر نہیں سجدہ کرتے مگر نبی کو اور میں نے ان کو مہر نبوت سے پہچان لیا ہے جو ان کے شانوں کے غضروف کے نیچے مثل سیب کے ہے اور ہم لوگ ان کو اپنی کتابوں میں نبی پاتے ہیں۔ پھر اس نے ابوطالب سے استدعا کی کہ آپ انکو واپس لیجائیں میں انپر یہود سے خوف کھاتا ہوں وہ حسداً انسے دشمنی کرینگے۔

تعجب ہے کہ بعض لوگوں نے بحیرا راہب کی ملاقات کے واقعات کو غلط بتایا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہودی لوگ قبل از بعثت آپ کے انتظار میں تھے اور آپ کی بعثت کو کفار کے مقابلے میں اپنی فتح و نصرت کا باعث سمجھتے تھے لہذا اگر وہ بچپن میں آپ کو پہچان لیتے تو اپنے اعتقاد کے موافق آپ کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے نہ کہ دشمنی ؟ اس کے متعلق ہم صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ جن لوگوں نے ایسا لکھا ہے انھوں نے اصلیات کو سمجھا نہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کفار کے مقابلہ میں آپ کے توسل سے فتح و نصرت طلب کیا کرتے تھے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ (قرآن کریم)

کہ وہ یہود اس (نبی کے آنے) سے پہلے (اس نبی کے وسیلے سے) کافروں پر فتح طلب کیا کرتے تھے۔

چنانچہ مفسرین و محدثین رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتب معتبرہ میں صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہود عرب کے بت پرست قبائل کے ساتھ جب جنگ کرتے تو ہمیشہ مغلوب ہوتے تھے ، انھوں نے اپنے علماء کی طرف رجوع کیا اور فتح کی تدبیر پوچھی ، علماء نے بہت زیادہ غور و فکر کے بعد ان کو یہ دعا تعلیم کی

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاةِ ۔

اے اللہ ہمیں نبی آخر الزمان جس کی صفت کو ہم توراۃ میں پاتے ہیں اس کے وسیلے سے فتح و نصرت عطا فرما !

چنانچہ ان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔ (قرآن کریم)

تو جب وہ (نبی) آیا ان کے پاس جس کو انھوں نے پہچانا (اور پھر اس پہچاننے کے باوجود) اس کے ساتھ کفر کیا پس ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہے ۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝	وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (نبی) کو پہچانتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بیٹوں کو (بلا تردد) پہچانتے ہیں اور بلا شبہ ایک فرقہ ان میں ایسا ہے جو جانتے ہوئے حق کو چھپاتا ہے۔
قرآن مجید	

قرآن کریم کی ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ یہودی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بلا شک وشبہ خوب پہچانتے تھے کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں جن کے اوصاف حمیدہ تورات میں ہیں اور جن کے وسیلے سے ہم فتحیاب ہوتے تھے مگر پھر بھی انھوں نے نہ مانا اور کافر ہی رہے تو وہ کیوں صرف اس لئے کہ آپ ان کی قوم بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوئے تھے اور ان کو یہ گمان تھا کہ وہ نبی آخر الزمان بنی اسرائیل میں سے ہوں گے، صرف غیر قوم میں سے ہونے کی وجہ سے انھوں نے ازراہ تعصب وحسد جان بوجھ کر ماننے سے انکار کر دیا اور آپ کے اوصاف حمیدہ کو چھپایا اور توراۃ میں تغیر وتبدل کر دیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ نبی صاحب کتاب اور آخری نبی ہے اور قیامت تک اسی کا دین رہے گا۔ ہماری شریعت منسوخ ہو جائے گی اور سالہا سال سے جو ہمارا اقتدار چلا آرہا ہے وہ یک دم ختم ہو کر رہ جائے گا، ان وجوہات کی بنا پر وہ آپ کے دشمن ہو گئے تھے

لہٰذا اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ یہود اگر بچپن میں آپ کو پہچان لیتے تو نہایت خدمت گزاری کرتے۔ کیوں کہ یہاں بچپن یا جوانی یا زمانۂ بعثت کا تو سوال ہی نہیں تھا یہاں تو سوال قومیت اور اقتدار کا تھا۔ اسی واسطے یہودیوں کی طرف سے یہ ناپاک کوششیں ہوئیں کہ اس نبی کو بچپن میں ہی قتل کر دیں، جیساکہ مذکور ہو چکا، اور پھر وہ لوگ جو آپ کو قتل کرنے آئے تھے بحیرا راہب کے سمجھانے سے باز آگئے۔

بلکہ ان حقائق کے پیشِ نظر تو بحیرا راہب کے واقعات کی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہودی اپنے زعم باطل میں سمجھتے تھے کہ اس نبی کو بچپن میں قتل کرنا آسان ہے بہ نسبت زمانۂ بعثت ونبوت کے۔ اور پھر قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بحیرا راہب کا گمان بالکل صحیح اور درست تھا

کیونکہ یہ وہی یہود تھے جنھوں نے خود اپنی قوم کے نبی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ ما
اور آیات الٰہیہ کی تکذیب کی، اور اپنی قوم بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کیا
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دشمنی کی اور ان کی والدہ حضرت مریم پر تہمتیں لگائیں وغیرہ وغیرہ
ان سے واقعی نیک سلوک کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ لہٰذا بحیرہ راہب کا ازراہ ہمدردی و محبت والفت
ابو طالب کو کہنا کہ آپ ان کو واپس مکے لے جائیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہود انکو ضرر نہ پہنچائیں
بالکل درست اور حق ہے۔

اسی واسطے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تجرید الصحابہ میں فرمایا ہے
کہ بحیرا راہب نے آپ کو قبل از بعثت دیکھا ہے اور وہ آپ پر ایمان لایا ہے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم
حضرت خدیجہ کی تجارت کے سلسلے میں میسرہ کے ساتھ گئے تھے تو بحیرا راہب نے پھر آپکی علامات
اور مہر نبوت کو غور سے دیکھا اور کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ	اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول اور وہی نبی امی ہیں
بَشَّرَبِہٖ عِیْسٰے بْنِ مَرْیَمَ۔	جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی ہے۔

(زرقانی علی المواہب ص۱۹۵)

ابن مندہ اور حافظ ابو نعیم نے بحیرا کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ (کذا فی المواہب صفحہ ۱۹۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ	وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسکی تلاوت
حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ	کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے اور
وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ	اس پر ایمان بھی لاتے ہیں اور جو اس کے منکر ہو گئے ہیں
(قرآن کریم ۱/۱۲)	وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما اس آیۂ کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں

نَزَلَتْ فِی اَھْلِ السَّفِیْنَۃِ الَّذِیْنَ قَدِمُوْا مَعَ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَکَانُوْا اَرْبَعِیْنَ رَجُلًا اِثْنَانِ وَثَلَاثُوْنَ رَجُلًا مِّنَ الْحَبَشَۃِ وَثَمَانِیَۃٌ مِنْ رُھْبَانِ الشَّامِ مِنْھُمْ بُحَیْرَا رَاھِبٌ۔

یہ آیت اہل سفینہ کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت جعفر بن ابو طالب کے ساتھ حاضر ہوئے (اور ایمان لائے) تھے ان کی تعداد چالیس تھی بتیس اہل حبشہ اور آٹھ شام کے راہب، کہ بحیرا راہب بھی ان میں تھا۔

(تفسیر خازن ص۵۸)

اللہ تعالیٰ نے بچپن شریف میں بھی آپ کے دامن کو ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک و منزہ رکھا تھا حسن و جمال کے اس پیکر میں تمام بھلائیوں اور خوبیوں کو جمع کر دیا تھا۔ آپ اخلاق و عادات میں سب سے اچھے، حسب و نسب میں سب سے اشرف، علم و حلم میں سب سے بڑھ کر، بات چیت میں سب سے زیادہ سچے، امانت و دیانت میں سب سے بڑھ کر تھے۔ یہاں تک کہ اپنے اور پرائے سب آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے بچپن شریف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں قریش کے بچوں کے ساتھ اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا رہا تھا، تمام لڑکوں نے اپنے تہمد اتار کر اپنی گردنوں پر رکھ لیے تاکہ پتھر اس تہمد کے اوپر رکھ سکیں اور گردن کو تکلیف نہ ہو میں نے بھی اس خیال سے تہمد اتارنا چاہا کہ اچانک کسی نے مجھ پر ہاتھ مارا اور کہا

شُدَّ عَلَیْکَ اِزَارَکَ — اپنا تہمد باندھے رکھو

تو میں نے اپنا تہمد باندھے رکھا، اور اپنی گردن پر ہی پتھر اٹھاتا رہا، اس وقت میرے سب ساتھی برہنہ تھے، ایک میرا ہی تہمد بندھا ہوا تھا۔

(سیرت ابن ہشام ص۱۹۴)

گلّہ بانی

بکریاں چرانا کوئی معیوب کام نہیں ہے۔ عرب کے بڑے بڑے شرفاء اور امراء کے بچے بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضرت ابو طالب نے بھی آپ کو بکریاں چرانے پر لگا دیا

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَی الْغَنَمَ قَالُوْا وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ وَاَنَا۔ (طبقات ابن سعد ص۷۹)

کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بھی چرائی ہیں فرمایا میں نے بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بکریاں چرانے کا ذکر تو قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ فرمایا

ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّوءُ عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ

یہ میرا عصا ہے، اسی پر میں تکیہ لگاتا ہوں، اور اسی کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں۔

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ "پیلو" لیکر آپ کے حضور سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ ان میں جو سیاہ ہو گیا ہو، وہ لینا چاہیے وہ میٹھا اور مزیدار ہوتا ہے۔ میں جب بکریاں چرایا کرتا تھا تو ان کو چنا کرتا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا ہاں! اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں

(طبقات ابن سعد ص۸۰)

حرب فجّار

جب آپ کی عمر شریف بیس برس کی ہوئی تو قبیلۂ ہوازن اور بنو کنانہ کے درمیان بڑے زور کی جنگ ہوئی اس معرکے کا نام حرب الفجار ہے کیونکہ یہ ان ایام میں ہوا جن میں لڑنا حرام و ناجائز تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جنگ میں شرکت فرمائی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

کنت انبل علی اعمامی — میں اپنے بچاؤں کو (ترکش سے) تیر نکال کر دیا جاتا تھا۔

اس لڑائی کا سبب یہ تھا کہ عرب کے مشہور ترین مقام بازار عکاظ میں ہر سال ایک بہت بڑا بھاری میلہ لگتا تھا جو بیس روز تک رہتا، اس میں دور دور سے لوگ آکر شریک ہوتے، اور عرب کی صنعت و حرفت کی نمائش کی جاتی اور خوب خرید و فروخت ہوتی۔

نعمان بن منذر (والئ حیرہ) ہر سال اپنا مال تجارت بازار عکاظ میں فروختگی کیلئے بھیجا کرتا، اور اشراف عرب میں سے کسی کو اس کی حفاظت کا ذمہ دار بنا دیتا جسکی نگرانی میں وہ مال فروخت ہوتا۔

اس سال نعمان بن منذر کے مال کی حفاظت کا ذمہ عروۃ الرحال بن عتبہ نے لیا، یہ عروہ قبیلۂ ہوازن میں سے ایک سردار تھا، یہ دیکھ کر بنو کنانہ میں سے ایک شخص براض بن قیس نے عروہ سے کہا کیا تو بنو کنانہ کے مقابلہ میں اس مال کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے؟ عروہ نے کہا کہ بنو کنانہ کیا، میں تمام لوگوں کے مقابلے میں اس مال کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ براض بن قیس اپنے حریف عروہ کے اس جرأت مندانہ جواب سے بہت مشتعل ہوا، اس وقت تو وہ خاموش رہا مگر اس نے موقع پاکر عروہ کو قتل کر دیا۔

عروہ چونکہ اپنی قوم (ہوازن) میں ایک سردار کی حیثیت رکھتا تھا اس لیے اس کی قوم نے قصاص میں براض بن قیس کو قتل کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ ہم اپنے سردار کے قتل کے بدلے میں بنو کنانہ میں سے کسی سردار کو قتل کریں گے۔ بنو کنانہ نے اس سے انکار کر دیا۔ عروہ کی قوم نے بدلہ

لینے کے لیے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں، ادھر بنو کنانہ بھی مقابلے کے لیے تیار ہو گئے، چنانچہ ایک سال تک تیاریاں ہوتی رہیں، مکہ کے تمام سرداروں نے اس معرکے کے لیے الگ الگ فوجیں تیار کیں۔ ان سرداروں میں سے کچھ ہوازن اور کچھ بنو کنانہ کے ساتھ ہو گئے، قریش سب بنو کنانہ کے ساتھ تھے۔ قبیلہ ہوازن کا سپہ سالار اعظم معوذ بن معتب الثقفی تھا، اور بنو کنانہ کے سب سرداروں کا سپہ سالار اعظم حرب بن امیہ تھا جو ابو سفیان کا باپ اور امیر معاویہ کا دادا تھا۔

قریش میں آل ہاشم کے علم بردار زبیر بن عبدالمطلب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور آپ ان ہی کی صف میں تھے۔

الغرض یہ سب سردار اپنی اپنی فوجیں لے کر میدان کارزار میں آ گئے۔ اور بڑے زور کی جنگ ہوئی اور کئی مرتبہ ہوئی، پہلے ہوازن، اور پھر بنو کنانہ غالب آئے۔ اور بالآخر آپس میں صلح ہو گئی۔

(ملخصا سیرت ابن ہشام جلد اول ص   طبقات ابن سعد جزاول ص۸۱)

حلف الفضول

جنگ فجار سے واپس آکر زبیر بن عبدالمطلب (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور سردار خاندان بنو ہاشم تھے) نے عبداللہ بن جدعان کے گھر کھانے کا انتظام کر کے مختلف خاندانوں اور سرداروں کی دعوت کی۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو زبیر بن عبدالمطلب اور دیگر آپ کے چند ساتھیوں نے جو اس تحریک کے محرک تھے لوگوں کو اچھے اخلاق اور اعمال پیدا کرنے کی ترغیب دی سب لوگ اس سے متاثر ہوئے کیونکہ وہ پے بہ پے لڑائیوں سے بہت نقصان اٹھا چکے تھے۔ چنانچہ سب نے اللہ کو گواہ بنا کر یہ معاہدہ کیا

"ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور اس کا حق اس کو دلوائے گا، اور ایک دوسرے کے ساتھ صلح و محبت سے رہے گا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ میں شریک تھے۔ اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معاہدہ کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو میں اس کو نہ توڑتا اور اب بھی اگر کوئی مجھے ایسے معاہدہ کے لیے بلائے تو میں اس کی دعوت قبول کرونگا۔ (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۸۲)

ف۔ اس معاہدہ کا نام "حلف الفضول" اس لیے ہوا کہ جو لوگ اس کے محرک تھے ان سب کے ناموں کا مادہ "فضیلت" تھا یعنی فضیل بن حارث جرہمی فضیل بن وداعہ قطوری، اور مفضل بن فضالہ جرہمی وغیرہ۔ عمرو بن عوف نے اسی بارے میں کہا ؎

إِنَّ الْفُضُوْلَ تَحَالَفُوْا وَتَعَاقَدُوْا ۔۔۔ أَنْ لَا يُقِيْمَ بِبَطْنِ مَكَّةَ ظَالِمٌ

بلاشبہ فضول ان لوگوں نے جنکے نام (میں فضل (کا مادہ) ہے آپس میں حلف اٹھایا اور معاہدہ کیا ہے کہ مکہ میں کوئی ظالم رہنے پائے،

أَمْرٌ عَلَيْهِ تَعَاهَدُوْا وَتَوَاثَقُوْا ۔۔۔ فَالْجَارُ وَالْمُعْتَرُّ فِيْهِمْ سَالِمٌ

"بہت بڑی اور اچھی بات ہے جس پر انہوں نے پکا عہد و پیمان کیا ہے، اب ان لوگوں کے درمیان بناہ گیر اور کمزور لوگ سلامتی سے رہینگے

(تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم صہ ۱۹)

شام کا دوسرا سفر

جب آپ کی عمر بیس سال سے کچھ زائد ہو گئی تو آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے جو تجارت پیشہ تھے آپ کو اپنے ساتھ تجارت میں لگا لیا، اس وقت وہاں کا دستور تھا کہ مالدار لوگ کسی تجربے کار اور دیانت دار آدمی کو اپنا سرمایہ دے کر تجارت میں لگا دیتے اور منافع میں اسکا حصہ مقرر کر دیتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کی شراکت خوشی کے ساتھ قبول فرماتے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراپا صدق پیدا فرمایا تھا، اور آپ کی ذات اقدس میں بیشمار خوبیوں اور صلاحیتوں کو جمع فرما دیا تھا۔ اس لیے آپ بڑی ہوشیاری اور نہایت ایمان داری و دیانت داری سے کام کرتے جس کا سابقہ بھی آپ سے پڑا اس نے آپ کو ہر معاملے میں صادق اور امین پایا۔ آپ کے اخلاق کی پاکیزگی، کردار کی بلندی، معاملہ کی صفائی، اور صداقت و دیانت کا شہرہ ہوا، یہاں تک کہ زبان خلق نے آپ کو صادق اور امین کا لقب دیدیا۔ چنانچہ کتب سیر احادیث میں آپ کی صفائی معاملات کے واقعات مذکور ہیں۔

تجارت میں صداقت و دیانت کا ہونا بہت بڑی چیز ہے اسی واسطے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ راست گو اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا، اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ جھوٹ بول کر مال فروخت کرتے اور ناجائز طور سے کماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان پر نظر رحمت فرمائے گا اور دنیا میں انکی خیرات قبول ہے نہ صدقہ، اور جو کچھ وہ کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا جن کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے، ایک معزز خاتون، نہایت شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق اور بہت ہی زیادہ مالدار تھیں، زمانۂ جاہلیت میں لوگ انکو طاہرہ اور سیدۃ نساء قریش کہکر پکارتے تھے (زرقانی علے المواہب ص ۱۹۹)

اکثر لوگ ان کے مال سے تجارت کرتے اور وہ منافع میں سے مقرر کیا ہوا حصہ انکو دیتیں،
جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دیانت وصداقت اور شرافت وپاکیزگی کی خبریں ان کو پہونچیں
تو انھوں نے آپ کو بلا کر کہا کہ آپ مال تجارت لے کر شام جائیں۔ میں جتنا حصہ اوروں کو دیتی ہوں
آپ کو ان سے دوگنا دوں گی آپ نے قبول فرمایا اور شام جانے کیلئے تیار ہو گئے

سیرت ابن ہشام جلد اصفحہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ کے ہمراہ بھیجا، آپ حضرت خدیجہ کا
مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کو روانہ ہوئے۔ جب بصرے میں پہنچے تو ایک کلیسہ کے قریب
ایک درخت کے نیچے اترے کلیسا میں نسطورا نامی ایک راہب تھا، جو کلیسا سے باہر نکلا اور آکر میسرہ
سے کہنے لگا اے میسرہ! اس درخت کے نیچے یہ شخص کون ہے؟ میسرہ نے کہا یہ قریش حرم میں سے ہیں
فَقَالَ الرَّاهِبُ مَا نَزَلَ تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا نَبِيٌّ — تو راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی نہیں اترا ہے
پھر اس نے کہا کیا اس کی آنکھوں میں سرخی ہے؟ میسرہ نے کہا ہاں اور وہ ہمیشہ رہتی ہے کبھی جدا نہیں
ہوتی! راہب نے کہا یہ تو خاتم الانبیاء ہے۔

(سیرت ابن ہشام ص — زرقانی علے المواہب ۱۹۸ طبقات ابن سعد ص ۸۳/۱)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ ابو سعد سے نقل فرماتے ہیں۔

اَنَّ الرَّاهِبَ دَنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَقَبَّلَ رَأْسَهٗ وَقَدَمَيْهِ وَقَالَ اٰمَنْتُ بِكَ
وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِيُّ
الْاُمِّيُّ الَّذِيْ بَشَّرَ بِكَ عِيْسٰى فَاِنَّهٗ
قَالَ لَا يَنْزِلُ بَعْدِيْ تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ
اِلَّا النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الْهَاشِمِيُّ الْعَرَبِيُّ الْمَكِّيُّ صَاحِبُ
الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ وَلِوَاءِ الْحَمْدِ (زرقانی علے المواہب ص ۱۹۵)

کہ راہب نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر
آپ کے سر اور قدموں کو چوما اور کہا میں آپ پر ایمان لایا
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ وہی ہیں جنکا ذکر
اللہ نے تورات میں کیا ہے۔ پھر اس نے آپکی مہر نبوت کو
دیکھا تو کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے
نبی امی ہیں اور آپ وہی ہیں جنکی بشارت دیتے ہوئے
عیسے علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے

سوائے اس نبی الامی الہاشمی العربی المکی صاحب حوض کوثر و شفاعت ولواء الحمد کے اور کوئی نہیں اُترے گا۔

وہاں سے فارغ ہو کر آپ بازار بصری میں گئے اور جس قدر مال تجارت لے کر گئے تھے وہ سب آپ نے فروخت کر دیا اور اس میں بہت نفع ہوا اور جس مال کو خریدنا چاہا وہ خریدا اور مکے واپس ہوئے، میسرہ جاتے ہوئے اور آتے ہوئے دیکھتا رہا کہ دھوپ میں دو فرشتے پرندوں کی صورت میں برابر آپ پر سایہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ رہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور فرشتوں کا برابر سایہ کر کے آپ کو دھوپ سے بچانا اور پھر راہب کا آپ کے نبی و رسول ہونے کی خبریں دینا، اس سے میسرہ بہت متاثر ہوا، اس کے دل میں اللہ نے آپکی بہت زیادہ محبت پیدا کر دی اور وہ آپکا غلام بن گیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۸۳ سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ)

جب آپ مکے واپس آئے تو دوپہر کا وقت تھا حسن اتفاق سے اس وقت حضرت خدیجہ اپنے مکان کے بالاخانے میں چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں انھوں نے آپکو اس شان سے واپس آتے ہوئے دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار تھے اور دو فرشتے آپ پر سایہ کیے آپ کو دھوپ سے بچاتے ہوئے آرہے ہیں۔ حضرت خدیجہ نے یہ نظارہ ان عورتوں کو بھی دکھایا تو وہ دیکھ کر بہت متعجب ہوئیں۔

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۸۳)

آپ جس مال کو وہاں سے خرید کر لائے تھے اس کو مکے میں آکر فروخت کیا تو دوگنے یا اس کے قریب قریب پھر ہو گئے۔ غرض کہ بہت ہی زیادہ نفع ہوا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور پہلے تو آپ کو لوگوں سے دوگنا دینے کا وعدہ کیا تھا اب چوگنا دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص ۸۳ سیرت ابن ہشام جلد اول ص)

حضرت خدیجہ سے نکاح

حضرت خدیجہ نے آپ کے آنے کے وقت فرشتوں کا سایہ کرتے ہوئے آنا جو دیکھا تھا وہ میسرہ سے بیان کیا تو میسرہ نے کہا کہ میں تو ان فرشتوں کو شام سے اسی طرح دیکھتا ہوا آرہا ہوں اور "نسطورا" راہب کی ملاقات کے واقعات اور سفر کے تمام تفصیلی حالات وواقعات سُنائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حسب ونسب، صورت وسیرت، مال ودولت، پاکیزگی وشرافت میں سب سے بڑھ کر تھیں، قوم کے بڑے بڑے امراء لوگ ان کی طرف رجوع کرکے مایوس ہو چکے تھے۔ حالانکہ وہ بہت سے مال وزر کی پیش کش بھی کر چکے تھے، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سب کی درخواستوں کو رد کر دیا تھا، کیونکہ ان کا ارادہ اب شادی کرنے کا قطعی نہ تھا لیکن آپ کے حسن وجمال اور پاکیزہ اخلاق اور میسرہ کے سنائے ہوئے حالات وواقعات سے بہت متاثر ہوئیں اور حقیقت میں چونکہ ازل سے ہی سعادت مندیاں اور سرفرازیاں ان کے لیے مقدر ہو چکی تھیں اور ان کو سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی عنہا کی والدہ اور ام المومنین بننے کا شرف حاصل کرنا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یک دم آپ کی بہت ہی زیادہ محبت پیدا فرمادی، اور وہ آپ کی طرف مائل ہوئیں۔

چنانچہ انھوں نے نفیسہ بنت منیہ کو اپنی قلبی کیفیتوں سے آگاہ کرکے آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ نفیسہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پاس آئی اور میں نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ نکاح کیوں نہیں کرتے ؟

فرمایا میرے پاس نکاح کے لیے ساز وسامان نہیں ہے!

نفیسہ۔ اگر ساز وسامان ہو جائے، اور آپ کو حسن وجمال، مال ودولت، اور شرافت وپاکیزگی کی طرف دعوت دی جائے، تو کیا قبول فرمائیں گے ؟

فرمایا۔ کیوں نہیں مگر وہ ہے کون ؟

نفیسہ۔ خدیجہ !

فرمایا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے ؟

نفیسہ۔ یہ میرا ذمہ ہے !

فرمایا۔ مجھے منظور ہے !

نفیسہ کہتی ہیں میں نے آکر خدیجہ کو اطلاع دی تو وہ بہت مسرور ہوئیں اور انھوں نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ فلاں دن فلاں وقت آپ نکاح کے لیے آجائیں !

حضرت خدیجہ کے والد خویلد "حرب فجار" سے پہلے انتقال کرچکے تھے، انھوں نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلایا کہ وہ آکر نکاح کردیں !

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۸۴)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے پاس آئے، اور ان کو یہ ماجرا سُنایا، و بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اپنے بھائیوں کو بلاکر یہ مژدہ سنایا۔

تاریخ معین پر آپ اپنے چچاؤں اور رؤسائے خاندان کے ساتھ حضرت خدیجہ کے مکان پر تشریف لائے۔ حضرت ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا، وہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ	سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے ہمیں حضرت
وَزَرْعِ اِسْمٰعِیْلَ وَضِئْضِیءِ معد وعنصر	ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے کی
مضر وَجَعَلَنَا حضنۃ بَیْتِہٖ وَسوّاس حَرَمِہٖ	اور معد کی اصل اور مضر کے عنصر سے بنایا اور اپنے گھر
وَجَعَلَ لَنَا بَیْتًا مَّحْجُوْجًا وَحَرَمًا اٰمِنًا	کعبہ شریف کا خادم اور اپنے حرم شریف کا مدبر بنایا
وَجَعَلَنَا الْحُکَّامَ عَلَی النَّاسِ ثُمَّ اِنَّ ابْنَ اَخِیْ	اور ہمارے واسطے وہ گھر بنایا جو حج کرنے کی جگہ ہے
ھٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ لَا یُوْزَنُ بِرَجُلٍ	اور ہمارے لیے وہ حرم بنایا جو امن کی جگہ ہے اور ہمیں
اِلَّا رَجَحَ بِہٖ فَاِنْ کَانَ فِی الْمَالِ قل	دوسرے لوگوں پر حاکم یعنی سردار بنایا حمد وثنا کے بعد

فَاِنَّ الْمَالَ ظِلٌّ زَائِلٌ وَّاَمْرٌ حَائِلٌ وَّمُحَمَّدٌ مِمَّنْ قَدْ عَرَفْتُمْ قَرَابَتَهٗ وَقَدْ خَطَبَ خَدِيْجَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ وَبَذَلَ لَهَا مَا آجِلَهٗ وَعَاجِلَهٗ مِنْ مَالِيْ كَذَا وَهُوَ وَاللّٰهِ بَعْدَ هٰذَا لَهٗ نَبَاءٌ عَظِيْمٌ وَّخَطَرٌ جَلِيْلٌ جَسِيْمٌ فَزَوَّجَهَا۔

(مواہب وزرقانی جلد ا صفحہ ۲۰۱)

بیشک یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد بن عبداللہ جو شرافت وعظمت میں سب سے بڑھ کر ہے اگرچہ اس کے پاس مال دنیا قلیل ہے (مگر مال دنیا کی حقیقت ہی کیاہے) وہ تو ایک سائے کی طرح ہے (کہ ایک سے دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے۔ اس کو بقا نہیں) اور یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں میں سے ہیں جنکو قرابت کے سبب تم جانتے ہو (کہ مال دنیا ان کی عظمت شان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا) اور تحقیق محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کرنے آئے ہیں اور خدیجہ کے لیے میرے مال سے وہ مال لائے ہیں، جو آجل وعاجل ہے اور خدا کی قسم اس کے بعد انکی جو شان ہونے والی ہے، وہ خبر عظیم ہے (جس کو تم نہیں جانتے ہو) پھر حضرت خدیجہ کے ساتھ تزویج کر دی۔

ساڑھے بارہ اوقیہ سونا آپ کا مہر قرار پایا۔ ہر اوقیہ چالیس درہموں کا ہوتا ہے۔ لہٰذا پانچ سو طلائی درہم ہوئے (مواہب وزرقانی جلد ا صفحہ ۲۰۱)

اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آپ کا مہر چالیس جوان اونٹنیاں قرار پایا (ابن ہشام)

شادی کے وقت آپ کی عمر شریف پچیس سال، اور حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دو شادیاں اس سے پیشتر ہو چکی تھیں۔ پہلی شادی "ابو ہالہ" بن زرارہ تمیمی سے ہوئی ان سے دو لڑکے "ہندا اور ہالہ" پیدا ہوئے، ابو ہالہ زمانہ جاہلیت میں وفات پا گئے تھے۔ "ہندا" حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپکے صحابہ میں داخل ہوئے بڑے فصیح وبلیغ تھے خصوصًا آپ کے اوصاف کریمہ بیان کرنے میں مانے ہوئے تھے، فرمایا کرتے تھے۔

اَنَا اَكْرَمُ النَّاسِ اَبًا وَّاُمًّا وَّاَخًا وَّاُخْتًا اَبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخِي الْقَاسِمُ وَاُخْتِيْ فَاطِمَةُ وَاُمِّيْ خَدِيْجَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

(زرقانی علی المواہب)

میں لوگوں سے مکرم ومعظم ہوں بلحاظ ماں باپ اور بہن بھائی کے میرے باپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں بھائی قاسم بہن فاطمہ اور ماں خدیجہ ہے رضی اللہ عنہم

اور "ہالہ" نے بھی آپ کی صحبت اختیار کی ہے چنانچہ طبرانی نے خود انسے روایت کی ہے

اَنَّہٗ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاقِدٌ فَاسْتَيْقَظَ فَضَمَّ هَالَةَ اِلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ هَالَةُ هَالَةُ هَالَةُ (زرقانی دمواہب ج۱ ص۱۹۹)

کہ وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ دسلم کی خدمت اقدس میں ح
ہوئے، آپ اس وقت سو رہے تھے اجب آپ جاگے تو آ
ہالہ کو اپنے سینہ سے لگایا اور تین مرتبہ فرمایا ہالہ! ہالہ!! ہال

ابو ہالہ کے مرنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دوسری شادی عتیق بن عابد مخزومی س
کی، ان سے ایک لڑکی "ہند" پیدا ہوئی جو مشرف باسلام ہوئی لیکن اس سے کوئی حدیث مروی نہیں ہ

(زرقانی علے المواہب ص۲۰۰ ج۱)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ تیسری شادی تھی جو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی اسکے بع
جو اُن سے اولاد ہوئی اس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد امجاد کے بیان میں آئے گا

تعمیر کعبہ

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے بعد بنی عمالقہ اور بنی جرہم اور قصی نے اپنے اپنے وقت میں کعبہ کی عمارت کی تجدید کی تھی، تجدید عمارت کی ضرورت مرور زمانہ کے اثر یا صدمہ سیلاب کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی۔ کیونکہ یہ عمارت نشیب میں واقع ہوئی تھی، اور سیلاب کا پانی وہاں آجاتا تھا۔ اگرچہ اس کی روک تھام کے لیے بالائی حصے پر ایک بند بھی بنا دیا گیا تھا، مگر وہ بھی ٹوٹ جاتا اور پانی حرم شریف میں داخل ہو جاتا، اس دفعہ ایسے زور کا سیلاب آیا جس سے کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ اتفاق سے ان ہی دنوں میں بعض لوگوں نے کعبہ شریف سے کچھ مال چرا لیا جس میں ایک سونے کا ہرن بھی تھا، جو موتی اور جواہرات سے مرصع تھا، اس چوری کی تہمت عامر بن حارث، ابو ہارب بن عزیز، ابو لہب بن عبد المطلب پر لگی، مگر چوری کا مال "دویک" نامی شخص جو ملیح بن عمرو خزاعی کا غلام تھا اسکے پاس پایا گیا۔ چنانچہ قریش نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا (زرقانی مواہب ص۲۰۴)

ان حالات کے پیش نظر قریش نے از سر نو کعبہ کو تعمیر اور اس کو مسقف کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے کعبہ کی چھت نہیں تھی۔

اتفاق سے ان ہی دنوں میں ایک رومی تاجر کا جہاز ساحل جدہ پر کنارے سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا تھا، قریش کو جب اس کی خبر ہوئی تو ولید بن مغیرہ چند قریشیوں کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا اور کعبہ کی چھت کے لیے اس شکستہ جہاز کے تختے خرید لیے، جہاز میں ایک شخص باقوم نامی معمار و نجار بھی تھا، ولید نے اس کے ساتھ گفتگو کی اور اس کو بھی اپنے ساتھ لے آیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص۹۳)

(ابن اثیر جلد ۲ ص۱۹)

(زرقانی علے المواہب ص۲۰۴/۱)

کعبہ شریف کے اندر ایک چوبچہ تھا جس میں قربانیاں اور وہ تمام چیزیں رکھی جاتیں جو روزانہ بطور نذرانہ آتی تھیں۔ اسی چوبچے میں سے ایک سانپ نکلا کرتا تھا جو کعبہ کی دیواروں پر آکر بیٹھ جاتا، جب کوئی اس کے نزدیک جاتا، تو وہ سر اُٹھا کر منھ کھولتا اور پھنکاریں مارتا، لوگ اس سے ڈرتے تھے۔

جس روز قریش نے کعبہ کی دیواروں کو توڑنا شروع کیا وہی سانپ نکل کر انپر حملہ آور ہوا، تو وہ لوگ رُک گئے اور انھوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ ولید نے کہا کیا تم کعبہ کی درستگی اور اصلاح نہیں چاہتے ہو؟ سب نے کہا کیوں نہیں! تو ولید نے کہا بلاشبہ اللہ کعبہ کی درستگی اور اصلاح کرنے والوں کو ہلاک نہیں کرے گا۔ لیکن یہ بات تمھارے لیے ضروری ہے کہ تم لوگ کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں جو مال بھی دو وہ حلال اور طیب ہو، وہ مال ہرگز نہ دو جو غصب کیا ہوا یا ظلم و زیادتی سے حاصل کیا، یا حرام و ناجائز طریقے سے کمایا ہوا ہو، کیونکہ اللہ تعالےٰ طیب اور پاک ہے اور وہ طیب و پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔

اور بعض مورخین فرماتے ہیں کہ یہ بات ابووہب بن عمرو مخزومی نے جو نہایت شریف اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کے ماموں تھے نے کہی اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ لَكَ فِيْ هَدْمِهَا رِضًا	اے اللہ! اگر کعبے کے گرانے (اور پھر اس کو بنانے) میں
فَاَتِمَّهٗ وَاَشْغِلْ عَنَّا هٰذَا الثُّعْبَانَ	تیری خوشنودی ہے تو اس کو پورا کر اور اس سانپ کو ہم سے
فَاَقْبَلَ طَائِرٌ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ كَهَيْئَةِ الْعُقَابِ	غافل کر دیں (انکا یہ کہنا تھا کہ) ایک پرندہ جو عقاب کی
ظَهْرُهٗ اَسْوَدُ وَبَطْنُهٗ اَبْيَضُ وَرِجْلَاهُ صَفْرَا	مانند تھا، آسمان کی طرف سے آیا، اسکی پیٹھ سیاہ تھی، اور
وَاِنَّ الْحَيَّةَ عَلٰى جِدَارِ الْبَيْتِ فَاَخَذَهَا	پیٹ سفید اور دونوں پاؤں زرد تھے، اس وقت سانپ
ثُمَّ طَارَ بِهَا فَقَالَتْ قُرَيْشٌ اِنَّا لَنَرْجُوْا	کعبہ کی دیوار پر ہی تھا، تو اس نے اسکو پکڑا اور لیکر اڑ گیا
اَنَّ اللّٰهَ قَبِلَ عَمَلَكُمْ وَنَفَقَتَكُمْ	یہ دیکھکر قریش نے کہا کہ اب ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ نے
(زرقانی علی المواہب جلد اول صفحہ ۲۰۴)	تمھارے اس عمل اور قربانی کو قبول فرمالیا ہے۔

باوجود اس کے کہ عقاب سانپ کو اُٹھا کر لے گیا تھا پھر بھی لوگ کعبہ کو ڈھانے کے سلسلے میں بہت ڈرتے تھے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا اگر تم ڈرتے ہو تو اس کی ابتدا میں کرتا ہوں، چنانچہ وہ کدال لے کر آگے بڑھا، اور ضرب لگاتے ہوئے بولا۔ اے اللہ ہم نے ٹیڑھی راہ اختیار نہیں کی اور ہم سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ اس نے لوگوں کے دیکھتے دیکھتے کچھ حصہ گرا دیا، لوگوں نے آپس میں کہا کہ ہم رات بھر انتظار کریں گے کہ اس پر کوئی آفت و مصیبت وغیرہ آتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی آفت و مصیبت وغیرہ آئی تو ہم کعبہ کو نہیں گرائیں گے ورنہ بصورت دیگر ہم یہ سمجھیں گے کہ اللہ اس کے گرانے اور تعمیر کرنے میں راضی ہے

چنانچہ جب اس پر کوئی مصیبت وغیرہ نہ آئی تو صبح کو سب اسکے ساتھ ہو کر گرانے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اساس ابراہیم تک پہنچ گئے، اساس ابراہیمی پر پہنچ کر انھوں نے سبز رنگ کے پتھروں کو دیکھا جو ایک دوسرے کی گرفت کیے ہوئے تھے۔ قریش کے ایک شخص نے ان پتھروں کے درمیان گدالہ ڈال، ایک پتھر کو اکھیڑ کر نکالنا چاہا۔ جب اس نے زور لگایا، تو ایک ہولناک آواز آئی اور اس پتھر کے ہلنے کے ساتھ سارا مکہ ہل گیا اور اس پتھر کے نیچے سے ایک بجلی سی چمکی جس سے قریب تھا کہ اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی۔ یہ دیکھ کر وہ سب اساس ابراہیمی کے ڈھانے سے رک گئے۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۰۴/۱ سیرت ابن ہشام ص)

پھر انھوں نے یہ طے کیا کہ کعبہ کے چند حصے مقرر کر کے ان کو بذریعہ قرعہ اندازی قبائل میں تقسیم کر دیا جائے اور ہر قبیلہ اپنے حصے کی تعمیر کرے تاکہ سب کو کعبہ کی تعمیر کا شرف حاصل ہو چنانچہ ہر قبیلے نے پتھر جمع کر کے اپنے اپنے حصے کی تعمیر شروع کر دی۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت ۳۵ سال کی تھی۔ آپ بھی اپنے چچا عباس اور ابو طالب کے ساتھ اس تعمیر میں شریک تھے اور پتھروں کے اُٹھانے کی وجہ سے آپ کے شانے چھل گئے تھے۔

تعمیر کرتے ہوئے جب اس مقام پر پہنچے جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا تو ہر قبیلہ نے اپنا استحقاق ظاہر کیا اور ہر ایک نے یہی چاہا کہ حجر اسود کے نصب کرنے کا شرف سوائے اسکے کسی اور کو حاصل نہ ہو،

اس سے سخت اختلاف اور جھگڑا پیدا ہو گیا، یہاں تک کہ سب جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور بعض قبائل نے دستورِ عرب کے مطابق خون کا پیالہ بھرا، اور اس میں انگلیاں ڈبو کر عہد کیا کہ ہم مرنے تک لڑیں گے۔

چار روز تک یہ کشمکش برابر جاری رہی، پانچویں روز مسجد حرام میں اس خیال سے سب جمع ہوئے کہ شاید صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ ابو امیہ بن مغیرہ جو سب سے زیادہ عمر کا تھا اس نے رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے باب بنی شیبہ سے مسجد میں داخل ہو وہی حَکم قرار دے دیا جائے اور اس کا فیصلہ تسلیم کر لیا جائے۔ سب نے اس رائے کو منظور کر لیا اور دوسرے روز ہر قبیلے کے معزز آدمی موقع پر پہنچ کر دیکھنے لگے۔

خدا کی قدرت کہ سب سے پہلے مسجد میں داخل ہونے والے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے، جب ان کی نظریں آپ کے چہرۂ انور پر پڑیں تو سب کے سب پکار اُٹھے

هٰذَا مُحَمَّدٌ هٰذَا الْاَمِیْنُ — یہ تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں، یہ تو امین ہیں

قَدْ رَضِیْنَا بِهٖ (شفا شریف ص۲) — (ان کے فیصلے پر) ہم سب راضی ہیں۔

رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حالات کا جائزہ لے کر ایسی بہترین تدبیر فرمائی کہ سب کے سب خوش بھی ہو گئے اور ایک بہت بڑے خطرناک جھگڑے کا خاتمہ بھی ہو گیا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ تمام قبائل اپنا اپنا ایک سردار منتخب کر لیں۔ جب انھوں نے انتخاب کر لیا تو آپ نے ایک چادر بچھا کر حجرِ اسود کو اٹھا کر اس میں رکھ دیا اور ان منتخب سرداروں سے فرمایا کہ چاروں طرف سے چادر کے کونے اور کنارے تھام کر اوپر کو اٹھائیں۔ جب چادر مقام نصب کے برابر آ گئی تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجرِ اسود کو اٹھا کر نصب فرما دیا اور پھر تعمیر ہونے لگی۔

سیرت ابن ہشام ص — زرقانی علی المواہب ص۲۰۵

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ جب تمام لوگوں نے آپ پر اظہارِ رضامندی کیا تو شیطان جو کہ شیخ نجدی کی صورت میں ان لوگوں کے ساتھ تھا، چلایا اور بولا اے قریشیو! کیا تم محمد پر راضی ہو گئے ہو جو ایک غلام اور یتیم ہے کہ وہ اس پتھر کو رکھے۔ حالانکہ تمہارے بڑے بڑے لوگ

اس کام کے مستحق موجود ہیں۔ قریب تھا کہ اس کی شرارت سے شور و غل ہو جاتا مگر وہ خاموش رہے۔
(زرقانی علے المواہب ص ۲۰۵/۱)

حجر اسود کے نصب اور تعمیر کے بعد کعبہ پندرہ شہتیر ڈال کر مسقف کر دیا گیا۔ چونکہ نفقۂ حلال کا سامان تعمیر کافی نہ تھا اس لیے کعبے حدود میں اختصار کرتے ہوئے غربی جانب کا کچھ حصّہ چھوڑ دیا گیا اور بنیادیں قائم کر کے چار دیواری کھینچ دی گئی کہ اس کو پھر حسب موقع کعبے کے اندر لیا جائے گا اسی حصّے کو حطیم کہتے ہیں، اور یہ حطیم کعبے کا ہی ایک جزو ہے۔

اس تعمیر سے پہلے کعبے کا ارتفاع نو ذراع[۱] اور دروازہ سطح زمین کے برابر تھا مگر اب قریش نے ارتفاع اٹھارہ ذراع اور دروازہ زمین سے اونچا کر دیا تھا۔ عہد نبوت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہوا کہ بنا، ابراہیمی کے مطابق حطیم کو کعبے کے اندر داخل کر دیا جائے، مگر چوں کہ ادخال حطیم انہدام کعبہ کے بغیر ممکن نہ تھا اس لیے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ کفار کے ہاتھ ایک بات آجائے گی کہ دیکھو اچھے نبی ہیں جنھوں نے کعبہ منہدم کر دیا، اور نئے نئے مسلمان ہیں انہدام کعبہ سے متاثر ہو کر کہیں بدگمان نہ ہو جائیں اس ارادے کو چھوڑ دیا۔ اللہ نے بھی آپ کو ادخال حطیم کی اجازت نہ دی یعنی آپ کے خیال کے مطابق معاملہ رہنے دیا۔

عہد یزید میں جب یزیدی لشکر نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے محاصرہ کے وقت منجنیق سے پتھر برسائے تھے اس وقت پتھروں کے شراروں سے کعبہ مکرمہ کے غلاف کو آگ لگ گئی تھی جس سے کعبے کی چھت وغیرہ جل گئی تھی اور عمارت کو بہت زیادہ نقصان پہنچا یزید کے مرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے عہد خلافت میں کعبہ کو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں کے مطابق تعمیر کر کے دوسرا دروازہ بھی بنا دیا اور انھوں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چھ ہاتھ زمین داخل کرنے کی خواہش تھی چنانچہ انھوں نے آپ کی خواہش کے مطابق چھ ہاتھ زمین اور بھی داخل کر دی۔

---

[۱] کہنی سے لے کر بیچ کی انگلی کے سرے تک جو ہاتھ کا حصّہ ہے وہ "ذراع" کہلاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد حجاج نے عبدالملک بن مروان سے مشورہ کرکے عبداللہ بن زبیر کی بنائی ہوئی عمارت کو یا اس کے اس حصے کو جو انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق زیادہ کیا تھا گرا کر از سر نو تعمیر کیا اور دوسرا دروازہ جو انھوں نے بنایا تھا وہ بھی بند کر دیا۔

علامہ فاکہی نے ذکر کیا ہے کہ بعد میں عبدالملک بہت نادم ہوا کہ اس نے حجاج کو کعبہ کے گرانے اور بنانے کی کیوں اجازت دی تھی، بلکہ اس نے حجاج پر لعنت بھی کی۔ اس کے بعد ہارون رشید یا اسکے باپ نے ارادہ کیا کہ کعبہ کو گرا کر پھر از سر نو عبداللہ بن زبیر کے مطابق بنادے۔ حضرت امام مالک رحمہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ خدا را اب اس کو نہ گراؤ، اور اسی طرح رہنے دو کیوں کہ اب اس کو اگر تم نے پھر گرایا، تو میں ڈرتا ہوں کہ یہ کہیں بادشاہوں کا کھلونا ہی نہ بن جائے چنانچہ اس نے اپنے ارادے کو ترک کر دیا۔

اس کے بعد کسی خلیفہ کو اس کے گرانے وغیرہ کا اتفاق نہیں ہوا، ہاں میزاب، دروازہ، دہلیز، چھت، اور سیڑھیوں میں ترمیم اور تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

(زرقانی علے المواہب ص۲۰۶ ج۱ تاریخ الخلفاء ص۸۲)

بعثت سے پہلے

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ٥

(قرآن شریف ۳ / ۱۶)

اور یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا تھا کہ میں جو تمھیں کتاب و حکمت سے دوں پھر تمھارے پاس تشریف لائے گا ایک (بڑی شان والا) رسول تصدیق کرتا ہوا اس کی جو تمھارے ساتھ ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس (عہد) پر میرا بھاری ذمہ لیتے ہو؟ سب نے عرض کیا ہم اقرار کرتے ہیں، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس عہد و پیمان کے مطابق تمام انبیا علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں اپنی امتوں کے سامنے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے اور ان سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی تائید و امداد کرنے کا عہد لیتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ، کہتے ہوئے تشریف لائے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ توراۃ و انجیل میں بھی بیان فرمائے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی بھلائی میں ان لوگوں کیلئے لکھ دوں گا

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ۔

جو پیروی کریں گے اس رسول نبی امی کی جس کو لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ و انجیل میں

نیز فرمایا ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ

محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ جوانکے ساتھی (صحابہ) ہیں، وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں، تو انھیں دیکھے گا رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے (اور) اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہوئے ان کے چہروں میں سجدوں کے آثار کی علامت ہو، یہی ان کی صفت توراۃ اور انجیل میں ہے۔

ف۔ ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے اوصاف توراۃ وانجیل میں بھی تھے

حضرت عطا ابن لیسار فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو توراۃ میں ہیں، دریافت کیے تو انھوں نے فرمایا خدا کی قسم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو قرآن میں آئے ہیں، ان ہی میں کے بعض توراۃ میں بھی مذکور ہوئے ہیں۔ پھر انھوں نے پڑھنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّحِرْزًا لِّلْاُمِّیِّیْنَ اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْا وَیَصْفَحُ وَلَنْ یَّقْبِضَہُ اللّٰہُ حَتّٰی یُقِیْمَ بِہِ الْمِلَّۃَ الْعَوْجَآءَ بِاَنْ یَّقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَیَفْتَحُ بِہٖ اَعْیُنًا عُمْیًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا۔ (بخاری۔ خصائص کبریٰ ص ۱۵)

اے نبی ہمنے تمھیں بھیجا شاہد ومبشر اور نذیر اور امیوں کا نگہبان بنا کر تم میرے بندے اور میرے رسول ہو، میں نے تمھارا نام متوکل رکھا ہے، اور وہ نبی نہ بدخلق ہے، نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے نہ برائی کو برائی سے دفع کرنیوالے بلکہ خطاکاروں کو معاف فرمانے والے اور احسان کرنے والے ہیں، اور اللہ انھیں نہیں اٹھائیگا جبتک کہ ان کی برکت سے ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کردے گا، یہاں تک کہ لوگ

صدق ویقین کے ساتھ کہنے لگیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور ان کے سبب اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا، اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں

اسی مضمون کی حدیثیں ابن عساکر، ابن سعد، دارمی، بیہقی، حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بھی بیان فرمائی ہیں، لیکن دارمی نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت کعب احبار سے اتنا زیادہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَبْدِیَ الْمُخْتَارُ مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ	محمد رسول اللہ میرے عبد مختار ہیں انکی جائے ولادت مکہ
وَھِجْرَتُہٗ بِطَیْبَۃَ اُمَّتُہُ الْحَمَّادُوْنَ یَحْمَدُوْنَ اللّٰہَ	اور مقام ہجرت طیبہ ہے، انکے امتی حمد کرنے والے ہیں
فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَفِیْ کُلِّ مَنْزِلٍ	وہ خوشی و مصیبت اور ہر حالت میں اللہ کی حمد کریں گے
وَیُکَبِّرُوْنَہٗ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ رُعَاۃُ الشَّمْسِ	اور ہر بلندی کے مقام پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے
یُصَلُّوْنَ الصَّلٰوۃَ اِذَا جَآءَ وَقْتُھَا وَلَوْ کَانُوْا	اور نماز کو اس کے وقت پر ادا کرتے رہیں گے خواہ کوڑے
عَلٰی رَاْسِ کُنَاسَۃٍ وَیَاْتَزِرُوْنَ عَلٰی	کرکٹ کی جگہ پر کیوں نہ ہوں، اور اپنے بیچوں پر ازار
اَوْسَاطِھِمْ وَیُوَضِّئُوْنَ اَطْرَافَھُمْ	باندھیں گے، اور اپنے اطراف کو وضو کریں گے
وَاَصْوَاتُھُمْ بِاللَّیْلِ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ کَاَصْوَاتِ النَّحْلِ	اور رات کو ان کی دھیمی دھیمی ذکر و اذکار کی آوازوں سے
(خصائص کبریٰ ص۱۲)	فضائے آسمانی معمور ہوگی۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا علیہ السلام کو وحی فرمائی

اِنِّیْ بَاعِثٌ نَبِیًّا اُمِّیًّا اَفْتَحُ بِہٖ آذَانًا صُمًّا	کہ بلاشبہ میں ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں جسکے ذریعہ
وَقُلُوْبًا غُلْفًا وَاَعْیُنًا عُمْیًا مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ	بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا
وَمُھَاجِرُہٗ بِطَیْبَۃَ (اِلٰی اَنْ قَالَ) لِکُلِّ جَمِیْلٍ	اس نبی کا مقام ولادت مکہ اور جائے ہجرت طیبہ ہوگا، میں
اَھَبُ لَہٗ کُلَّ خُلُقٍ کَرِیْمٍ اَجْعَلُ السَّکِیْنَۃَ	انھیں ہر خوبی اور ہر خلق کریم عطا کرونگا، اطمینان قلب اور
لِبَاسَہٗ وَالْبِرَّ شِعَارَہٗ وَالتَّقْوٰی ضَمِیْرَہٗ	وقار کو انکا لباس، عادات و احسان کو انکا شعار، تقویٰ کو
وَالْحِکْمَۃَ مَعْقُوْلَہٗ وَالصِّدْقَ وَالْوَفَآءَ طَبِیْعَتَہٗ	انکا ضمیر، حکمت کو ان کا راز، صدق و وفا کو ان کی طبیعت

وَالْعَفْوَ وَالْمَغْفِرَةَ وَالْمَعْرُوْفَ خُلُقَهٗ
وَالْعَدْلَ سِيْرَتَهٗ وَالْحَقَّ شَرِيْعَتَهٗ
وَالْهُدٰى اِمَامَهٗ وَالْاِسْلَامَ مِلَّتَهٗ وَاَحْمَدَ اِسْمَهٗ
اَهْدِيْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الضَّلَالَةِ وَاُعَلِّمُ بِهٖ
بَعْدَ الْجَهَالَةِ وَاَرْفَعُ بِهٖ بَعْدَ الْخَمَالَةِ
وَاُسَمِّيْ بِهٖ بَعْدَ النَّكِرَةِ وَاُكَثِّرُ بِهٖ بَعْدَ الْقِلَّةِ
وَاُغْنِيْ بِهٖ بَعْدَ الْعَيْلَةِ وَاَجْمَعُ بِهٖ بَعْدَ الْفُرْقَةِ
وَاُؤَلِّفُ بِهٖ بَيْنَ قُلُوْبٍ وَاَهْوَاءٍ مُتَشَتِّتَةٍ
وَاُمَمٍ مُخْتَلِفَةٍ وَاَجْعَلُ اُمَّتَهٗ خَيْرَ اُمَّةٍ
(ابن ابی حاتم، ابونعیم، خصائص کبریٰ ص ۱۳ ج ۱)

اور عفو و کرم کو ان کی عادت، عدل کو ان کی سیرت
اظہار حق کو ان کی شریعت، ہدایت کو ان کا امام اور
اسلام کو ان کی ملت بناؤں گا، انکا نام احمد ہے اور
خلق کو ان کے صدقے میں گمراہی کے بعد ہدایت، جہالت
کے بعد علم و معرفت، گمنامی کے بعد رفعتِ منزلت عطا کرونگا
اور انھیں کی برکت سے قلت کے بعد کثرت، فقر کے بعد دولت
تفرقہ کے بعد محبت عنایت کرونگا، اور انھیں کی بدولت
مختلف قبائل غیر مجتمع خواہشوں اور اختلاف رکھنے والے
دلوں میں الفت پیدا کروں گا، اور ان کی ساری امت کو
تمام امتوں سے بہتر کروں گا۔

بخوف طوالت ان تین حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ کتب احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب الہیہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ سے بھری پڑی ہیں مگر علماء یہود و نصاریٰ نے ازراہ حسد و عناد ان میں تبدیلیاں کیں، اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو چھپایا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مختصر مذکور ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا
مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْآ اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا
وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ○ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ
بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ○
(قرآن)

اور ایمان لاؤ اس کلام پر جو میں نے نازل کیا ہے
تصدیق کرتا ہوا اس کی جو تمھارے پاس ہے
اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری
آیتوں کو تھوڑی قیمت کے عوض مت بدلوا
اور مجھ سے ڈرو اور حق کے ساتھ باطل کو نہ ملاؤ
اور حق (یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف)
نہ چھپاؤ اور تم تو (حقیقت حال) جاننے والے ہو!

نیز فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ	وہ (علمائے یہود ونصاری) جن کو ہم نے کتاب دی ہے
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ	اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو
اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ	(بلا تردد) پہچانتے ہیں۔ اور بلا شبہ ان میں سے ایک
لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ	گروہ ہے جو حق (یعنی آپکے اوصاف) کو چھپا رہے ہیں
يَعْلَمُوْنَ ٥ (قرآن)	حالانکہ وہ (حقیقت کو خوب) جانتے ہیں

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ علماء یہود ونصاری نے دیدہ ودانستہ توراۃ وانجیل میں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کو چھپایا کہ کہیں جہلا آپ کے اوصاف پر مطلع ہو کر آپ پر ایمان نہ لے آئیں اور ہم نے ان کے مالوں اور پھلوں وغیرہ میں جو اپنے حق اور سالانے وغیرہ متعین کیے ہوئے ہیں وہ بند نہ ہو جائیں۔

اس پر انھیں فرمایا گیا کہ تم پر تو یہ لازم تھا کہ تم سب سے پہلے ان پر ایمان لاکر دوسروں کی ہدایت کا سبب بنتے اور بے شمار رحمتوں و برکتوں کے مستحق بنتے، کیونکہ تم اہل علم ہو اور اس نبی امی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اس کے اوصاف جمیلہ سے خوب پہچانتے ہیں مگر تم پر افسوس کہ تم نے بجائے سب سے پہلے ایمان لانے کے سب سے پہلے کفر کیا اور ان کے اوصاف حمیدہ چھپا کر دوسروں کے لیے بھی رشد و ہدایت کا دروازہ بند کیا اور ان سب کے کفر کا وبال بھی اپنے اوپر لیا۔

ان آیات واحادیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ کتب سابقہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اوصاف جمیلہ مذکور تھے۔ اور ان اوصاف کو تمام وہ لوگ جانتے تھے، جو ان کتابوں کو پڑھنے اور سننے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جب آپ کو دیکھتے تو علامات سے فوراً پہچان لیتے کہ یہی وہ ذات گرامی ہے جس کا ذکر مبارک ہماری آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔

مگر بعض علمائے یہود ونصاری نے محض اپنے ذاتی مفاد واقتدار کی خاطر کتب الٰہیہ میں تغیر و تبدل کیا تاکہ لوگوں پر آپکا حال مشتبہ ہو جائے اور لوگ آپ پر ایمان نہ لائیں اور ہمارا اقتدار وغیرہ برقرار رہے۔ چنانچہ

حضرت عاصم بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جس چیز نے ہمیں اسلام و ایمان کی طرف متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ ہم بت پرست اور مشرک لوگ تھے ۔ اہل کتاب یہودیوں سے ہماری اکثر لڑائیاں ہوتی رہتیں ۔ جب ہم غالب ہو کر ان کے مالوں پر قبضہ کرتے تو وہ کہتے کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے جب وہ مبعوث ہوں گے تو ہم انکے ساتھ ہو کر تمھیں اس طرح قتل کریں گے جس طرح قوم عاد وارم کو قتل کیا گیا تھا۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہم نے جان لیا کہ یہ وہی رسول ہیں جن کی بعثت کی خبر یہود ہمیں دیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے ہمیں دعوت ایمان دی تو ہم ایمان لے آئے ، اور یہود منکر ہو گئے ، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ٥	وہ یہود اس (نبی کے آنے) سے پہلے (اس نبی کے وسیلے سے) کافروں پر فتح طلب کیا کرتے تھے تو جب وہ آیا تو انھوں نے پہچانا اور اس کے ساتھ کفر کیا ، تو ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہے ۔
قرآن مجید	سیرت ابن ھشام ص

حضرت نملہ بن ابی نملہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ یہود بنی قریظہ اپنی کتابوں میں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ، آپ کے اوصاف حمیدہ ، اور آپ کے ہجرت کر کے تشریف لانے کا ذکر اپنے بچوں کو سنایا کرتے تھے ۔ مگر جب آپ تشریف لائے تو انھوں نے حسد و بغاوت کرتے ہوئے کہہ دیا کہ یہ وہ نہیں ہیں ۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۰۴)

حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود بنی عبد اشہل میں سے ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا ، ایک روز وہ ہمارے گھر میں آیا جب کہ وہاں کافی لوگ موجود تھے ۔ میں اس وقت ان سب میں چھوٹی عمر کا تھا ، اثنائے گفتگو میں اس نے قیامت ، حساب وکتاب اور جنت و دوزخ وغیرہ کا ذکر کیا ، وہاں جتنے لوگ تھے وہ سب بت پرست اور ان چیزوں کے منکر تھے ،

چنانچہ انھوں نے اس کی تکذیب کی، تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے،
یہ سب کچھ حق ہے اور ان کا منکر دوزخ میں جائے گا، اور اس وقت وہ کہے گا کہ اس دوزخ کی
آگ کے بجائے اگر مجھے دنیا کی آگ کے تنور میں ڈال کر اوپر سے بند کر دیا جاتا تو وہ اسقدر تکلیف دہ نہ ہوتا،
جس قدر یہ دوزخ تکلیف دہ ہے۔ لوگ اس کی باتوں سے سخت حیران تھے اور اس پر افسوس
کر رہے تھے۔ پھر اس نے کہا مکے سے ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، لوگوں نے کہا کب؟
تو اس نے میری طرف دیکھا، اور اشارہ کرتے ہوئے کہا، اگر اس لڑکے کی عمر ہوئی تو یہ اس کو پائے گا
حضرت سلمہ فرماتے ہیں ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو
مبعوث فرمایا ہم آپ پر ایمان لے آئے مگر وہ بسبب حسد و غرور منکر ہی رہا، ایک دن ہم نے
اس سے کہا، اے فلاں تجھ پر افسوس ہے، تو نے ہی تو ہم کو اس نبی کی آمد کی بشارت سنائی تھی،
اور تو خود ہی منکر ہو گیا ہے، اس نے کہا ٹھیک ہے مگر یہ وہ نہیں ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱)
حضرت عاصم بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو قریضہ کے ایک بوڑھے آدمی نے
مجھ سے کہا، کیا جانتے ہو کہ ثعلبہ بن سعید، اسید بن سعید، اسد بن عبید اور بنی ہزل کی ایک جماعت کے
اسلام قبول کرنے کا سبب کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا وہ یہ تھا کہ شام کے یہود میں سے
ابو عمیر ابن الہیتبان ایک شخص تھا، زمانۂ اسلام سے کچھ عرصہ پہلے وہ آیا اور ہمارے پاس آکر ٹھیرا،
اس کی نیکی، پرہیزگاری اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی بارش نہ ہوتی تو ہم سب مل کر اسے کہتے
اے ابن الہیتبان باہر چلو اور ہمارے لیے بارش کی دعا کرو! وہ کہتا خدا کی قسم میں اس وقت تک
دعا نہیں کروں گا جب تک کہ تم لوگ صدقہ نہیں کرو گے! ہم کہتے کتنا صدقہ؟ وہ کہتا ایک صاع کھجور،
یا دو مُد جَو! ہم صدقہ کر دیتے تو وہ ہمیں ساتھ لے کر باہر نکلتا، اور ہمارے لیے بارش کی دعا کرتا،
خدا کی قسم ابھی وہ اس جگہ سے نہیں ہٹتا تھا کہ بادل آجاتے اور بارش شروع ہو جاتی، اور ایک دو
ہی مرتبہ نہیں، بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ وہ ہمارے پاس ہی رہا، یہاں تک کہ جب اس کی موت کا وقت
قریب آیا تو اس نے کہا اے گروہ یہود کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے شراب و خمیر والی سرزمین سے تکلیف بھوک والی

زمین کی طرف کونسی چیز لائی تھی؟ ہم نے کہا تم ہی خوب جانتے ہو! اس نے کہا اس شہر میں صرف
اس لیے آیا تھا کہ یہ شہر اس نبی آخرالزمان کی ہجرت گاہ ہے جو عنقریب ظہور فرمانے والے ہیں۔ مجھے
امید تھی کہ شاید وہ میری زندگی میں ہی مبعوث ہو جائیں گے تو میں ان پر ایمان لاکر انکی پیروی کرونگا
مگر ایسا نہ ہوا، اب تمھارے لیے وہ موقع آئے گا، دیکھنا، ان پر ایمان لانے میں کوئی تم سے سبقت نہ لیجائے
بلاشبہ ان کو اپنے دشمنوں سے جنگ بھی کرنا پڑے گی، اور ان کو عورتوں اور بچوں کو قید بھی کرنا پڑے گا
مگر ان کا یہ برتاؤ تمھیں اس پر ایمان لانے سے نہ روک دے، یہ کہہ کر وہ مرگیا۔

پھر جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور وہ وقت آیا کہ آپ نے بنی قریضہ کا محاصرہ فرما
تو ثعلبہ واسید بن سعید، واسد بن عبید نے کہا اے بنی قریضہ خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے اوصاف
ابن الہیبان نے تمھیں بتائے تھے اور تم سب سے عہد لیا تھا کہ تم ان پر ایمان لاؤگے لہذا خدا سے ڈر
اور ان کی پیروی کرو! قوم نے کہا یہ وہ نہیں ہیں! انھوں نے کہا خدا کی قسم بلاشبہ یہ وہی ہیں، یہ کہہ کر
اپنی قوم سے نکلے اور مسلمان ہوگئے اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی حفاظت کرنے لگے مگر قوم نے نہ ما

(سیرت ابن ہشام ص ۱ طبقات ابن سعد ص ۱۰۴)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو یہ کہتے ہوئے
سنا کہ ہم اولاد اسماعیلؑ کی شاخ بنی عبدالمطلب سے ایک نبی کے منتظر ہیں مگر مجھے امید نہیں کہ میں ان
زمانے تک زندہ رہوں گا، میں ان پر ایمان لاتا اور ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ بلاشبہ وہ نبی ہیں۔ پھر
مجھ سے کہا اے ربیعہ اگر تمھاری عمر دراز ہو اور تم انھیں پالو تو میرا سلام ان سے کہہ دینا اور میں تمھیں
ان کے اوصاف بھی بتاتا ہوں تاکہ ان کا حال تم پر مشتبہ نہ رہے۔ میں نے کہا بتاؤ! اس نے کہا وہ نہ
بلند قامت ہوں گے، اور نہ پست، ان کے جسم پر بال نہ زیادہ ہوں گے نہ کم، ان کی آنکھوں میں
ہمیشہ سرخی رہے گی جو کبھی جدا نہیں ہوگی، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی اور ان
نام احمد ہوگا، اسی شہر میں ان کی ولادت و بعثت ہوگی، لوگ ان کی نبوت و رسالت اور انکی تعلیمات کی
تکذیب و مخالفت کریں گے، یہاں تک کہ ان کو ہجرت کرنی پڑیگی اور مکہ سے یثرب (مدینہ منورہ) چلے جائینگے

وہاں ان کا بول بالا ہوگا، اور آخران کو غلبہ حاصل ہوگا۔ دیکھنا کہیں لوگوں کے بہکانے میں نہ آجانا، میں دین ابراہیمی کی تلاش میں سارے ملکوں اور شہروں میں پھرا ہوں۔ جس یہودی نصرانی اور مجوسی سے بھی ملا، اس نے یہی کہا کہ یہ دین تمہارے اسی شہر مکے ہی سے ظاہر ہوگا۔ جب کہ نبی آخرالزماں حضرت احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوں گے، پھر آپ کے وہ اوصاف جو میں نے تجھے سنائے ہیں وہ مجھے سناتے اور کہتے کہ اب ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں زید بن عمرو کا سلام پہنچایا اور اس کے حالات واقوال سنائے تو آپ نے اسکے سلام کا جواب دیا، اور اس کے لیے دعائے رحمت فرمائی اور فرمایا کہ میں نے اس کو جنت میں ناز کے ساتھ ٹہلتے ہوئے دیکھا ہے۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۰۵/۱ تاریخ کامل ابن اثیر ص ۲۰/۲)

بعثت مبارکہ

ابھی آپ کی عمر شریف چالیس برس کی نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوشہ نشینی اور خلوت گزینی محبوب و مرغوب فرما دی۔ چنانچہ آپ سال میں ایک دو مرتبہ کھانے پینے کا مختصر سامان ساتھ لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے۔ غار حرا سے بیت اللہ شریف برابر نظر آتا۔ وہاں آپ اللہ کی عبادت یعنی ذکر و فکر اور مراقبہ فرماتے اور ذات حق میں مستغرق رہتے اور جب چاہتے نظر مبارک اٹھا کر بیت اللہ کا جمال مبارک بھی کرتے۔

جوں جوں ایام وحی قریب آرہے تھے کثرت عبادت کا ذوق و شوق، اور غار حرا کی گوشہ نشینی محبوب تر ہوتی جا رہی تھی چنانچہ آپ مہینوں وہاں قیام فرمانے لگے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا گھر تشریف لاتے، اور پھر واپس جا کر مشغول ہو جاتے۔

حضرت برہ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کے اکرام کے ظہور کا ارادہ فرمایا تو آپ جب کسی حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے

فَلَا یَمُرُّ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ اِلَّا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَکَانَ یَلْتَفِتُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ وَخَلْفِہٖ فَلَا یَرٰی اَحَدًا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) کَانَ یَرُدُّ عَلَیْھِمْ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ۔

تو جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے، تو وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ! آپ سلام کا جواب دیتے اور دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے تو سوائے پتھروں کے اور درختوں کے کوئی چیز نظر نہ آتی۔

(سیرت ابن ہشام ص — طبقات ابن سعد ص ۱۰۲/۱ خصائص کبریٰ ص ۹۸/۱ زرقانی علے المواہب ص —)

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّۃَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُہُ الْاٰنَ (مسلم کتاب الفضائل مسند احمد مسند دارمی)

بلاشبہ میں اس وقت بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ معظمہ میں قبل از بعثت مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔

ابتدائے وحی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

اول ما بدئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویاء الصالحۃ فی النوم فکان لایری الاجاءت مثل فلق الصبح

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا رویائے صالحہ سے ہوئی، جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے تھے بعینہ وہ صبح کی روشنی کی طرح ظہور میں آجاتا

(بخاری، کتاب التعبیر)

چنانچہ جب آپ کی عمر شریف چالیس سال اور چالیس روز یا دس روز کی ہوئی تو حسب معمول ایک روز آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس جبرئیل امین بشری صورت میں آگئے اور آکر کہا اقرء! (پڑھیے) اور بعض فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک ریشمی کپڑا تھا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا، اس کو انھوں نے آپ کے سامنے کیا اور کہا پڑھیے، آپ نے فرمایا۔ ما انا بقاریٔ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) یعنی میں امی ہوں، لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، آپ فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے مجھے پکڑ کر اپنے سانٹھ لگایا، اور اتنے زور سے دبایا کہ میں تھک گیا اور مجھے اس سے انتہائی مشقت ہوئی پھر انھوں نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے، میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، انھوں نے پھر مجھ کو اسی طرح زور سے دبایا، پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے، میں نے وہی جواب دیا، انھوں نے تیسری مرتبہ پھر دبایا اور کہا پڑھیے، فرماتے ہیں میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں

اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ما ذا اقرء (میں کیا پڑھوں؟)

اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کیف اقرء (میں کیسے پڑھوں؟)

(اتقان ص۲۴ المستدرک حاکم ج۲ ص۵۲۹ و تکون ز ۲۱۱ و سیرت ابن ہشام)

جبریل علیہ السلام نے کہا

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ	پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (آپکو) پیدا کیا ہے
خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ.	(اور جس نے) بنایا ہے انسان کو خون کی پھٹکی سے، پڑھیے اور
اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ	آپ کا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے سکھایا
عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔	(اور سکھایا انسان کو جو کچھ کہ وہ نہ جانتا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جبریل امین نے اس سورہ مبارکہ کی پانچ آیتوں سے پہلے آپ کو اعوذ باللہ اور بسم اللہ بھی پڑھائی ہے

(زرقانی علی المواھب ص۲۲۲ و اتقان فی علوم القران ص۲۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جبریل و میکائیل نے پہلے آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا، پھر سینہ اقدس اور قلب اطہر کو شق کرکے دھویا، پھر اقرأ باسم ربک الذی خلق پڑھایا

(مسند ابوداؤد طیالسی، مسند حارث، بیہقی و ابونعیم فی دلائل النبوۃ زرقانی علی المواہب ص۲۲۵)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر جبریل میرے پاس سے چلے گئے اور کیفیت یہ تھی کہ یہ آیتیں گویا میرے دل پر لکھی گئی ہیں۔ اس وقت میں غار سے باہر نکلا تو میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللهِ وَأَنَا جِبْرِيلُ۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ آپ اللہ کے رسول اور میں جبریل ہوں میں نے دیکھنے کے لیے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آسمان کے کنارے پر جبریل امین آدمی کی شکل میں اور فرما رہے ہیں يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللهِ وَأَنَا جِبْرِيلُ (سیرت ابن ھشام)

فرماتے ہیں اسی کیفیت میں میں گھر کی طرف چلا، راستے میں جو بھی پتھر اور درخت ملتا وہ بلند آواز سے کہتا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ!" (بزار، ابونعیم، خصائص کبریٰ صفحہ ۹۴)

غرض آپ جلالِ الٰہی اور ہیبتِ حق سے لبریز، عجیب و غریب کیفیتیں لیے گھر تشریف لائے، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے خندہ پیشانی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا، آپ نے ان سے فرمایا، "زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي!!" مجھے کمبل اُڑھاؤ! مجھے کمبل اڑھاؤ!!

آپ نے اپنا سر مبارک ان کی آغوشِ محبت میں رکھ دیا، جب آپ کو سکون ہوا تو آپ نے فرمایا
خدیجہ میرا کیا حال ہے؟ انھوں نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ نے ان کو ساری کیفیت سُنائی، اور فرمایا
مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ یہ نبوت و رسالت کے بارِ گراں کی عظمت کا تخیل تھا۔ انھوں نے کہا
ایسا ہرگز نہ کہیے، آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں، میں آپ کو بشارت دیتی ہوں خدا کی قسم آپ کو اللہ
کبھی رسوا و غمگین نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی یعنی اہلِ قرابت کے ساتھ احسان فرماتے ہیں،
ضعیفوں، یتیموں، فقیروں اور اہل و عیال کے حوائج پورے کرتے ہیں، اور ان لوگوں کو عطا فرماتے ہیں،
جن کو آپ کے سوا کسی اور سے عطا کی امید نہیں ہوتی، اور آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، امانت دار،
اور مہمان نواز ہیں، خوش خلق، خوش گفتار اور عالی کردار ہیں یعنی آپ کی ذات اقدس میں مکارم
اخلاق اور محاسن شمائل مجتمع ہیں، لہٰذا آپ کو امر مکروہ نہ پہنچے گا۔

حضرت خدیجہ کے اقوال مبارکہ سے ان کی کمال فراست و معرفت اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کے اخلاق حسنہ اور اوصاف جمیلہ کا خوب پتہ چلتا ہے۔

اس کے بعد وہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں،
ورقہ بن نوفل عہد جاہلیت میں رسوم جاہلانہ اور بتوں کی عبادت مشرکانہ وغیرہ ترک کرکے نصرانی راہب ہوگئے
تھے۔ توراۃ و انجیل کے بہت ماہر اور انجیل کے مضامین عربی اور عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے
بہت بوڑھے تھے اور بڑھاپے کے سبب نابینا ہوگئے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے ان سے کہا
اے میرے چچا کے بیٹے اپنے بھائی کے بیٹے محمد بن عبداللہ سے سنو! ورقہ نے کہا اے ابنِ اخی!
آپ کیا دیکھتے ہیں؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعہ سُنایا۔ ورقہ نے سُن کر کہا یہ وہی ناموس ہے
جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوا تھا۔ اے کاش! میں اس وقت زندہ اور جوان ہوتا جب کہ
آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکال دیگی۔ آپ نے فرمایا کیا میری قوم مجھ کو مکہ سے باہر نکال دے گی؟
ورقہ نے کہا ہاں! فرمایا کیوں؟ ورقہ نے کہا ایسا ہی ہوتا ہے، کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا جس کی مخالفت
نہ ہوئی ہو یعنی کفار ہمیشہ پیغمبروں کے دشمن رہے ہیں، اگر میں زندہ رہا تو آپکی پوری پوری حمایت کروں گا،

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے گھر تشریف لاکر جب حضرت خدیجہ کو سارا واقعہ سُنایا تو حضرت خدیجہ نے کہا اے ابن عم میں آپ کو بشارت دیتی ہوں اور قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہونے والے ہیں پھر وہ ورقہ کے پاس گئیں اور انکو آپکے سارے واقعات سنائے،

فَقَالَ اِنْ کُنْتِ صَدَقْتِنِیْ اَنَّہٗ لَنَبِیُّ	تو ورقہ نے کہا اے خدیجہ اگر یہ صحیح ہے جو تو کہتی ہے
ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْہِ النَّامُوْسُ الْاَکْبَرُ	تو بلا شبہ وہ اس امت کے نبی ہیں اور انکے پاس وہی ناموس
الَّذِیْ کَانَ یَاْتِیْ مُوْسٰی	اکبر آیا ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا تھا۔

اس کے بعد ورقہ بن نوفل بیت اللہ شریف میں آپ سے ملا تو اس نے آپ سے خود سارے حالات سن کر کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں۔ آگے وہی کہا جو مذکور ہو چکا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ص)

اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے وفات پائی حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمنے ورقہ کو ریشمی لباس پہنے ہوئے جنت میں دیکھا ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور اسنے میری تصدیق کی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے ورقہ کو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر دیکھا ہے،

(بیہقی، ابو نعیم، ابن عدی، ابن السکن، زرقانی علی المواہب ص ۲۴۲)

حضرت ام سلمہؓ حضرت خدیجہؓ سے روایت فرماتی ہیں کہ انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جب تیرے پاس جبریل آئے تو تو مجھے بتلا دے؟ آپ نے فرمایا ہاں! جب جبریل امین آئے تو آپ نے فرمایا اے خدیجہ یہ جبریل امین آگئے ہیں! انھوں نے کہا کیا آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انھوں نے کہا آپ میرے دائیں طرف میرے پاس آکر بیٹھ جائیں! آپ تشریف لاکر ان کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ انھوں نے کہا اب بھی آپ اُن کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انھوں نے کہا آپ میرے بائیں طرف میرے پاس آکر بیٹھ جائیں؟ آپ بائیں طرف آکر بیٹھ گئے، انھوں نے کہا اب بھی آپ دیکھ رہے ہیں......؟ فرمایا ہاں! انھوں نے کہا آپ میری آغوش میں بیٹھ جائیں! آپ ان کی آغوش میں آکر بیٹھ گئے،

انھوں نے کہا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انھوں نے اپنے سر سے اوڑھنی اتار کر ایک طرف رکھ دی اور اپنے سینے سے کپڑا ہٹا دیا، اس وقت آپ ان کی آغوش میں ہی تھے تو انھوں نے کہا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا نہیں! ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اب انھوں نے اعراض کر لیا ہے۔ تو حضرت خدیجہ نے کہا اے ابن عم!

ابشر فانہ ملک کریم — میں آپ کو بشارت دیتی ہوں کہ بلاشبہ وہ مکرم فرشتہ ہے

لو کان شیطانا ما استحیی — اگر شیطان ہوتا، تو وہ حیا نہ کرتا۔

(الاستیعاب ص۲۴۰/۲، ابونعیم فی دلائل النبوت ص۱۴۲، بیہقی، طبرانی، خصائص کبری ص۹۵/۱)

ابتدائے نماز

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی کسی بلند جگہ پر جلوہ افروز تھے کہ آپ کے پاس حضرت جبریل امین احسن صورت اور اطیب خوشبو کے ساتھ حاضر ہوئے۔

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یَقْرَءُکَ السَّلَامُ وَیَقُوْلُ لَکَ اَنْتَ رَسُوْلِیْ اِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فَادْعُھُمْ اِلٰی قَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اور کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ جن وانس کی طرف میرے رسول ہیں، پس آپ ان کو کلمۂ توحید کی طرف بلائیے!

پھر جبریل امین نے زمین پر اپنا پاؤں مارا تو وہاں سے پانی کا ایک چشمہ اُبل پڑا، اس چشمے سے جبریل نے وضو کیا۔ پھر آپ کو بھی وضو کرنے کے لیے عرض کیا جب آپ وضو فرما چکے تو جبریل نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپ کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے عرض کیا آپ نے اُن کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، پھر جبریل امین آسمان کی طرف چلے گئے، اور آپ اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے وہ کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! گھر تشریف لا کر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنایا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سن کر فرط مسرت سے بے ہوش ہو گئیں، جب ہوش میں آئیں تو عرض کیا مجھے بھی وہ چشمہ دکھائیے، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا، اور اسی چشمے پر لے آئے، پھر آپ نے وضو کیا اور ان کو وضو کرنے کا حکم دیا پھر آپ نے ان کو ساتھ لے کر دو رکعتیں پڑھیں جس طرح جبریل نے آپ کو ساتھ لے کر پڑھی تھیں۔ جب حضرت خدیجہ نماز سے فارغ ہوئیں تو کہا

اَشْھَدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ! — میں گواہی دیتی ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں!

(زرقانی علی المواہب ط۱ ص۲۳۶ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ ص۱۷۵ سیرۃ ابن ھشام ص—)

نزول وحی

حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر کس دن اور کس تاریخ کو وحی نازل ہوئی؟

ابن سعد نے ابو جعفر کی روایت سے سترہ رمضان بتلائی ہے۔

علامہ ابن عبد البر اور مسعودی فرماتے ہیں کہ آٹھ ربیع الاول کو بعثت مبارکہ ہوئی (زرقانی)

ابن قیم نے آٹھ ربیع الاول کے قول کو اکثرین کی طرف منسوب کیا ہے۔ (زاد المعاد)

بعض روایات میں تین ربیع الاول کے اقوال بھی ہیں (زاد المعاد، مدارج النبوت)

امام احمد و ابن جریر و طبرانی و بیہقی نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یکم رمضان کو صحیفے نازل کیے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چھ رمضان کو توراۃ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تیرہ رمضان کو انجیل، اور داؤد علیہ السلام پر اٹھارہ رمضان کو زبور نازل کی گئی، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر چوبیس رمضان کو قرآن نازل فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ وہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ اور فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ کہ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اُتارا،

اور احتمال یہ ہے کہ اس سال شب قدر چوبیس رمضان ہوگی تو اس رات میں اللہ نے سارا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا اور پھر صبح کے وقت آپ کے پاس جبرئیل امین اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ لے کر آئے۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۲۰۸، اتقان فی علم القرآن صفحہ ۴۲)

تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ ربیع الاول میں رویائے صالحہ سے آپکی نبوت کے ظہور کی ابتدا، اور رمضان میں نزول قرآن کی ابتدا ہوئی،

فترۃ وحی

سورۂ اقراء کی پانچ ابتدائی آیتوں کے نزول کے بعد کچھ عرصے کے لیے وحی کا آنا بند ہوگیا اس عرصے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم بہت افسردہ وغمگین رہتے تھے بعض اوقات کسی کنوئیں پر اور بعض اوقات پہاڑوں پر تشریف لے جاتے کہ اپنے آپ کو گرادیں۔ یہ اضطراب اس وجہ سے نہ تھا کہ آپ کو اپنی نبوت کے معاملے میں کوئی شک وشبہ پیدا ہوگیا تھا (معاذ اللہ) بلکہ وحی الٰہی کی لذت خاص سے مہجور رہنا شاق ہوگیا تھا۔ دراصل یہ بھی حسن ازل کی ایک ادا تھی کہ طالب صادق کے اضطراب محبت، درد ہجر اور شوق وصل کا نظارہ کرے۔

زمانۂ فترۃ وحی میں بھی آپ برابر غار میں جاتے رہے۔ ایک دن غار سے تشریف لا رہے تھے کہ ناگاہ آسمان سے ایک آواز آئی، آپ نے دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں آپ کے پاس آیا تھا زمین وآسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے "اے محمد آپ اللہ کے سچے رسول اور میں جبریل ہوں" اچانک جبریل کو اس شکل میں دیکھ کر (بتقاضائے بشریت) آپ قدرے مرعوب ہوگئے اور اسی حالت میں واپس گھر پہنچکر حضرت خدیجہ سے فرمایا مجھے کپڑا اُڑھا دو! انھوں نے اڑھا دیا آپ اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ جبریل امین پیغام ربانی لے کر حاضر ہوئے، اور فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ	اے کپڑا اوڑھنے والے محبوب اٹھو اور (لوگوں کو
فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ	عذاب الٰہی سے) ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائی بولو!
(قرآن شریف پارہ ۲۹)	اور اپنے کپڑے پاک رکھو! اور (بہر قسم کی) نجاست سے دور رہو!

اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد آپ نے خفیہ خفیہ توحید ورسالت کی تبلیغ اور عذاب الٰہی سے ڈرانا شروع فرمادیا اور تین سال تک نہایت رازداری کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رہا، وہ لوگ جو پہلے ہی سے آپکے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کا مشاہدہ کرتے چلے آرہے تھے انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور دارین میں کامیاب ہوئے۔

اقسام وحی

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بڑی بڑی خصوصیات عطا فرمائی ہیں منجملہ انکے ایک خصوصیت مکالمۂ الٰہی اور وحی الٰہی ہے۔ مکالمہ و وحی الٰہی کی متعدد قسمیں اور صورتیں ہیں۔

علمائے لغت فرماتے ہیں۔

اَلْوَحْیُ اَلْاِشَارَۃُ وَالْکِتَابَۃُ وَالرِّسَالَۃُ	وحی کے معنی ہیں۔ اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام بھیجنا یا پہنچانا
وَالْاِلْہَامُ وَالْکَلَامُ الْخَفِیُّ وَکُلُّ	دل میں ڈالنا، دوسروں سے چھپاکر بات کہنا، اور جو کچھ بھی
مَا اَلْقَیْتَہٗ اِلٰی غَیْرِکَ	تم دوسرے کے خیال میں ڈالو

(مختار الصحاح ص ۶۳۰ المنجد)

وحی کی ان تمام قسموں کا ذکر قرآن مجید اور کتب احادیث و تفاسیر میں موجود و مذکور ہے

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ	یہ رسول ہیں کہ ہمنے انہیں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے
مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجَاتٍ	ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کے
(قرآن پارہ ۳)	درجے بلند فرمائے۔

اس آیۂ کریمہ سے صراحۃً ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام سے کلام فرمایا مگر اسمیں یہ تصریح نہیں کہ کون کون سے پیغمبر کلام الٰہی سے مشرف ہوئے۔ ہاں دوسری آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تصریح ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا چنانچہ انھوں نے وادی سینا میں ایک درخت سے آواز ربانی کو بھی سنا۔ فرمایا۔

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ	کسی بشر کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے
وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا	مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیجے
یَشَآءُ (قرآن پارہ ۲۵)	جو اس کے حکم سے وحی کرے۔

اس آیۂ کریمہ میں مکالمۂ الٰہی کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں، وحی کے ذریعے سے بلاواسطہ پردہ کے پیچھے سے، قاصد و فرشتہ کے واسطے سے۔ پہلی صورت اِلَّا وَحْیًا میں بلاواسطہ دل میں القا فرمانا، یا خواب و بیداری میں وحی و الہام فرمانا داخل ہے۔ مختصر طور پر تشریح ہدیۂ ناظرین ہے۔

(۱) رویائے صالحہ (سچے خواب دیکھنا)

انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

یَا بُنَیَّ اِنِّیٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیٓ اَذْبَحُكَ	اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے
فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ	ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟
سَتَجِدُنِیٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝	عرض کیا اے میرے باپ جس کام کا آپکو حکم ہوا ہے کر دیجیے
(قرآن کریم۔ پارہ ۲۳ رکوع ۶)	انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اس آیۂ کریمہ میں غور فرمائیے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ وہ کام کر دیجیے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس حقیقت کو جانتے تھے کہ پیغمبر کا خواب بھی حکم الٰہی ہوتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کے حکم الٰہی ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہ کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی، بلکہ اس کی تعمیل اسی طرح ضروری سمجھی جس طرح اس حکم کی سمجھتے جو عالم بیداری میں انھیں خدا کی طرف سے ملتا تھا۔ یہی حال دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے، اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

رُؤْیَا الْاَنْبِیَآءِ وَحْیٌ	انبیائے کرام کا خواب بھی وحی ہوتاہے

(ترمذی شریف)

قرآن کریم میں خواب کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ رؤیا اور حُلُم، حُلُم کی جمع اَحلام ہے، رؤیا وہ خواب ہے جس میں انسان کسی حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے اور حلم وہ خواب ہے جس میں انسان اپنے وہم اور پریشان خیالات کو دیکھتا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلرُّؤْیَا مِنَ اللّٰہِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّیْطَانِ — کہ رؤیا اللہ کی طرف سے ہے، اور حلم شیطان کی طرف سے

(مسلم شریف کتاب الرؤیا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَالرُّؤْیَا ثَلٰثَۃٌ فَرُؤْیَا الصَّالِحَۃِ بُشْرٰی مِنَ اللّٰہِ وَرُؤْیَا تَحْزِیْنٌ مِنَ الشَّیْطَانِ وَرُؤْیَا مِمَّا یُحَدِّثُ الْمَرْءُ نَفْسَہٗ (مسلم شریف کتاب الرؤیا)

خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک رؤیاے صالحہ یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے، دوسرا خواب غم پیدا کرنے والا، یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور تیسرا خواب وہ ہوتا ہے جو انسان کے اپنے دل کی باتیں اور خیالات ہوتے ہیں۔

ان ہی سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَصْدَقُکُمْ رُؤْیَا اَصْدَقُکُمْ حَدِیْثًا۔ (مسلم شریف)

تم میں زیادہ سچا خواب دیکھنے والا وہ ہو جو سب سے زیادہ سچ بولتا ہے۔

چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھ کر سچ بولنے والا اور کوئی نہیں ہوتا، اور نہ ہی ان پر شیطان وغیرہ کا کوئی اثر ہوتا ہے لہٰذا ان کا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور وہ خواب وحیِ الٰہی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آغاز بھی رویائے صالحہ ہی سے ہوا کہ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا

اس مختصر سی بحث سے ثابت ہوا کہ انبیا کرام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے وحی فرمانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ اور اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام فرمایا،

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس مصر تشریف لا رہے تھے تو وادی طویٰ میں اللہ تعالیٰ نے انھیں وحی فرمائی۔ ارشاد ہوا۔

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ۔

میں تمہارا رب ہوں، اپنی جوتیاں اُتار دو کیونکہ تم ایک مقدس وادی میں ہو اور میں نے تمھیں چُن لیا ہے تو سنو جو وحی ہوتی ہے بلاشبہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھو!

(قرآن کریم پارہ ۱۶ رکوع ۱۰)

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوت سامعہ سے کلام الٰہی تو سنتے اور لذت اندوز ہوتے تھے مگر آپ کی آنکھیں دیدار الٰہی کی دولت سے متمتع نہیں ہوتی تھیں۔

(۳) فرشتے کا اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہونا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جبریل امین کو ان کی اصلی شکل میں جس میں وہ پیدا کیے گئے ہیں دیکھتے تھے وہ آپ پر وحی لاتے تھے جو اللہ تعالیٰ چاہتا تھا۔ ان کی اصلی صورت میں ان کے چھ سو پر ہیں، دو مرتبہ آپ نے ان کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ زمانۂ بعثت میں فترت وحی کے بعد اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرہ کے پاس، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

لَمْ يَرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلَ فِيْ صُوْرَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ إِلَّا مَرَّتَيْنِ إِمَّا وَاحِدَةٌ فَإِنَّهُ سَأَلَهُ أَنْ يُرِيَهُ نَفْسَهُ فَأَرَاهُ نَفْسَهُ فَسَدَّ الْأُفُقَ وَأَمَّا الْأُخْرَىٰ فَلَيْلَةَ الْإِسْرَىٰ عِنْدَ السِّدْرَةِ

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو اس کی اصلی صورت میں دو ہی بار دیکھا ہے ایک بار اس وقت جبکہ آپ نے خود ان سے ان کے دیکھنے کو کہا انھوں نے دکھایا تو آسمان کے کنارے ان سے بھر گئے اور دوسری بار شب معراج میں سدرہ کے پاس۔

(احمد ابن ابی حاتم، زرقانی علے المواہب ص ۲۳)

بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ جبریل امین کی دو صورتیں ہیں، ایک حقیقی دوسری مثالی، حقیقی کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کا دیکھنا ثابت نہیں ہوا۔ اور مثالی کو دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے، بلکہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی دیکھا ہے۔

(زرقانی علے المواہب ص ۲۳۴)

(۴) تمثل (فرشتے کا کسی شکل میں متشکل ہو کر آنا)

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا — تو ہم نے جبریل امین کو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ (پارہ ۱۶) — تو وہ تندرست بشر کی صورت میں متمثل ہو کر اس کے پاس آیا

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جبریل امین آدمی کی شکل میں متشکل ہو کر مریم ع کے پاس آئے

فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے اس پر سفر وغیرہ کا کوئی اثر نمایاں نہ تھا ہم میں سے کسی نے اس کو نہ پہچانا، یہاں تک کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کہا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مجھے خبر دیجئے کہ اسلام کیا ہے

قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ قَالَ صَدَقْتَ! فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْئَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ!

آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ اور حج کر اگر وہاں جانے کی قدرت ہو، اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا، تو ہم نے تعجب کیا کہ یہ شخص خود ہی سائل اور خود ہی مصدق ہے، پھر اس نے کہا مجھے بتائیے ایمان کیا ہے، آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اسکے رسولوں اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی بری تقدیر کا خالق اللہ ہی ایمان رکھے، اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا

قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِحْسَانِ
قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ
تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ
فَإِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ أَخْبِرْنِيْ
عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ
مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ
مِنَ السَّائِلِ، قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ
عَنْ أَمَارَاتِهَا قَالَ أَنْ تَلِدَ
الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ
الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ
يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ
ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا
ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ أَتَدْرِيْ
مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهٗ جِبْرِيْلُ
أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ (مسلم)

پھر اس نے کہا مجھے بتائیے احسان کیا ہے؟
آپ نے فرمایا۔ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت
اس طرح کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر تو
اس کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو (یوں عبادت کرے)
کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے بتائیے
قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا مسئول عنہا
سائل سے اعلم نہیں ہے: پھر اس نے کہا مجھے بتلایئے
اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ لونڈی اپنے
آقا کو جنے گی، اور تو برہنہ پا: برہنہ جسم مفلس و فقیر
اور بکریاں چرانے والے لوگوں کو عالی شان عمارتوں میں
فخر کرتے ہوئے دیکھے گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے
کہ پھر وہ شخص چلا گیا۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا تو آپ نے
مجھے فرمایا اے عمر! اس سائل کو تم جانتے ہو؟
میں نے کہا اللہ جانے اور اس کا رسول جانے!
آپ نے فرمایا یہ شخص جبریل (علیہ السلام) تھے
جو تمھیں تمھارا دین سکھانے آئے تھے!

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

لَقَدْ رَأَيْتُ يَوْمَ أُحُدٍ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ يَسَارِهٖ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا
ثِيَابٌ بِيْضٌ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا
قَبْلُ وَلَا بَعْدُ يَعْنِيْ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ (مسلم شریف)

کہ میں نے غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
دائیں اور بائیں دو سفید پوش آدمیوں کو دیکھا جو آپ کی طرف سے
سخت جانبازی سے لڑ رہے تھے اور میں نے ان کو اس سے پہلے اور اس کے
بعد دیکھا، وہ جبریل و میکائیل (علیہما السلام) تھے۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہایت حسین وجمیل صحابی تھے۔ جبریل امین اکثر انہی کی شکل میں تشکل ہو کر آیا کرتے، اور صحابہ ان کو دیکھتے اسی واسطے حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشَبِّهُ دِحْيَةَ الْكَلْبِيَّ لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ	کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دحیہ کلبی کو جبریل امین سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔

(الاستیعاب ص۱۶۴)

(۵) صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی مثل آواز آنا)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ

كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ۔ (بخاری شریف ص۲)	آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کبھی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح وحی آتی ہے اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے پھر وہ مجھ سے جدا ہو جاتی ہے درانحالیکہ میں اس کو یاد کر لیتا ہوں،

ام المومنین فرماتی ہیں نزول وحی کی کیفیت جب ختم ہو جاتی تو سخت سردی کے دنوں میں بھی آپکی پیشانی پر پسینہ آجاتا۔ (بخاری)

کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر اس حال میں وحی آئی کہ میرا زانو آپ کے زانوئے مبارک کے نیچے تھا۔ پس مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا زانو بوجھ سے ٹوٹ جائے گا۔ (بخاری)

اگر سواری کی حالت میں وحی آجاتی تو سواری کا اونٹ بیٹھ جاتا، اور گردن زمین کے ساتھ لگا دیتا۔

(زرقانی علے المواہب ص۲۲۹)

امام المفسرین علامہ ابن المنیر الجروی الاسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وحی کی صورتوں میں اختلاف اقتضائے وحی کے مطابق ہوتا تھا۔ مثلاً اگر وحی وعدۂ خیر اور بشارت میں نازل ہوتی تو فرشتہ آدمی کی صورت میں آتا اور اگر وعید شر اور کسی امر سے ڈرانے میں نازل ہوتی تب صلصلۃ الجرس کی شکل ہوتی۔ (زرقانی علے المواہب صفحہ ۲۲۳)

(۶) القاء فی القلب (دل میں ڈالنا)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ (قرآن کریم) نازل کیا ہے اس کو روح الامین نے آپ کے دل پر۔ اور فرمایا فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (قرآن) بلاشبہ جبریل نے اس کو نازل کیا ہے آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي	بلاشبہ روح القدس (جبریل) نے میرے دل میں ڈالا کہ
لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ حَتَّىٰ تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا	کوئی نفس اس وقت تک نہیں مریگا جبتک وہ اپنا رزق
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَلَا	پورا نہ کرلے تو لوگو اللہ سے ڈرو اور روزی کی تلاش میں صحیح طریقہ اختیار کرو اور روزی دیر سے ملنے پر تم میں سے کسی کو ایسا
يَحْمِلَنَّ أَحَدَكُمْ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ	
أَنْ يَطْلُبَهُ بِمَعْصِيَةِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ	آمادہ نہ کرے کہ وہ گناہ کے ذریعہ سے روزی تلاش کرے
لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ۔	بیشک جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس کی بندگی ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

وحی کی قسم تمثل اور القاء فی القلب میں یہ فرق بیان کیا گیا ہے کہ تمثل میں فرشتہ کو نیچے نزول کرکے بشریت کی طرف آنا پڑتا تھا۔ اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرشتہ کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھتے اور ان ظاہری کانوں سے اس کی آواز سنتے تھے۔ اور القاء فی القلب میں آپ کو بشریت سے انخلاع وانسلاخ فرما کر ملکیت کی طرف جانا پڑتا تھا۔ یعنی اس وقت آپ جسمانی کیفیات سے بالکل علیحدہ ہو کر

صرف قوائے روحانی اور حواس قلبی سے کام لیتے تھے۔ اس وقت آپ دل کی آنکھوں سے فرشتے کو دیکھتے اور دل کے کانوں سے اس کی آواز سنتے تھے، کیونکہ افادہ واستفادہ کے لیے مناسب شرط ہے۔
(اتقان فی علوم القرآن ص۴۴)

(۷) اللہ تعالیٰ کا بلا واسطہ وبلا حجاب وحی فرمانا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا اور بلا واسطہ کلام کیا۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔
(ترمذی۔ دارمی۔ مشکوٰۃ ص۶۹)

میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت میں دیکھا، رب نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کی مولا! تو ہی خوب جانتا ہے حضورؐ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اسکے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی بس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

رَأٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهٖ۔
(طبرانی فی الأوسط بسند صحیح خصائص کبریٰ ص۱۶۱)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے

کسی شخص نے انسے کہا کہ دعویٰ رؤیت قرآن کریم کی اس آیت لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ کے خلاف ہے تو فرمایا وَيْحَكَ ذَاكَ إِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِيْ هُوَ نُوْرُهٗ۔ (زرقانی علی المواہب ص۱۱۸)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ قسم کھاکر فرماتے تھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے (مصنف عبدالرزاق، شفا شریف ص۱۲۰)

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن اشعری اور صحابۂ کرام کی ایک جماعت (رضی اللہ عنہم) فرماتے ہیں

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی اللّٰہَ تَعَالٰی بِبَصَرِہٖ وَعَیْنَیْ رَاْسِہٖ۔	کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان سر کی آنکھوں سے اللہ تعالے کو دیکھا ہے۔

(شفا شریف ص۱۲۰ زرقانی علے المواہب ص۱۱۶)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلرَّاجِحُ عِنْدَ اَکْثَرِ الْعُلَمَاءِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ بِعَیْنِ رَاْسِہٖ (زرقانی علے المواہب ص۱۱۶)	کہ اکثر علما کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ بلا شبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

شب معراج میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم قرب کے اس مقام پر پہنچے کہ جبریل امین تو کیا وہاں کسی مخلوق کی بھی رسائی نہیں ہو سکی۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک کے درمیان کوئی واسطہ و حجاب نہ تھا۔ جہاں زمان و مکان قاصد و پیامبر کی شرکت بھی مخل تنہائی تھی اسوقت

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (پارہ ۲۷)	پھر اس نے اپنے بندۂ خاص کو وحی کی جو کی

کون بتائے اور کیا بتائے کہ وہاں طالب و مطلوب، محب و محبوب کے درمیان راز و نیاز کی کیا کیا باتیں ہوئیں

محدث و فقیہ علامہ قاضی ابو عبداللہ حسین بن حسین حلیم الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اَنَّ الْوَحْیَ کَانَ یَاْتِیْہِ عَلٰی سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ نَوْعًا۔	کہ حضور اکرم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس چھیالیس نوع پر وحی آتی تھی۔

(زرقانی علے المواہب ص۲۳۳)

انھوں نے ان چھیالیس ۴۶ انواع کو ذکر بھی کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ادراک و احساس کی ظاہری و باطنی قوتوں کو عام انسانوں کی قوتوں سے اس قدر بلند کیا ہے کہ عام انسان ان کے ہمسر و برابر نہیں ہیں۔ عام انسان ان اشیاء کو نہیں دیکھ سکتے جن کو وہ دیکھتے ہیں، اور ان اشیاء کی آوازوں کو نہیں سُن سکتے جن کو وہ سُنتے ہیں یہاں تک کہ ان کے سونے جاگنے کا ایک ہی عالم ہوتا ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو سید الانبیاء اور افضل المرسلین ہیں۔ آپ انبیاء کرام میں بھی ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مراتب و درجات عطا فرمائے ہیں کہ کوئی بشر آپ کا شریک و سہیم نہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں فنا کا وہ اعلےٰ مقام رکھتے ہیں کہ آپ کی ہی شان میں وارد ہوا ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى	کہ وہ خواہش نفس سے نہیں بولتے
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى	بلکہ وہ تو وحی ہے جو ان کو کی جاتی ہے

ثابت ہوا کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہوتا تھا۔ اور حقیقی طور پر آپ ہی جانتے ہیں کہ وحی کتنی صورتوں میں آپ کے پاس آتی تھی اور اس کی کتنی انواع و اقسام ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ وہ وحی جو تلاوت کی جاتی ہے جیسے قرآن اسے متلو کہتے ہیں، اور وہ وحی جو تلاوت نہیں کی جاتی جیسے احادیث صحیحہ اسے غیر متلو کہتے ہیں پہلی وحی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ایک ایک حرف تواتر روایت سے ثابت ہے اور وہ اپنے لفظ و معنی دونوں کے لحاظ سے خدا کا کلام ہے۔

دوسری قسم تواتر سے بہت کم مروی ہے، وہ اپنے الفاظ کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں، بلکہ اپنے معنی کے لحاظ سے خدا کا ارشاد ہے۔ (سیرۃ النبی علامہ شبلی)

علامہ ابن عادل اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام پر بارہ ۱۲ مرتبہ وحی نازل ہوئی اور نوح علیہ السلام پر پچاس ۵۰ مرتبہ، ابراہیم علیہ السلام پر بیالیس ۴۲ مرتبہ، ادریس علیہ السلام پر چار ۴ مرتبہ، موسیٰ علیہ السلام پر چار سو ۴۰۰ مرتبہ عیسےٰ علیہ السلام پر دس ۱۰ مرتبہ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر

چوبیس ہزار مرتبہ وحی نازل ہوئی ہے۔ زرقانی علے المواہب ص ۲۳۴/۱)

یہ بھی یاد رہے کہ ایک وحی غیر انبیا علیہم السلام کو بھی ہوتی ہے جیسے فرمایا

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (قرآن)

اور ہم نے موسی (علیہ السلام) کی ماں کو وحی کی کہ اس بچہ کو دودھ پلاؤ!

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ! (قرآن)

اور جبکہ میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ!

اس وحی کو عام طور پر الہام کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ دل میں بات ڈال دیتا ہے۔ فرمایا۔

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ

اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی۔

فرمایا

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا

بلاشبہ تمہارے پروردگار نے زمین کو وحی کی

اس وحی کو عام طور پر فطری حکم کہا جاتا ہے۔

مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۔ (قرآن کریم)

ہم نے تیری طرف اسی طریقہ وحی کی ہے جس طرح کہ نوح اور اس کے بعد کے دوسرے انبیا کیطرف وحی کی تھی۔

معلوم ہوا کہ انبیا کرام علیہم السلام کی طرف جو وحی ہوئی تھی وہ ایک خاص نوعیت کی ہوتی تھی۔ اور وہ ان ہی کا حصہ ہے جس میں غیر شریک نہیں ہیں

اوّل من آمن

حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے کون ایمان لایا؟ اس بارے میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت ابن عباس، عروہ، قتادہ، زہری، عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابن اسحاق اور ایک جماعت کہتی ہے

اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ خَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا — کہ تمام مردوں اور عورتوں سے پہلے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہے

(الاستیعاب ص۷۳۹ ج۲)

امام ثعلبی، علامہ سہیلی اور ابن اثیر نے اس پر اتفاق واجماع نقل کیا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک یہی متحقق ہے (زرقانی علی المواہب ص۲۳۷ ج۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ اَبُوْبَکْرٍ — کہ مردوں میں سب سے پہلے (حضرت) ابوبکر اسلام لائے

(ابن عساکر، تاریخ الخلفاء ص۱۳۰)

حضرت ابوارویٰ الدوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْق — کہ سب سے پہلے (حضرت) ابوبکر صدیق اسلام لائے

(طبقات ابن سعد ص ۱)

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا۔

اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَوَّلُ اِسْلَامًا؟ — کہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے

قَالَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقِ! اَلَمْ تَسْمَعْ قولِ حَسَّان — فرمایا ابوبکر صدیق! کیا تو نے حسان (بن ثابت) کہنا نہیں سُنا۔

پھر آپ نے حضرت حسان کے وہ اشعار پڑھے جن میں انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا اور دیگر فضائل بیان کیے ہیں (الاستیعاب ص۳۴۳، تاریخ الخلفاء ص۱۳۵)

فرات بن سائب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت میمون بن مہران (تابعی) سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں یا حضرت ابوبکر؟ یہ سنتے ہی آپ کانپ اٹھے۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ سے عصا گر گیا اور سخت ناراض ہو کر فرمایا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں ایسے وقت تک زندہ رہوں گا جس میں ان دونوں کا موازنہ کیا جائے گا، وہ دونوں ہی سردار اسلام تھے۔

قُلْتُ فَاَبُوْبَكْرٍ كَانَ اَوَّلَ اِسْلَامًا	میں نے عرض کیا کیا حضرت ابوبکرؓ پہلے اسلام لائے
اَمْ عَلِيٌّ قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اٰمَنَ اَبُوْبَكْرٍ	یا حضرت علیؓ ؟ فرمایا خدا کی قسم ابوبکر تو بحیرا راہب کے
بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ	زمانے میں ہی ایمان لا چکے تھے جبکہ اس پر گزرے تھے
بُحَيْرَا الرَّاهِبِ حِيْنَ مَرَّ بِهٖ ۔	(حالانکہ حضرت علیؓ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے)

(ابونعیم، تاریخ الخلفاء ص۱۳۵)

علامہ قسطلانی حضرت میمون بن مہران کے اس قول کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیرا راہب کے زمانے میں ایمان لا چکے تھے کے متعلق فرماتے ہیں۔

فَالْمُرَادُ بِهٰذَا الْاِيْمَانُ الْيَقِيْنُ بِصِدْقِهٖ	اس ایمان سے مراد اس (نبی) کے صدق کا یقین ہے
وَهُوَ مَا وَقَرَ فِيْ قَلْبِهٖ (مواهب لدنيه)	جو ان کے قلب میں ثابت ہو گیا تھا۔

علامہ سہیلی روض الانف میں فرماتے ہیں کہ توفیق الٰہی کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند مکے میں اترا اس کی روشنی مکہ کی ہر منزل اور ہر گھر میں پہنچی، اور وہ آپ کی گود میں آ گیا آپ نے اس خواب کو بعض اہل کتاب علماء کے سامنے بیان کیا تو انھوں نے یہ تعبیر دی کہ

اِنَّ النَّبِيَّ الْمُنْتَظَرَ الَّذِيْ قَدْ اَظَلَّ	بلاشبہ وہ نبی جن کا انتظار ہے ان کا زمانہ قریب آ گیا ہے
زَمَانُهٗ يتبعه وَيَكُوْنُ اَسْعَدَ النَّاسِ بِهٖ	اور آپ ان کی پیروی کریں گے تمام لوگوں سے زیادہ سعادت حاصل کریں گے

كُلَّمَا دَعَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْاِسْلَامِ لَمْ يَتَوَقَّفْ — تو جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعوتِ اسلام دی تو آپ نے بلا توقف قبول کی۔

(زرقانی علی المواهب ص۲۴۰)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ میں نے جس کو بھی دعوتِ اسلام دی اس نے اس کے قبول کرنے میں کچھ تاخیر اور سوچ بچار ضرور کیا ایک ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ ہیں جنھوں نے بلا تاخیر و توقف کے میری دعوت کو قبول کیا۔

(سیرت ابن ہشام ص۱)

چنانچہ حضرت حسان بن ثابت، اخفس، ابراہیم نخعی، ابن ما جبشون اور محمد بن منکدر بھی یہی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔

وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ فِیْ قَوْلِ طَآئِفَةٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالسِّیَرِ وَالْخَبَرِ۔ — کہ سیر احادیث کا علم رکھنے والے ایک اہلِ علم گروہ کے قول کے مطابق وہ (ابو بکر) ہی تمام مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

(الاستیعاب ص۳۲۹)

حضرت ابن شہاب، عبداللہ بن محمد بن عقیل، قتادہ، اور ابو اسحاق فرماتے ہیں

اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ عَلِیٌّ — کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضہ اسلام لائے۔

(الاستیعاب ص۴۷)

حضرت محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر ایمان لائے یا حضرت علی، فرمایا بلاشبہ ہمارے نزدیک حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے مگر لوگوں میں اشتباہ اس وجہ سے پیدا ہوا

اِنَّ عَلِیًّا اَخْفٰی اِسْلَامَهٗ مِنْ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَسْلَمَ اَبُوْ بَکْرٍ فَاَظْهَرَ اِسْلَامَهٗ (الاستیعاب ص۴۲) — کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو اپنے باپ ابو طالب سے چھپایا، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام لاتے ہی ظاہر فرما دیا

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا اے امیرالمومنین! مہاجروانصار نے کس طرح حضرت ابوبکر کی بیعت پر سبقت کی، حالانکہ آپ کو اولیت اسلام حاصل ہے؟

فرمایا۔

وَيْلَكَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ سَبَقَنِىْ اِلَى اَرْبَعٍ لَمْ اُوْتَهُنَّ سَبَقَنِىْ اِلَى اِفْشَاءِ الْاِسْلَامِ وَقَدَمِ الْهِجْرَةِ وَمُصَاحَبَتِهٖ فِى الْغَارِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ بِالشِّعْبِ يُظْهِرُ اِسْلَامَهٗ وَاَخْفِىْ

تیرا بُرا ہو! بلا شبہ ابوبکر چار باتوں میں مجھ سے آگے بڑھ گئے ہیں، جو مجھ کو نہیں دی گئیں (ایک تو) انہوں نے مجھ سے پہلے اظہار اسلام کیا۔ (دوسرے) ہجرۃ میں مجھ سے مقدم رہے، (تیسرے) غار ثور میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت حاصل کی (چوتھے) نماز قائم کی جبکہ میں شعب (بنی ہاشم) میں تھا، وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے تھے اور میں (اپنا اسلام) چھپاتا تھا۔

حضرت علی رضؓ نے امیر معاویہؓ کو ایک مکتوب میں چند اشعار لکھے، ان میں سے ایک یہ ہے ؎

سَبَقْتُكُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ طُرًّا ۔۔۔ صَغِيْرًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلُمِىْ

میں نے اسلام کی طرف تم لوگوں سے سبقت کی تھی حالانکہ میں اس وقت کم سن تھا، اور بلوغ کو نہیں پہنچا تھا

(زرقانی علی المواہب ص ۲۴۱)

چنانچہ حضرت سلمان فارسی، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید خدری اور زید ابن ارقم یہ سب سب فرماتے ہیں کہ

اِنَّ عَلِیَّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ وَفَضَّلَهٗ هٰؤُلَاءِ عَلٰى غَيْرِهٖ

بلا شبہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے اور ان سب نے آپکو اسی وجہ سے دوسروں پر فضیلت دی ہے

(الاستیعاب ص ۴۷)

امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تطبیق فرمائی ہے۔

اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ	کہ مردوں میں سب سے اول ابو بکر صدیق اکبر ہیں
وَعَلِی اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الصِّبْیَانِ	سب سے اول علی مرتضیٰ اور عورتوں میں سب سے اول
وَخَدِیْجَۃ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَتْ مِنَ النِّسَاءِ	خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں (رضی اللہ عنہم)

(تاریخ الخلفاء صـ۱۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی فطرۃً نہایت پاکیزہ اخلاق، بلند کردار، اور عالی مرتبت تھے۔ آپ کا شمار رؤسائے قریش میں ہوتا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص دوستوں میں سے تھے، اور بچپن ہی سے شریک صحبت رہے۔

اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نہایت شریف النفس، اور پاکیزہ اخلاق تھیں، زمانۂ جاہلیت میں لوگ ان کو طاہرہ کے لقب سے پکارا کرتے تھے، پندرہ برس سے بحیثیت حرم محترم شریک صحبت تھیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کو بچپن ہی سے آپ اپنے پاس لے آئے تھے اور اپنی آغوش تربیت میں پالا تھا۔

حضرت صدیق اکبر اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں ایک طویل عرصہ شریک صحبت رہ کر جوانی کی پُر بہار زندگی کے ہر گوشے کا گہری نظر سے مطالعہ کر چکے تھے بلا شبہ قریبی دوست اور رفیقۂ حیات سے عیب و ثواب نہیں چھپ سکتا۔

ان دونوں کا آپ کے پاکیزہ اخلاق بلند کردار کی شہادت دیتے ہوئے بلا تاخیر و توقف ایمان لانا، آپ کی عظمت و شان اور صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

حضرت علی کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ایمان لائے، ان کو زمانۂ جاہلیت میں حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام بن خویلد نے چار سو درہم کے عوض خرید کر حضرت خدیجہ کو دیا تھا حضرت خدیجہ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا، آپ نے ان کو آزاد کر کے متبنّٰی بنا لیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لاتے ہی اپنے حلقۂ اثر میں تبلیغ اسلام شروع کردی، آپ کی ترغیب و ہدایت سے حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن العوام عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ جیسے جلیل القدر حضرات ایمان لائے، اس کے بعد چپکے چپکے یہ چرچا اور لوگوں میں بھی پھیلا، اور حضرت سعید بن زید، ابو عبیدہ، عامر بن عبداللہ ابن الجراح، ابوذر غفاری، ابوسلمہ بن عبداللہ، ارقم بن ابی ارقم، عثمان بن مظعون اور اُن کے دونوں بھائی قدامہ و عبداللہ، عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب، عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود، خباب بن الارت، خالد بن سعید، صہیب رومی، اور عامر بن فہیرہ اسلام لاکر سابقین و اولین کے زمرے میں شامل ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔

اَلذِّکْرُ الْحَسِیْنُ فِیْ سِیْرَۃِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کا حصہ اول ختم ہوا سیرت طیبہ کا بقیہ مضمون حصے دوم انشاء اللہ تعالیٰ پیش کیا جائے گا۔

ناظرین کرام سے التماس ہے کہ وہ اس ناچیز کے لیے دعائے خیر فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھ کو توفیق عطا فرمائے کہ میں اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ

ناچیز

محمد شفیع عفا اللہ عنہ

اوکاڑوی حال کراچی پاکستان

۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ

مؤلف کی دیگر تصانیف

ذکرِ جمیل

یہ نہایت حسین و جمیل تالیف ہے اس میں حضور سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین احمد مجتبٰے حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف سر اقدس سے لیکر پائے منور تک ہر ہر عضو کے خصائص، فضائل، کمالات و برکات اور معجزات کو قرآن و حدیث اور معتبر و مستند روایات اور عقل سلیم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ آج کل کے بعض مذہبی اختلافی مسائل کا حل بغیر کسی فرقے پر طعن و تشنیع کے نہایت حکیمانہ اور محبت بھرے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ گویا اس کتاب کا ایک ایک حرف عقائد اور اعمال و اخلاق کی اصلاح کرتا ہے پڑھے لکھے لوگوں، واعظوں اور عاشقان رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے سرمایہ اور سکون قلب ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ ہدیہ تین روپے ۵۰

سفینۂ نوح (حصّہ اوّل)

اس کتاب میں اہل بیت نبوت کی شان قرآن و حدیث، اور اقوال علماء سے بیان کیگئی ہے حبِ اہل بیت، فضائل اہل بیت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و کمالات، آپ کے علمی، عدالتی فیصلے آپ کی شہادت و مدفن اور آپ کے پند و نصائح کا مفصل بیان ہے اس کتاب سے محبان اہل بیت کے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور حاصل ہوگا ہدیہ تین آنہ

سفینۂ نوح

حصّۂ دُوم

اس میں سیدۃ نساء اہل الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی کے پاکیزہ حالات از پیدائش تا وفات شریف اور آپ کے فضائل و محامد، زہد و عبادت فقر و فاقہ شرم و حیا، صبر و رضا اور پردہ کا نہایت مدلل اور پاکیزہ بیان ہے، نیز آپ کی نماز جنازہ اور مسئلہ باغ فدک پر فیصلہ کن بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب مردوں اور عورتوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ ہدیہ آٹھ آنے ۸ر

راہِ حق

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، یہ درود شریف ہے اور اس کا پڑھنا بہت ہی مفید ہے نیز مسئلہ ندا کے یا رسول اللہ، اور یا غوث کو قرآن و حدیث اور اقوال علماء اور خود مخالفین کی کتب سے نہایت مدلل اور مفصل بیان کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ خوشی و مصیبت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کو پکارنا جائز ہے۔ ہدیہ آٹھ آنے ۸ر

برکات میلاد شریف

اسمیں میلاد شریف کرنے اور کھڑے ہو کر ادب و احترام سے سلام پڑھنے کا ثبوت و جواز پیش کر کے بتایا گیا ہے کہ میلاد شریف پڑھنا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں احتراماً ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کرنا کس قدر مفید و نافع ہے۔ نیز مخالفین کے اعتراضات و شبہات کا جواب پیش کیا گیا ہے۔ ہدیہ ۵ر